فراستِ مومن
ابراہیم بن عبداللہ الحازمی رحمہ اللہ
ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور - کراچی پاکستان

مؤلف

ابراہیم بن عبداللہ الحازمی رحمہ اللہ

مترجم

مولانا سعید اسعد

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور - کراچی پاکستان

نام کتاب	فراست مومن 84967
مؤلف	ابراہیم بن عبداللہ الحازمی رحمہ اللہ
مترجم	مولانا سعید اسعد
زیر اہتمام	ادارۂ ضیاء المصنفین، بھیرہ شریف
اشاعت	دسمبر 2003ء
تعداد	ایک ہزار
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
کمپیوٹر کوڈ	1Z392
قیمت	روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953 فیکس:۔ 042-7238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7225085-7247350

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:۔ 021-2212011-2630411 فیکس:۔ 021-2210212

e-mail:- zquran@brain.net.pk

Website:- www.ziaulquran.com

فہرست

عرضِ ناشر

بعض اوقات ایک چھوٹا سا واقعہ انسان کی زندگی میں بہت بڑی تبدیلی کا پیش خیمہ بن جاتا ہے وہ یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے رونما پذیر ہوتا ہوا دیکھے یا کسی کتاب میں پڑھے۔

آپ کی خدمت میں پیش کی جانے والی یہ مختصر کتاب کچھ ایسے ہی واقعات پر مشتمل ہے جو جلیل القدر ہستیوں کی فراست سے متعلق ہیں اس کے مطالعہ سے جہاں آپ اپنی تاریخ کے چند روشن ابواب سے آگاہی حاصل کریں گے وہاں یہ بھی امید کی جاسکتی ہے کہ آپ کے اندر بھی ایسی تڑپ پیدا ہو جائے جو اس ملکہ کے حصول کا ذریعہ بن جائے۔

اس میں جلیل القدر انبیاء، صحابہ کرام اور بعد کی عظیم شخصیات کے واقعات کو سمو دیا گیا ہے۔

امید ہے آپ ہماری کاوش کو بھی شرفِ قبولیت سے نوازیں گے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض حال

حضور ضیاء الامت قدس سرہ العزیز کی آغوش تربیت میں جتنے افراد بھی آئے ان میں آپ نے جہاں علمی استعداد پیدا کی وہاں ان میں جذبۂ جدو جہد کو بھی اجاگر کیا یہی وجہ ہے کہ آپ کے تربیت یافتہ علماء جس شعبۂ زیست میں بھی خدمات سرانجام دے رہے ہیں وہ پوری صلاحیتیں صرف کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور انہیں اعتماد سے نوازا جاتا ہے

حضور ضیاء الامت کے خانوادۂ عالیہ سے کیونکہ میرے والد ماجد کو سلسلۂ ارادت نصیب تھا اسی نسبت کی وجہ سے دوران تعلیم ہی مجھے آپ کی خدمت کا موقعہ ملا سند فراغ حاصل کرنے کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا اور حضور ضیاء الامت کی ظاہری حیات کے آخری لمحہ تک قدم بوسی کا یہ شرف نصیب رہا اگر میں یہ کہوں

اوقات ہمہ بود کہ بایار بسر شد ؎ ورنہ سب بے حاصلی و بے ضرری بود

تو بے جا نہ ہوگا بلکہ یہ شرف مجھے دنیا و مافیہا کی نعمتوں سے عزیز تر ہے حضور ضیاء الامت کی حیات مستعار تک میری اول و آخر کوشش آپ کی چاکری تھی آپ کی روز افزوں شفقت مجھے ہر لحہ نئی زندگی، نئی سعادت اور نیا ولولہ عطا کرتی رہی۔

حضور ضیاء الامت نے عشق رسول میں ڈوب کر جو تحریری کام کیا وہ تا قیامت ملت اسلامیہ کے لئے باعث افتخار رہے گا آپ کی یہ بھی آرزو تھی کہ دارالعلوم کے فضلاء اس میدان میں بھی قدم رکھیں اور گھپ اندھیروں میں مثل شمع کردار ادا کریں ہمارے لئے یہ فیصلہ ہزار مسرتیں لایا کہ جانشین حضور ضیاء الامت حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب کی سربراہی میں ادارہ ضیاء المصنفین کا قیام بھی عمل میں لایا گیا جس کی سرپرستی میں تصنیف و تالیف کا کام شروع کیا گیا۔

ناچیز کے ذمہ اس سے قبل ایک کتابچہ کا ترجمہ لگایا گیا جس کا نام "قصص القرآن

للاطفال'' تھا جسے قبلہ حاجی حفیظ البرکات شاہ صاحب مدظلہ منیجر ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور نے بڑے اہتمام سے شائع کیا اور دوسری کاوش فراست مومن کا ترجمہ آپ کے سامنے ہے اس میں حضرت مؤلف نے انبیاء اکرم، خلفاء راشدین، امراء اور قاضیوں کے ایسے واقعات کو یکجا کیا ہے جن میں ان ہستیوں کی فراست کا اظہار ہوتا ہے ان واقعات کو پڑھ کر قاری کے ذہن میں ایسی استعداد و صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ اسے ہر چیز کو بڑی باریک بینی سے دیکھنے کی عادت ہو جاتی ہے اور وہ بڑی تیزی سے معلوم چیز سے مجہول چیز تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔

ادارہ کی خواہش پر ایک اور کتاب پر کام جاری ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب مکرم ﷺ کے طفیل اس سلسلہ کو جاری رکھنے کی توفیق و ہمت نصیب فرمائے۔

محمد سعید اسعد

فاضل و مدرس دارالعلوم محمدیہ غوثیہ

بھیرہ شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فراست کا معنی

یہ لفظ (تفرست فیه خیرا) سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے میں نے اس میں بھلائی کو بھانپ لیا اس سے فعل یوں استعمال کیا جاتا ہے ھو یتفرس یعنی وہ خوب غور وفکر کرتا ہے۔

پھر اس کا اطلاق اس ذہن پر ہوتا ہے جو درمیانی واسطہ کے بغیر معلوم سے مجہول پر جلدی استدلال کر لے۔

اس کے بارے میں چند اقوال

۱۔فراست سے مراد باخبر ہونے کی ایسی قوت ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء اور محبوب بندوں کو عطا فرماتا ہے۔

۲۔فراست اس معرفت کو کہتے ہیں جو الہام، تقدیر اور تمان سے حاصل ہو

۳۔فراست سے شکل وصورت سے اخلاق پر آگاہی حاصل کرنا ہے۔

فَراست اور فِراست کے معنی میں فرق ہے۔

فِراست۔ ذہانت اور فطانت کی قوت سے اشیاء کا ادراک کرنا۔

فَراست۔ گھوڑے پر سواری اور اس کے معاملات میں مہارت ہونا۔ کتنی ہی اچھی بات ہے کہ ایک آدمی ان دونوں فضیلتوں کو جمع کرنے والا ہو وہ زبردست بہادر شہسوار بھی ہو اور ایک لمحہ میں معلوم سے مجہول تک رسائی بھی حاصل کرے۔

فراست کی قسمیں

اس کی تین قسمیں ہیں۔

ایمانی

اس کا سبب وہ نور ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے دل میں القاء کرتا ہے جس نور کی مدد سے وہ بندہ حق اور باطل، سچے اور جھوٹے میں امتیاز کر لیتا ہے۔

اس کی حقیقت

یہ فراست ایسا خیال ہے جو دل پر وارد ہوتا ہے تو اس خیال کی منافی تمام چیزوں کو مٹا دیتا ہے یہ خیال دل میں یوں وارد ہوتا ہے جیسے شیر شکار پر جھپٹتا ہے۔ لیکن فریست کا وزن فعیلۃ ہے جو اسم مفعول کے معنی میں ہے اور فراستہ کا وزن ولایۃ، امارۃ اور سیاست ہے۔ فراست کی یہ قسم قوت ایمانی کے مطابق ہوتی ہے جو آدمی ایمان میں طاقت ور ہوتا ہے وہ اس فراست میں تیز ہوتا ہے۔

ابوسعید خراز نے کہا: جو نور فراست سے دیکھتا ہے وہ حق کے نور کے ساتھ دیکھتا ہے اس کے علم کا مدار بغیر سہو اور غفلت کے حق کے ساتھ ہوتا ہے بلکہ اصل میں یہ حق کا حکم ہوتا ہے جو اس کی زبان پر جاری ہوتا ہے۔

علامہ واسطی کا قول

فراست انوار و تجلیات کی ان شعاعوں کا نام ہے جو دلوں میں چمکتی ہیں اور صاحب فراست غیبی دنیا میں ایک غیب سے دوسرے غیب کی طرف جملہ پوشیدہ چیزوں کی معرفت پر قادر ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ اشیاء کا اس طرح مشاہدہ کرتا ہے جس طرح حق تعالیٰ اسے ان اشیاء کا مشاہدہ کراتا ہے جس کے نتیجے میں وہ مخلوق کی پوشیدہ چیزوں کے بارے میں گفتگو کرتا ہے۔

دارانی کا قول

فراست مکاشفۂ نفس اور غیب کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا ہے۔ اور یہ ایمان کے مقامات سے ایک اعلیٰ مقام ہے۔

اور ایک عالم سے فراست کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: پاک روحیں ہیں جو عالم ملکوت کے امور میں تصرف کرتی ہیں (یا ایک دوسرے معنی کے مطابق (عالم ملکوت کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہوتی ہیں)

جس کے نتیجہ میں غیب کی چھپی چیزوں کو اپنی آنکھوں سے جھانکتی ہیں اور مخلوق کے اسرار و رموز کے بارے میں گفتگو کرتی ہیں ظن و گمان سے نہیں بلکہ اس طرح جیسے خود مشاہدہ

کر کے بول رہی ہیں۔

عمرو بن نجید کا قول

شاہ کرمانی اس قدر فراست والے تھے کہ وہ خطا نہ کرتے اور آپ فرماتے تھے وہ شخص جس نے غیر محرموں سے اپنی نگاہوں کو بند کرلیا، خواہشات سے اپنے نفس کو روک لیا، اپنے باطن کو مراقبہ سے آباد کیا اور سنت کی پیروی کے ساتھ اس (باطن) کی مدد کی اور رزق حلال کھانے کی عادت بنائی اس کی فراست کبھی خطا نہیں جاتی۔

ابو جعفر کا قول

دل کے اندر سب سے پہلے بغیر مدمقابل کے آنے والا خیال فراست ہے۔ اگر اس کی جنس سے کوئی خیال اس کے مقابلے میں پیدا ہو جائے تو وہ خاطر اور حدیث نفس کہلائے گا۔

ابو حفص نیشا پوری کا قول

کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ دعویٰ فراست کرے لیکن یہ ضروری ہے کہ دوسرے کی فراست سے بچتا رہے۔

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اتقوا فراسة المومن فانه ينظر بنور الله

"تم مومن کی فراست سے بچتے رہو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ نور سے حقیقت حال دیکھ لیتا ہے"۔

آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم فراست سیکھو، اس شخص کے لئے فراست کا دعویٰ کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے جو فراست سے بچنے کے محل میں ہے۔

احمد بن عاصم انطا کی کا قول

جب تم اہل صدق (خلوص والوں) کے پاس بیٹھنے کی سعادت حاصل کرو تو پورے خلوص (ومحبت) کے ساتھ ان کے پاس بیٹھو کیونکہ ان کی دلوں پر نگاہ ہوتی ہے۔ ان کی نگاہ تمہارے دلوں میں جاتی اور اس انداز میں واپس آتی ہے کہ تمہارے احساس وشعور سے

بالاتر ہوتی ہے۔

حضرت جنید بغدادی

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ ایک دن لوگوں کے سامنے کلام فرما رہے تھے تو اچانک آپ کے سامنے ایک نصرانی انکار کرتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔ اور کہا: اے شیخ! یہ بتاؤ: نبی کریم ﷺ کے اس قول کا کیا معنی ہے، اتقوا فراسة المؤمن فان ينظر بنور الله تو آپ نے تھوڑی دیر کے لئے سر جھکایا پھر سر کو اٹھاتے ہوئے اس کی طرف منہ کر کے فرمایا: تو اسلام لے آ، یعنی میری فراست کہتی ہے تیرے اسلام لانے کا وقت قریب آ گیا ہے بس وہ غلام مشرف بایمان ہو گیا، یعنی عملاً فراست کا معنی بتا دیا۔

قدیم کتابوں میں سے ایک میں کہا گیا ہے۔ "بے شک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فراست خطا نہ جاتی تھی"

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول

تمام لوگوں سے زیادہ فراست والے تین شخص تھے (جن کی مثالیں مشہور ہیں)

(1) عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے اپنی فراست کا اظہار اس وقت کیا جب اس نے اپنی بیوی سے کہا: اَكْرِمِىْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا (یوسف: ۲۱) یعنی اور عزت و اکرم سے اسے ٹھہراؤ یا بنالیں ہم اسے اپنا فرزند۔

(2) حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی نے اپنی فراست اس وقت دکھائی جب اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے اپنے باپ سے عرض کیا: استاجرہ یعنی ان کو اجرت پر رکھ لیجئے۔

(3) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی فراست ایمانی کا مظاہرہ اس وقت کیا جب انہوں نے حضرت عمر کو اپنا خلیفہ بنایا" اور ایک دوسری روایت میں ہے: فرعون کی بیوی جس نے کہا:

قُرَّتُ عَيْنٍ لِّىْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا

"یہ بچہ تو میری اور تیری انکھوں کیلئے ٹھنڈک ہے اسے قتل نہ کرنا شاید یہ ہمیں نفع

دے یا ہم اسے اپنا فرزند بنالیں''۔

فراست صدیقی

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پوری امت میں سے بڑے صاحب فراست تھے۔

فراست عمر

ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقام فراست ہے۔ جن کی فراست کے واقعات تاریخ اسلام میں مقام شہرت پر فائز ہیں، کیونکہ آپ نے کسی چیز کے بارے میں ''اظنہ کذا'' یعنی میں تو اسے ایسے گمان کرتا ہوں'' نہیں کہا مگر اسی طرح ہوا جیسے آپ نے کہا، آپ کی فراست کے ثبوت میں اتنی دلیل ہی کافی ہے کہ آپ کے رب نے بہت سارے مشہور مقامات پر آپ کی رائے کی موافقت فرمائی

مثلاً حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ آپ کے پاس سے گزرے، حالانکہ آپ انہیں نہیں پہچانتے تھے۔ تو فرمایا:

''میرے گمان نے غلطی کی ہے یا یہ آدمی کاہن ہے یا زمانہ جاہلیت میں کہانت کی معرفت رکھتا تھا۔ پس جب وہ آپ کے سامنے بیٹھ گئے تو عمر نے ان سے وہ بات کی۔ تو انہوں نے کہا سبحان اللہ! اے امیر المومنین! آپ نے میرے ہم مجلسوں میں کسی کا ایسا استقبال نہیں کیا جیسا کہ آپ نے میرا استقبال کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے ارشاد فرمایا: ہم بھی زمانہ جاہلیت میں اس سے زیادہ بڑے نہ تھے

لیکن تو مجھے وہ بات بتا جو میں نے تجھ سے پوچھی ہے تو اس نے جواباً کہا: صدقت یا امیر المؤمنین ''اے امیر المومنین! آپ نے سچ فرمایا'' میں زمانہ جاہلیت میں کاہن تھا۔ پھر اس نے اپنا سارا قصہ بیان کر دیا۔

فراست صحابہ

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فراست سچی فراست ہوتی ہے۔

اس قسم کی فراست کی اصل

اس حیات ونور کی وجہ سے ہے جن دونوں کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے جس سے دل زندہ ہو جاتا ہے اور نور حاصل کر لیتا ہے جس کے نتیجے میں ممکن نہیں کہ اس کی فراست خطا ہو جائے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا

"کیا وہ جو پہلے مردہ تھا پھر زندہ کیا ہم نے اسے اور بنا دیا اس کیلئے نور چلتا ہے جس کے اجالے میں لوگوں کے درمیان وہ اس جیسا ہو سکتا ہے جو اندھیروں میں پڑا ہو نہیں نکلنے والا ان سے"۔

یعنی وہ مردہ تھا جب وہ کفر و جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے ایمان (کا نور) اور علم عطا کر کے زندہ کر دیا۔ اور اس کے لئے قرآن و ایمان کو نور بنایا جس کے ذریعے ضیا حاصل کر کے وہ عام لوگوں کے اندر ہوتے ہوئے بھی سیدھے راستے پر گامزن رہتا ہے اور اسی کے (نور کے) سبب تاریکی میں بھی چلتا ہے (جیسا کہ وہ روشنی میں چلتا ہے) واللہ اعلم (اللہ سب سے بہتر جانتا ہے)

دوسری فراست، فراست ریاضت ہے

دوسری وہ فراست ہے جو عبادت و ریاضت، بھوک (نفس کو بھوکا رکھنے) بیداری (اس کو جگائے رکھنے) اور تخلیہ (گوشہ نشینی اختیار کرنے) سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ جب نفس انسانی عمل سے روکنے والی چیزوں سے پاک ہو جاتا ہے تو اس کو اپنے تجرد کی مقدار کے مطابق فراست وکشف (یعنی درست اندازہ لگانے اور پوشیدہ باتوں پر خبردار ہونے کا علم) حاصل ہوتے ہیں۔

فراست کی یہ قسم مومن و کافر دونوں میں مشترک ہے، اور نہ یہ ایمان پر اور نہ ہی ولایت پر دلالت کرتی ہے۔ جبکہ اکثر جاہل لوگ اس سے دھوکہ کھا جاتے ہیں، اور اس فراست میں

کئی راہبوں کے واقعات مشہور ہیں۔ اور یہ فراست کی وہ قسم ہے جو نہ نفع دینے والے سچ سے پردہ اٹھاتی ہے اور نہ ہی صراط مستقیم (سیدھے راستے) سے حجابات دور کرتی ہے۔

بلکہ والیوں، خوابوں کی تعبیر بتانے والے لوگوں، طبیبوں اور ان کے علاوہ کچھ شخصیات کی فراست کی جنس سے ایک جزی اس فراست کے مقاصد و مطالبہ سے خوب پردہ ہٹا دیتی ہے۔

طبیبوں کے اپنے شعبہ میں ماہر ہونے کی وجہ سے ان کی فراست مشہور و معروف ہے۔ اور جو شخص اس پر واقفیت حاصل کرنا چاہے ان کی تاریخ اور واقعات کا مطالعہ کرے طب کا تقریباً نصف علم فراست صادقہ ہے (سچی فراست ہے) جس کے ساتھ تجربہ ملا ہوتا ہے۔

واللہ سبحانہ اعلم (اور اللہ پاک ہی بہتر جانتا ہے)

تیسری فراست

فراست خلقیہ ہے۔ یہ وہ فراست ہے جس کے بارے اطباء اور ان کے علاوہ لوگوں نے کتابیں تصنیف کی ہیں۔ اور انسان کی ظاہری تخلیق سے اس کے باطنی اخلاق پر رہنمائی حاصل کی ہے اور دلیل پکڑی ہے کیونکہ ان کے درمیان ایسا ربط و تعلق ہے جو حکمت خداوندی کے تقاضا کے عین مطابق ہے۔

مثال نمبر 1

یہ دلیل پکڑنا کہ جس کا سر معمول سے زیادہ چھوٹا ہو اس کی عقل کم ہوتی ہے اور جس کا بڑا ہو اس کی عقل بھی بڑی ہوتی ہے۔

مثال نمبر 2

وہ شخص جس کا سینہ وسیع اور اس کے پہلوؤں کے درمیان کشادگی موجود ہو وہ وسیع اخلاق، قوت برداشت اور کشادہ دلی کا مالک ہوگا اور جس کا سینہ تنگ ہوگا اسکے اخلاق تنگ ہوں گے۔

مثال نمبر 3

اور وہ آدمی جس کی آنکھ بجھی بجھی اور نظر تھکی تھکی ہو تو اس کے کند ذہن ہونے اور حرارت قلب کی کمزوری پر دلیل ہے۔

اور آنکھ اگر بہت زیادہ سفید مائل بسرخی ہو تو اس کے بہادر ہونے، پیش قدمی اور ذہانت پر دلیل ہے۔ اور جس شخص کی آنکھیں گول ہوں ساتھ سرخ بھی ہوں اور بار بار پھرتی رہتی ہوں تو اس کے خائن، مکر و فریب والا اور دھوکہ باز ہونے پر دال ہیں۔

فراست کی سب سے بڑی علامت

فراست کا سب سے بڑا تعلق آنکھ کے ساتھ ہے کیونکہ یہ دل کا آئینہ اور اندرون قلب کا عنوان بالا ہے پھر دوسرے نمبر پر زبان کے ساتھ ہے کیونکہ یہ دل کی قاصد اور ترجمان ہے۔

مثال نمبر 4

وہ شخص جس کی آنکھ نیلی اور اس آدمی کا رنگ سرخ و زرد ہو تو یہ اس کے خراب ہونے کی دلیل ہے۔

مثال نمبر 5

وہ شخص جس پر خوف یا تنہائی کی وجہ سے انقباض کی کیفیت طاری دیکھی جاتی ہو تو یہ اس کے اندرون کی برائی اور نیت کے فساد کی دلیل ہے۔

مثال نمبر 6

جیسے بہت زیادہ سیدھے بال کند ذہنی کی علامت ہے اور گھنگریالے بال شر و فساد کی علامت ہے اور معتدل بال یعنی نہ زیادہ سیدھے نہ زیادہ گھنگریالے، اعتدال کی دلیل ہے۔

اس فراست کو کام میں لانے کا طریقہ یہ ہے کہ تخلیق و شکل کا معتدل ہونا مزاج و روح کے معتدل ہونے کی نشانی ہے اور اس کے معتدل ہونے سے اخلاق و افعال متعدل ہوتے ہیں۔ اور اگر خلقت و صورت اعتدال سے ہٹ جائے تو اخلاق و کردار میں انحراف واقع ہو

جاتا ہے یہ سب باتیں اس وقت ہیں جب نفس ومزاج فیض واکتساب سے عاری ہوں لیکن معتدل خلقت وصورت والا شخص باہمی میل جول اور معاشرت سے ان لوگوں کے اخلاق و عادات حاصل کر لیتا ہے جن کا وہ ہم قرین ہو اور جن کے ساتھ وہ زندگی گزارتا ہے۔

اگر وہ پیکھڑ جانور ہو تو از روئے اخلاق و کردار تمام لوگوں سے زیادہ پلید بن جاتا ہے۔

اور یہ چیز اس کی عادت ثانیہ بن جاتی ہے، وہ معذور و مجبور بن جاتا ہے یہاں تک کہ اس حقیقی طبیعت ومزاج سے واپس لوٹنا اس کے لئے مشکل ہو جاتا ہے۔

اس طرح غیر متوسط خلقت وصورت والا شخص صحبت کاملین اور ان کے ساتھ باہمی میل جول کی برکت سے اخلاق کریمانہ اور افعال شریفہ کا مالک بن جاتا ہے یہ چیز اس کی طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے کیونکہ عبادات و ریاضات کئی قسم کی مہارتیں اور اخلاق کریمانہ عطا کرتی ہیں۔

مقام فکر وغور

اس مقام پر بڑے تامل و تفکر کی ضرورت ہوتی ہے اور بے سوچے سمجھے محض فراست کے ذریعے جلدی جلدی فیصلہ نہیں کرنا ہوتا کیونکہ ایسی صورت میں فیصلہ کرنے والے کی غلطیاں زیادہ ہوتی ہیں اور درست فیصلے بہت کم نظر پڑتے ہیں۔

کیونکہ یہ علامات محض اسباب ہیں نہ کہ ان اخلاق و عادات کو واجب کرنے والی چیزیں اور کبھی کبھی شرط کے مفقود ہونے کے سبب یا کسی مانع کی موجودگی میں مطلوب نتیجہ دینے سے متخلف (پیچھے رہ جانیوالی) ہو جاتی ہیں۔

علم فراست رکھنے والے شخص کی فراست تین چیزوں سے تعلق رکھنے والی ہوتی ہے۔

آنکھ، کان اور اسکے دل سے پس آنکھ نشانیاں اور علامات دیکھنے کیلئے ہوتی ہے۔

کان کلام سننے کیلئے ہوتے ہیں خواہ وہ صریح الفاظ میں ہو یا محض کنایات میں، اپنے معانی پر ناطق دلائل ہوں یا الفاظ سے تکلف کے ساتھ کہے گئے مفاہیم، کلام کا مضمون خاص ہو یا اس سے اشارۃ النص کلام کی آواز ہو یا مادی اشارہ (اعضاء کے ذریعے) یا ان جیسی کوئی اور صورت ہو۔

اور اس کا دل فیصلہ کرنے اور دیکھی گئی چیز (دیدہ) اور سنے گئے کلام (شنیدہ) سے اس کے باطن اور پوشیدہ راز پر دلیل حاصل کرنے کیلئے ہوتا ہے۔ پس وہ ظاہر کے پس پردہ کی اس طرح تعبیر کرتا ہے جس طرح جوہری سکہ اور ظاہری نقش و نگار کو ملاحظہ کر کے نقدی کے باطن کا فیصلہ کرتا ہے اور مطلع کرتا ہے کہ کیا وہ صحیح ہے یا کھوٹا۔

ظاہری ہیئت و دلالت سے قلب و روح تک رسائی حاصل کرنے میں صاحب فراست کا بھی یہی انداز ہوتا ہے۔ ظاہری ڈھانچوں سے روحوں کو پرکھ لینے کا اس کا طریقہ بالکل صیرفی جیسا ہوتا ہے جو نقدی اور سکہ کے ظاہر سے جوہر کو دیکھ لیتا ہے۔ اسی طرح علمائے حدیث کی نقد و جرح کیونکہ سورج کی مانند ظاہر و باہر سند جھوٹے متن پر چلتی ہے۔ اور ناقد محدث اسکو نکال لیتا ہے جیسا کہ صیرفی چاندی کے ظاہر کے نیچے سے کھوٹ کو نکال لیتا ہے اسی طرح جھوٹے اور سچے آدمی کے اقوال، افعال اور احوال کے ذریعے ان کے درمیان فرق کرنے کی بھی فراست ہے۔

کتاب و سنت میں فراست کے بارے ذکر

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ (حجر:75)

"بے شک اس واقعہ میں (عبرت کی) نشانیاں ہیں غور و فکر کرنے والوں کیلئے"۔

جلیل القدر تابعی حضرت مجاہد بن جبر مکی نے "متوسمین" کا معنی متفرسین (فراست سے کام لینے والے) بتایا ہے۔

اور ابن عباس ہاشمی قریشی نے کہا: للناظرین (غور فکر کرنے والے) مراد ہیں اور اسی طرح حضرت ضحاک نے بیان کیا ہے۔

اور حضرت قتادہ نے کہا ہے۔ للمعتبرین (عبرت حاصل کرنے والے) مراد ہیں۔

اور حضرت مقاتل نے کہا ہے۔ للمتفکرین (سوچ و بچار سے کام لینے والے) مراد ہیں۔

اور حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا ہے۔ للمتبصرین (بصیرت رکھنے والے) مراد ہیں۔

اوران تمام اقوال میں منافات نہیں ہے یعنی یہ ایک دوسرے کے منافی نہیں ہیں۔
کیونکہ غور وفکر کرنے والا جب جھٹلانے والوں کی منازل اور گھروں کے آثار میں اور جو بلائیں ان پر نازل ہوئی ہیں ان میں غور وفکر کرتا ہے تو اسے فراست وعبرت اور فکر ونظر حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ بات بھی ہے کہ انسان اور غیر انسان میں پائی جانے والی اچھائی و برائی کی باتوں پر بھی نشانی ظاہر ہوتی ہے مثلاً خیر کی صورت میں سکون و دیانت اور شر کی صورت میں ہیبت وخوف ظاہر ہوتا ہے۔

اور قرآنی آیت میں "متوسمین" کا لفظ توسم "مصدر سے بنا ہے یہ اسم فاعل ہے۔ چنانچہ توسم باب تفعل ہے جس کا مجرد وسم ہے۔ اور اس سے مراد وہ علامت ہے جس کے ذریعے اس کے غیر کے مطلوب پر دلیل پکڑی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے: توسمت فیه الخیر (میں نے اپنی فراست کے ذریعے اس کی بھلائی معلوم کر لی) یہ اس وقت کہا جائے گا جب تو اس کے اندر بھلائی کی نشانی دیکھ لے۔

اس کی مثال حضرت عبد اللہ بن رواحہ کا وہ قول بھی ہے جو انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی شان میں کہا:

انی توسمت فیك الخیر اعرفه　　والله یعلم انی ثابت البصر

"بے شک میں نے اپنی فراست میں آپ ﷺ کے اندر خیر ہی خیر معلوم کی ہے اور میں خیر کو پہچانتا بھی ہوں۔ اور اللہ جانتا ہے کہ میری بصیرت و بصارت کی دونوں آنکھیں موجود ہیں یعنی میں صاحب فراست ہوں"۔

ایک اور شاعر نے کہا ہے

توسمته لما رایت مهابة　　علیه وقلت المرء من آل هاشم

جب میں نے آپ ﷺ کے چہرہ اقدس پر رعب وجلال کی کیفیت دیکھی تو میں نے آپ ﷺ کو پہچان لیا اور کہا کہ یہ جوان آل ہاشم سے تعلق رکھنے والا ہے"۔

یہ آیت کریمہ آنکھ اور نگاہ کی فراست پر دلالت کرنے والی ہے۔
لیکن سمع وبصر کی فراست پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلالت کرتا ہے:

وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۭ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ

"اور ہم چاہیں تو آپ کو دکھا دیں یہ لوگ سو آپ پہچان تو چکے ہیں ان کو ان کے چہرہ سے اور آپ ضرور پہچان لیا کریں گے انہیں ان کے انداز گفتگو سے" (محمد:30)

علامہ ابن قیم جوزی اپنی کتاب مدارج السالکین میں فرماتے ہیں:

لحن (ایسے بات کرنا کہ مخاطب ہی سمجھ سکے) کی دو قسمیں ہیں (1) صواب (درست) (2) خطا (غلط) پھر لحن صواب (درست کنایہ) کی دو قسمیں ہیں:

ان دونوں میں سے ایک ذہانت وفطانت ہے۔ اور اس کی مثال یہ حدیث ہے۔

لعل بعضکم ان یکون ألحن بحجته من بعض

"شاید تم میں سے کوئی ایک دوسرے سے زیادہ تیز دلیل پکڑنے والا ہو"

اور دوسری قسم: اشارہ وکنایہ اور رمز وتعریض (یعنی کسی پر ڈھال کر بات کرنا) ہے۔ اور یہ کنایہ کے قریب ہے جس کی مثال شاعر کا یہ قول ہے۔

وحدیث الذہ وھما مما یشتھی السامعون یوزن وزنا

"اسکی بات بہت لذیذ ہے ایسے وہم ہوتا ہے کہ سننے والے چاہتے ہیں کہ اس کا وزن کیا جائے"۔

منطق صائب و تلحن احیانا وخیر الحدیث ماکان لحنا

"اسکی بات پائیدار اور درست ہوتی ہے کئی مرتبہ ایسی عمدہ باتوں سے گفتگو کرتا ہے جو گفتگو معلوم نہیں ہوتی"۔

تیسرا: اعراب میں بولنے کی خرابی اور اس کی حقیقت

اس کی حقیقت یہ ہے کہ کلام کو اس کے ظاہری معنی سے پھیر دینا یا تو خطاء کی طرف یا اسے ایسے مخفی معنی کی طرف لے جانا جس کے لئے اس لفظ کو وضع نہیں کیا گیا ہے۔ مقصود آیت یہ ہے کہ اس پاک ذات نے اس بات پر قسم کھائی ہے کہ وہ اپنے خطاب کی لحن (اشارہ وکنایہ) کو پہچانتے ہیں۔

کیونکہ متکلم کو پہچاننا اور اس کے کلام کے ذریعے اس کے مافی الضمیر کو پہچاننا نسبت اس

کے زیادہ قریب ہے کہ اس کی پیشانی اور چہرے کی کیفیت سے پہچان کی جائے۔

(پنجابی کہاوت ہے: ''بندے پھولیں لبھد ے ہن گولیں نئیں لبھد ے'')

کیونکہ کہنے والے کے ارادہ اور اس کے دل کی پوشیدہ بات پر، اس کی ہیئت وشکل کی نسبت اس کا کلام زیادہ ظاہر انداز میں دلالت کرتا ہے۔

اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کی امثال سے ہے:

گناہ گار وہ آدمی ہے جو بدزو ہے کیونکہ وہ اپنے منہ سے خیانت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اپنی آنکھوں کے ذریعے اشارے کرتا ہے۔ اپنے پاؤں کے واسطے سے گفتگو کرتا ہے۔ اور اپنی انگلیوں کے حوالے سے معلوم کرتا ہے۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جو آنکھیں بند کرتا ہے یہ اس لئے ہے کہ لوگوں کو دھوکے دینے کے بارے سوچ و بچار کرے۔ اور جس نے اپنے ہونٹوں کو کاٹا تحقیق اس کا شر مکمل ہو گیا (وہ شریر ہے)

اور آپ نے فرمایا: عقلمند آدمی کے چہرے میں حکمت کی روشنی ہوتی ہے اور جاہل آدمی (بے وقوف) کی دونوں آنکھیں زمین کی گہرائیوں میں گڑی ہوتی ہیں۔

یشوع بن سیراخ کہتے ہیں: آدمی کا دل اس کے چہرے کی کیفیت کو تبدیل کرتا رہتا ہے یا تو بھلائی کی طرف یا برائی کی طرف''

آدمی کا ہنس مکھ ہونا آدمی کے دل کی خوشی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور امثال کی تفتیش کرنا افکار کو تھکا دیتا ہے۔

اور فرمایا انسان دیکھنے سے پہچان لیا جاتا ہے مثلاً اس کا چہرہ دیکھنے سے عقلمندی کو پہچان لیا جاتا ہے، آدمی کا لباس، دانتوں کا ہنسنا اور انسان کی چال، اس کے معیار زندگی کی خبر دیتے ہیں۔

حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ان دونوں حضرات نے یہ بات ارشاد فرمائی: ''ایک آدمی کوئی چیز نہیں چھپاتا مگر اس کی زبان کی لغزشوں میں اور اس کے چہرہ کی سلوٹوں میں وہ ظاہر ہوتی ہے''

صاحب فراست لوگوں میں سے ایک نے کہا ہے:

جب تو صبح کے وقت کسی شخص کو اپنے گھر سے باہر یہ کہتا ہوا دیکھے: مَا عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی (یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے)

تو جان لے کہ اس کے پڑوس میں دعوت ولیمہ ہے اور اسے نہیں بلایا گیا ہے۔

اور جب تو کسی آدمی کو والی شہر کے پاس سے نکلتا ہوا دیکھے اور کہہ رہا ہو: مَا شَہِدْنَا اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا (ہم تو صرف اسی چیز کی گواہی دیں گے جس کا ہمیں علم ہے) تو معلوم کر لے کہ اس کی گواہی کو قبول نہیں کیا گیا ہے۔

اور جب کسی کو والی کے پاس سے نکلتے ہوئے دیکھے اور زبان سے بول رہا ہو: یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ (ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے) تو اندازہ کر لے کہ اس شخص کی گدی پر تھپڑ مار کر بے مقصد واپس کر دیا گیا ہے۔

امام وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے ارشاد فرمایا ہے:

"کان ینظر الی الغیب من ستر رقیق" یعنی آپ ﷺ غیب کو باریک پردے سے بھی دیکھ لیا کرتے تھے"

اور شاعر نے کہا ہے:

الالمعی الذی یظن بك الظن کأن قدرأی و قد سمعا

"وہ المعی جو تجھے برا گمان کرتا ہے گویا اس نے سب کچھ دیکھ اور سن رکھا ہے"۔

ایک اور شاعر کہتا ہے:

ملیح نجیح اخو مازن فصیح یحدث بالغائب

"ملاحت والے، کامیاب، مازن کے بھائی اور فصیح ہیں جو غیب کی باتیں بیان کرتے ہیں"۔

فراست والی حدیث کی تخریج اور اس پر گفتگو

ہر وہ شخص جس نے فراست کا ذکر کیا ہے۔ اور فراست واہل فراست کی تعریف کی ہے

اس نے مذکور آیات سے استدلال کیا ہے جو کہ علیم وخبیر خدا کی طرف سے نازل کردہ ہیں۔
پھر وہ اس حدیث سے دلیل پکڑتا ہے۔ اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور الله
"مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے"۔
اب دیکھنا یہ ہے کہ اس حدیث کی صحت کے بارے میں کیا اقوال ہیں۔
اللہ تعالیٰ سے توفیق طلب کرتے ہوئے ہم کہتے ہیں:
حضور نبی کریم ﷺ سے اس حدیث وصحابہ کرام کی ایک پوری جماعت نے روایت کیا ہے ان میں سے چند ایک کا ذکر ہم کر رہے ہیں:
(1) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ: ابونعیم نے اپنی کتاب "حلیہ (صفحات 182، 181، 10) کے اندر ان کی حدیث کو روایت کیا ہے۔ اور ترمذی نے جلد نمبر 4 صفحہ نمبر 132 پر ذکر کیا ہے ابن جریر نے اپنی تفسیر کے اندر (جلد 14 صفحہ 31) پر خطیب نے اپنی تاریخ میں (جلد 7 صفحہ 242) پر عقیلی نے ضعفاء (ضعیف حدیثیں) میں شمار کیا ہے ابوالشیخ نے "الامثال" صفحہ نمبر 128 پر لکھا ہے۔
سند مکمل طور پر اس طرح ہے، عن عمرو بن قیس عن عطیہ العوفی عن ابی سعید......به
یعنی عمرو بن قیس سے روایت ہے انہوں نے عطیہ عوفی سے اور انہوں نے صحابی رسول حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے۔
یہ سند ضعیف ہے اس لئے کہ اس کی راویوں میں سے عطیہ عوفی کمزور راوی ہے۔
(2) ابو امامہ الباہلی: ان کی حدیث کو طبرانی اور ابونعیم نے "حلیہ" جلد 6 صفحہ 118 میں ابن عدی اور ابن عبدالبر نے الجامع 196/1 میں ابوصالح عبداللہ بن صالح کی حدیث سے لکھی ہے۔ مکمل سند یوں ہے: حدثنی معاویة بن صالح عن راشد بن سعد عن ابی امامة......یعنی معاویہ بن صالح نے مجھے حدیث سنائی انہوں نے راشد بن سعد سے اور انہوں نے ابی امامہ سے روایت کی ہے۔ اور یہ لا باس (کوئی حرج نہیں) کی سند کے ساتھ مروی ہے۔

84967

اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ اس کے دلائل و شواہد موجود ہیں۔ اسی وجہ سے "مجمع الزوائد" میں علامہ ہیثمی نے اسکو حسن کہا ہے جلد 10 صفحہ 268

اور علامہ سیوطی نے اپنی تصنیف "اللآلی کے صفحہ 330 جلد 2 پر اور شیخ عبدالعزیز بن باز نے سنن ترمذی پر اپنی تعلیقات کے اندر ذکر کیا ہے۔

اور مصنف کہتے ہیں میں نے بھی یہ حدیث عبدالعزیز بن باز سے سنی ہے۔

اور وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ یہ آیت اس پر دلالت کرنے والی ہے۔ یعنی ارشاد باری تعالیٰ:

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ

(3-4) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وارد ہے اور اس میں سلیمان بن ارقم بھی ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں وارد ہے اور اس میں فرات بن سائب ہے اس سند کے لحاظ سے یہ متروک ہے۔

(5) حدیث ثوبان میں یہ الفاظ وارد ہیں: "احذرو دعوة المسلم و فراسته فانه ينظر بنور الله وبتوفيق الله"

اس کو امثال صفحہ 128 کے اندر ان حضرات نے روایت کیا ہے طبرانی، ابونعیم، عسکری، ابن جریر اور ابوالشیخ

اس میں مؤمل بن سعید ہے۔

(6) حدیث ابی درداء کے حوالے سے ان الفاظ سے وارد ہوئی ہے۔

اتقوا فراسة العلماء فانهم ينظرون بنور الله، انه شيء يقذفه الله في قلوبهم و على السنتهم

"تم علماء کی فراست سے بچو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتے ہیں بے شک یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ ان کے دل میں ڈال دیتا ہے اور ان کی زبان پر جاری کر دیتا ہے"۔ (اس کو دیلمی نے روایت کیا ہے)

(7) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے مرفوعاً وارد ہے۔

اِنَّ لله عباداً يعرفون النّاس بالتوسّم "یعنی بے شک اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے

بھی ہیں جو لوگوں کو اپنی فراست سے پہچان لیتے ہیں"۔ اس کو درج ذیل حضرات نے روایت کیا ہے۔

طبرانی، بزاز، ابونعیم اور قضاعی، مجمع الزوائد میں علامہ ہیثمی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔اور سخاوی اوران دونوں کے علاوہ کچھ حضرات نے بھی حسن کہا ہے۔

(8) حضرت عروہ سے مرسل روایت ہے کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان لکل قوم فراسة و انما یعرفها الاشراف

"یعنی بے شک ہر قوم ومذہب والوں کے لئے فراست میں سے حصہ ہے لیکن اس قوم کے اشراف ہی اس کو پہچانتے ہیں"۔

اس سے مراد "مومنین" ہیں اور اس کو اپنے ظاہر پر محمول کرنا بھی جائز ہے اور ترجمہ بھی ظاہر کو سامنے رکھ کر کیا گیا ہے۔

اس حدیث کو حضرت امام حاکم نے اپنی کتاب "المستدرک للحاکم" میں روایت کیا ہے۔

(9) اور سنت سے فراست پر قائم کئے جانے والے دلائل میں سے یہ حدیث بھی ہے:

عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال :۔انه کان فیما خلا قبلکم من الامة ناس محدثون فان یکن فی امتی احد فهو عمر بن الخطاب

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم سے پہلے گزری ہوئی امتوں میں کچھ ایسے لوگ تھے جو محدث تھے چنانچہ میری امت میں اگر کوئی ویسا ہے تو وہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہے"

اور آپ ﷺ کے قول "محدثون" کا معنی ہے:

یہ محدث کی جمع ہے جسکا معنی ہے: المُلهَم یعنی وہ شخص جسے الہام کیا گیا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ وہ جس کے دل میں چیز کو القاء کر دیا جاتا ہو۔

حضور ﷺ نے اس سے مراد ایسی قوم لی ہے جو درست رائے رکھنے والے ہیں یعنی وہ درست نتیجہ تک پہنچ جاتے ہیں جب وہ کوئی چیز گمان کرتے یا خیال میں لاتے ہیں گویا کہ

انہیں کوئی چیز جوں ہی پیش آتی ہے تو وہ اس کے بارے کہہ دیتے ہیں اور ویسے ہی ہو جاتا ہے یا پہلے ہی ویسے ہوتا ہے۔

اور یہ منازل اولیاء میں سے انتہائی بزرگی والا مرتبہ ہے۔

فراست کے قوی ہونے کے اسباب

ایمانی، قلبی فراست کے کئی اسباب ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

1۔ دل کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ کو ماننا۔

2۔ لوگوں کے سامنے اور ان کی آنکھوں سے اوجھل اخلاص کا دامن تھامے رکھنا۔

3۔ ذکر اللہ کی کثرت کرنا۔

4۔ طبیعت کی عمدگی اور ذکاوت کا طاقت والا۔

5۔ سوچوں کا پاک وصاف ہونا اور دل کا تیز ہونا۔

6۔ شہوات نفسانی اور شکوک وشبہات سے دل کا مکمل پاک ہونا۔

7۔ دنیا کے غموں سے آدمی کے دل کا آزاد ہونا۔

8۔ گناہوں اور نافرمانیوں سے دور رہنا۔

9۔ ظاہر و باطن میں اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرنا۔

10۔ اللہ پاک سے خوف و ڈر کی کیفیت اپنے اوپر طاری رکھنا اور اس اکیلے کی اکیلی (نو یکلی) عبادت کرنا۔

11۔ خوبصورت عقل مندی اور فکر ونظر کی تیزی۔

12۔ اس میں صاحب فراست پر دلائل اور نشانیوں کا ظاہر ہونا۔

13۔ حلال کمانا اور حلال ہی کھانا۔

14۔ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے اپنی آنکھوں کو روک لینا۔

15۔ اپنے باطن کو مراقبہ کے ساتھ اور اپنے ظاہر کو سنت کی پیروی کے ساتھ آباد کرنا۔

16۔ بے شک یہ نور اور قلبی الہام ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے ایمان والے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہتا ہے ڈال دیتا ہے۔

17۔نفسانی خواہشات کی مخالفت۔

18۔کیونکہ اللہ کے نزدیک جھوٹا آدمی اندھا اور بخیل ہے اس کی اپنے لئے رویت واضح نہیں ہے غیر کے لئے کیسے ہوگی؟ یعنی اپنے لئے اس کا دیکھنا واضح نہیں ہے دوسرے کے لئے کیسے ہوگا؟۔

19۔تخلیقی فراست کو پہچاننا جس کا ذکر ہو چکا ہے۔مثلاً چہرہ، آنکھ، کان، تندرستی، بیماری اور ان کے علاوہ چیزیں کیونکہ یہ ایمانی فراست پر حجت ودلیل ہے۔

20۔دل کی زندگی اوراس کا نور

میں نہیں چاہتا کہ اس مقدمہ کے اندر تطویل لا طائل (بے فائدہ لمبی کلام) سے کام لوں ورنہ میرے پاس فراست کے بارے میں بڑا مواد موجود ہے لیکن میں اتنا ضرور بتا دیتا ہوں کہ یہ ان کتابوں سے لیا گیا ہے (1) مدارک المعانی (2) معالم المومنین الصادقین۔ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض گزار ہیں کہ وہ ہمیں اپنے ان بندوں سے بنائے جو فکر ونظر رکھنے والے، عبرت کی نگاہ رکھنے والے اور بصیرت و بصارت کے مالک ہیں۔ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ یقیناً انبیاء کرام کی فراست، ان کی ذہانت اور ان کی عقل مندی تمام عقل مندوں سے بالاتر ہے۔ان کے بارے میں کچھ چیزوں کا حصول تجھ پر لازم ہے جو میں بیان کر رہا ہوں۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فراست

حضرت ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے منقول روایات میں سے (چند درج ذیل ہیں)

1۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا: جب حضرت مائی سارہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ماں سے زیادہ شغف رکھتے ہیں تو آپ کو سخت غیرت آئی اور آپ نے قسم اٹھائی کہ وہ حضرت مائی ہاجرہ کا کوئی عضو ضرور توڑ دیں گی یہ بات حضرت مائی ہاجرہ تک بھی پہنچ گئی۔

چنانچہ آپ نے زرہ پہن لی اور اپنے دامن کو زمین پر گھسیٹنے لگیں اور تمام روئے زمین کی

عورتوں میں سے وہ پہلی خاتون ہیں جس نے اپنا پلو زمین پر لٹکایا آپ نے اپنا پلو لٹکانے اور گھسیٹنے والا کام اس لئے کیا کہ تا کہ آپ کے پاؤں کے آثار راستے پر حضرت سارہ کیلئے مٹ جائیں۔ یہ دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: کیا تیری بھلائی اس میں نہیں کہ تو ہاجرہ کو معاف کردے اور تو قضائے الٰہی پر راضی ہو جائے؟ حضرت مائی سارہ نے عرض کیا۔ اب میرے لئے اس سے بچنا کیسے ممکن ہے کہ میں نے تو حلف اٹھالیا ہے۔ آپ نے فرمایا تو ختنہ کر لے اگر تو نے ختنہ کر لیا تو دوسری عورتوں کے لئے سنت بن جائے گی اور تو اپنی قسم سے بری ہو جائے گی۔ آپ نے جواب دیا۔ ٹھیک ہے میں ایسا کرتی ہوں چنانچہ آپ نے ختنہ کیا اور اس دن سے یہ ختنہ عورتوں کے لئے سنت چلا آرہا ہے۔

حضرت اسماعیل الصلوٰۃ وعلیہ السلام کی فراست وعقلمندی

2۔ حضرت سعید بن جبیر نے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب حضرت اسماعیل علیہ السلام جوان ہوئے تو آپ نے قبیلہ بنو جرہم کی ایک عورت سے ساتھ شادی کی۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے تو حضرت اسماعیل گھر میں موجود نہ تھے۔ انہوں نے آپ کی بیوی (اپنی بہو) سے پوچھا تو اس نے جواب یا۔ وہ ہمارے لئے رزق کی تلاش میں نکلے ہیں پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے ان کی معاشی زندگی کے بارے سوال کیا تو وہ کہنے لگی ہم ایسے لوگ ہیں جن کا وقت تنگی وسختی سے گزرتا ہے اور آپ کے سامنے زبان شکایت دراز کی آپ نے ارشاد فرمایا: جب تیرا خاوند واپس آجائے تو پہلے اس کو میرا اسلام کہنا بعد ازاں اس سے عرض کرنا کہ وہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ تبدیل کر لے (دہلیز) پس جب آپ آئے تو آپ کی بیوی نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ نے فرمایا۔ وہ میرے باپ تھے اور مجھے حکم فرما گئے ہیں کہ میں تجھے جدا کردوں۔ لہٰذا اب تیرے لئے حکم یہ ہے کہ تو اپنے میکے جا کر زندگی گزار۔

سلیمان علیہ الصلوٰۃ السلام کی فراست

3۔ حضرت سلیمان کے بارے میں جو نقل کیا گیا ہے اس میں اعرج کی روایت ہے انہوں

نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور آپ نے اللہ کے رسول ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

دو عورتیں گھر سے نکلیں اور ان کے ساتھ دو بچے تھے، چنانچہ دو بچوں میں سے ایک کو بھیڑیا اٹھا لے گیا تو دونوں باقی رہ جانے والے بچے کے بارے آپس میں جھگڑنے لگیں جب کوئی فیصلہ نہ کر پائیں تو اپنا جھگڑا حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس لے آئیں۔ تو آپ نے ان دونوں میں سے بڑی عورت کے لئے اس بچے کا فیصلہ فرما دیا۔ بعدازاں وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس سے گزریں تو آپ نے فرمایا تمہارا معاملہ کیا ہے؟ تو جواباً ان دونوں نے سارا قصہ کہہ سنایا آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: لوگو! مجھے چھری لا کر دو تا کہ میں بچے کو دو حصوں میں کر کے ان دونوں کے درمیان بانٹ دوں یہ سن کر چھوٹی نے کہا۔ کیا آپ واقعی بچے کے دو ٹکڑے کر دیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں، یہ سن کر وہ بولی۔ آپ ایسا بالکل نہ کریں میں بچے میں سے اپنا حصہ بھی اس کے حوالے کرتی ہوں۔ اس کا یہ ایثار دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ یہ بچہ واقعی تیرا ہے کیونکہ اس کے ٹکڑے کرنے کا ارادہ سن کر تکلیف تیرے دل کو ہی ہوئی ہے۔ اور اس بچہ کا فیصلہ اس چھوٹی عورت کے لئے صادر فرما دیا۔

دونوں حضرات نے اس حدیث کو صحیحین میں روایت کیا ہے۔

4۔ وہب بن جریر سے روایت ہے (انہوں نے کہا) میرے باپ نے ہم سے حدیث بیان کی انہوں نے کہا۔ میں نے عبداللہ بن عبید بن عمیر کو کہتے ہوئے سنا کہ حضرت سلیمان نے سرکش جنوں میں سے ایک سرکش کو بلانے کی خاطر قاصد بھیجا چنانچہ اس سرکش کو لایا گیا جب وہ باب سلیمان پر تھا تو اس نے ایک لکڑی پکڑی اس کو ہاتھ کے ساتھ لمبا کیا اور اسے دیوار کے پیچھے پھینک دیا۔ اور حضرت سلیمان کے سامنے آیا۔ آپ نے فرمایا: یہ کیا کرتب ہے؟ تو سرکش نے جو کچھ کیا تھا اس کی خبر دی آپ نے اپنے مصاحبین سے فرمایا: جانتے ہو کس چیز کا اس نے ارادہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہم نہیں جانتے۔ آپ نے فرمایا: یہ کہتا ہے میں جو چاہوں کر سکتا ہوں۔ اگر میرے ساتھ سختی کا سلوک کیا تو اس لکڑی کی مثل زمین کی دوسری طرف ہو جائے گا۔

5۔محمد بن کعب قرظی سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔ اللہ کے نبی سلیمان کی طرف ایک آدمی آیا۔ اور عرض کیا: اے اللہ کے نبی! میرے پڑوسیوں نے میری بطخیں چرالی ہیں یہ سن کر فوراً آپ نے "الصلوٰۃ جامعۃ" (نماز تیار ہے) کی نداء بلند کی۔

لوگ اکٹھے ہو گئے تو آپ نے ان کو خطبہ دینا شروع کیا اور دوران خطبہ ہی فرمایا تم میں سے کوئی ایک اپنے پڑوسی کی بطخیں چراتا ہے پھر مسجد میں داخل ہو جاتا ہے۔ جبکہ بال اس کے سر پر ہیں تو یہ سن کر ایک آدمی نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا حضرت سلیمان علیہ السلام نے دیکھ کر فرمایا: بس اسی کو پکڑ لو کیونکہ یہی تمہارا چور ساتھی ہے۔

لقمان کی عقل مندی اور فراست

6۔مکحول سے روایت ہے کہ حکیم لقمان نوبہ سے تعلق رکھنے والے سیاہ غلام تھے جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکمت و دانائی سے مالا مال فرمایا تھا۔ بنی اسرائیل کا ایک آدمی آپ کا مالک تھا جس نے آپ کو بتیس اور نصف مثقال (گیارہ تولے تین ماشے) سونے کے بدلے خریدا تھا آپ اس کا کام کرتے تھے آپ کا آقا نرد (ایک قسم کا کھیل) کا کھیل بازی باندھ کر کھیلا کرتا تھا۔ وہ ایک نہر کے کنارے پر رہتا تھا۔ جس میں پانی چلنے والا تھا۔ چنانچہ ایک دن نرد اس شرط پر کھیلا کہ جو ساتھی بازی ہار گیا وہ نہر کا سارا پانی پیئے گا یا اس سے فدیہ لیا جائے گا۔

اگر وہ خود بھی اپنے ساتھی سے ہارنے والا ہو تو اس پر بھی یہ شرط پوری کرنا لازمی ہوگی۔ چنانچہ خدا کا کرنا ایسا ہوا حضرت لقمان کا آقا بازی ہار گیا۔ جو اکھیلنے والے نے اس سے کہا: اب پیو جو کچھ نہر میں ہے یا اسکا فدیہ دو۔ اس نے کہا: تو فدیہ مجھ سے مانگ فدیہ کیا ہے۔ اس نے کہا۔ یا تو میں تیری دونوں آنکھیں لے لوں گا یا وہ سب کچھ میرا ہوگا جس کا تو مالک ہے۔ لقمان کے آقا نے کہا: تو مجھے یہ ایک دن مہلت دے دے۔ اس نے کہا: تجھے مہلت ہے۔ راوی کہتا ہے:

اس نے دل کی شکستگی اور غم کے عالم میں شام کی جب حضرت لقمان اس کے پاس اس حال میں آئے کہ آپ کی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا تھا آپ نے اپنے آقا پر سلام کیا اس کے بعد وہ کچھ رکھ دیا جو آپ کے پاس تھا۔ لوٹ کر سیدھے اپنے مالک کی طرف آئے دراں حالیکہ

اس سے قبل آپ کا آقا جب آپ کو دیکھتا تو مذاق کرتا اور آپ سے دانائی کی باتیں سماعت کرتا اس سے خوش ہوتا لیکن اب اس نے کوئی ایسی بات نہ کی جب آپ اس کے پاس بیٹھ گئے تو اپنے مالک سے گویا ہوئے۔ کیا بات ہے کہ میں آپ کو غمگین و پریشان دیکھ رہا ہوں۔

اس نے اس سے اعراض کیا اور کوئی بات نہ کی۔ تھوڑی دیر بعد آپ نے دوبارہ وہی کلام دہرایا پھر اس نے منہ پھیر لیا۔ کچھ دیر گزرنے کے بعد آپ نے تیسری مرتبہ وہی بات کی اس نے تب بھی منہ موڑ لیا تو آپ نے اس سے مخاطب ہو کر کہا مجھے بتاؤ تو سہی شاید تیرے لئے میرے پاس کوئی چھٹکارے کی صورت موجود ہو۔ اس کے بعد اس نے آپ کے سامنے سارا قصہ بیان کر دیا حضرت لقمان نے اپنے مالک سے کہا: غم مت کرو کیونکہ اس کا حل میرے پاس موجود ہے۔ آقا نے خوش ہو کر پوچھا وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: جب وہ تیرے پاس آئے اور کہے پیو جو کچھ نہر میں ہے۔ آپ اس سے کہیں میں وہ پیوں جو نہر کے دونوں کناروں کے درمیان ہے یا ساری نہر کو تو وہ آدمی لازماً آپ سے یہی بات کہے گا کہ دونوں کناروں کے درمیان پیو۔ پس جب وہ تمہیں یہ کہے تو اس سے کہنا۔ پہلے تم نہر کا آس پاس والا سارا پانی روکو یہاں تک کہ میں دونوں کناروں کے درمیان والا پی لوں۔

چونکہ وہ اس چیز پر قادر نہ ہو گا کہ سارا پانی روک لے تو اسطرح تم اپنی اس ضمانت سے نکل جاؤ گے جو تم نے اس کے لئے اٹھائی ہے سو آپ کا آقا سمجھ گیا کہ آپ نے سچ کہا ہے۔ اس کا دل باغ باغ ہو گیا۔ جب صبح ہوئی تو وہ آدمی اس کے پاس آیا اور کہا میری شرط پوری کرو۔ لقمان کے مالک نے اس سے کہا۔ ہاں بتاؤ دونوں کنارے کے درمیان سے پیوں یا ساری نہر پی جاؤں۔ اس نے جواب دیا نہیں بلکہ دونوں کناروں کے وسط سے پیو۔ تو آپ کے مالک نے کہا: آس پاس سے آنے والا نہر کا سارا پانی تم روک لو میں درمیان سے پی لیتا ہوں۔ اس نے کہا میں اس پر کیسے طاقت رکھ سکتا ہوں؟ مالک نے کہا پھر تیری شرط ختم اگر تو ایسا نہیں کر سکتا۔

راوی کہتا ہے پھر حضرت لقمان کے آقا نے آپ کو آزاد کر دیا۔

نبی کریم ﷺ کی فراست اور آپ کے پاس نور نبوت کی قوت وطاقت

لیکن جو کچھ آپ ﷺ کو وحی الہام کے ذریعے حاصل ہوا ہے وہ وسیع وعریض ہے۔ وہ ہماری یہاں مراد نہیں ہے۔

7۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے کہا ہے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ بدر کی طرف چلے تو ہم نے اس مقام پر دو آدمی دیکھے جن میں سے ایک آدمی قریشی تھا۔ دوسرا عقبہ بن ابی معیط کا غلام تھا۔ بہر حال قریشی تو ہم سے بھاگ گیا لیکن عقبہ کے غلام کو ہم نے پکڑ لیا۔ ہم نے اس سے پوچھنا شروع کر دیا قوم کفار کتنی تعداد میں ہے؟ تو اس نے جواب دیا قسم بخدا! وہ بہت زیادہ تعداد میں ہیں اور ان کی طاقت بہت سخت ہے جب اس نے یہ کہا تو مسلمانوں نے اسے مارنا شروع کر دیا یہاں تک کہ اسے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں لے آئے۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا۔ وہ قوم کتنی ہے؟ اس نے جواب دیا۔ قسم بخدا! وہ کثیر تعداد میں ہیں اور ان کی جنگی تیاری بہت زیادہ ہے۔ حضور ﷺ نے پوری کوشش فرمائی کہ وہ آپ کو قوم کی تعداد کے بارے خبر دے دے لیکن اس نے انکار کیا پھر نبی کریم ﷺ نے اس سے سوال کیا اچھا یہ بتاؤ وہ ہر روز کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں؟ اس نے جواب دیا ہر روز دس اونٹ ذبح کرتے ہیں یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا:

قوم کفار کی تعداد ایک ہزار ہے ہر اونٹ ایک سو آدمی کے لئے ہوتا ہے...... (تبعھا)

8۔حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرا پڑوسی مجھے اذیت پہنچاتا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: گھر جاؤ اور اپنا سارا سامان گھر سے نکال کر باہر راستے میں رکھ دو۔ چنانچہ وہ گیا اور اپنا سامان نکالا تو یہ دیکھ کر لوگ جمع ہو گئے اور پوچھا: تجھے کیا تکلیف ہے؟ اس نے جواب دیا میرا پڑوسی مجھے تنگ کرتا ہے۔ میں نے اس کا ذکر حضور ﷺ کی بارگاہ میں کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ جا اور اپنا سامان نکال کر راستے میں رکھ دے یہ سن کر لوگوں نے کہنا شروع کر دیا: ''اے اللہ! اسے اپنی رحمت سے دور کر دے''۔ ''اے اللہ اسے رسوا کر دے'' یہ بات اس کے پڑوسی تک بھی پہنچ گئی وہ اس کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ اپنے گھر واپس آجاؤ قسم بخدا! آئندہ میری

جانب سے تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔

9۔ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا: اے حذیفہ! ہم اللہ کی بارگاہ میں شکوہ کناں ہیں کہ تمہیں اللہ کے رسول ﷺ کی صحبت حاصل ہوئی آپ نے تو اس کے خوب مزے لئے اور آپ ﷺ کا زمانہ پایا لیکن ہمارے نصیب نہ ہوا۔ آپ نے تو ان ﷺ کی خوب زیارات کیں لیکن شومئ قسمت ہم نہ دیکھ سکے۔

حضرت حذیفہ نے جواب دیا: ہم بھی اللہ کی بارگاہ میں شکوہ کرتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ تم نے آپ ﷺ کو دیکھا نہیں پھر بھی ایمان لے آئے ہو۔ قسم بخدا اے میرے بھائی کے بیٹے! تجھے کیا معلوم اگر تو آپ ﷺ کا زمانہ پالیتا تو تیری حالت کیا ہوتی۔ تحقیق تو نے ہمیں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ خندق والی رات دیکھا ہوتا جو کہ ٹھنڈی، اندھیری اور بارش والی رات تھی جبکہ ابوسفیان اپنے لاؤلشکر سمیت کھلے میدان میں اترا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص جائے گا اور قوم کفار کے حالات معلوم کر کے ہمارے پاس لائے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا''۔

ہم میں سے کوئی آدمی کھڑا نہ ہوا (سب کے ذہن میں یہ خیال تھا کہ انعام بڑھے گا) تھوڑی دیر بعد پھر آپ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص جائے اور قوم کفار کے حالات پتا کر کے آئے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے ابراہیم علیہ السلام کا رفیق بنائے گا، قسم بخدا! ہم میں سے کسی کو ہمت نہ ہوئی آپ نے پھر ارشاد فرمایا: ''جو آدمی جا کر کفار کی قوم کے بارے میں معلومات ہم تک لے آئے تو اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اسے میری رفاقت میں جنت عطا فرمائے گا''

قسم بخدا پھر بھی ہم میں سے کوئی نہ اٹھا! تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی اے اللہ کے رسول! حضرت حذیفہ کو بھیج دیں۔ یہ سن کر آپ ؐ نے فرمایا: اے حذیفہ! میں نے عرض کی لبیک یارسول اللہ! بابی انت وامی (اے اللہ کے رسول میں حاضر ہوں) میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں)

آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو جانے کے لئے تیار ہے؟ میں نے عرض کی۔ حضور قسم بخدا! مجھے اس بات کی تو کوئی پرواہ نہیں کہ میں قتل ہو جاؤں گا لیکن مجھے خوف ہے کہ وہ مجھے قیدی بنالیں گے۔ آپ نے فرمایا: تجھے ہرگز قیدی نہیں بنایا جا سکے گا۔ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول: آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں آپ نے فرمایا جاؤ یہاں تک کہ قوم کے دونوں قبیلوں (قریش اور قیس) کے درمیان داخل ہو جاؤ پہلے قریش کے پاس جانا اور ان سے کہنا اے گروہ قریش! لوگ تو بس یہی چاہتے ہیں کہ جب کل کا دن آ جائے تو وہ صدا لگائیں قریش کہاں ہیں؟ لوگوں کے قائدین کہاں ہیں؟ لوگوں کے سردار کہاں ہیں؟ جب تم سامنے آؤ گے تو وہ تمہیں ہی آگے کریں گے۔ تم جنگ میں جھونک دیئے جاؤ گے اور تمہارے قتل ہونے سے آغاز ہوگا۔

پھر قیس کے پاس آنا اور ان سے کہنا: اے گروہ قریش (قیس والو) لوگوں کی خواہش تو بس اس قدر ہے کہ جب کل کا سورج طلوع ہو تو وہ اعلان کریں کہ گھوڑوں کے ماہرین کہاں ہیں؟ شاہسوار کہاں ہیں؟ اور جب یہ اعلان سن کر تم سامنے آؤ تو وہ تمہیں آگے کر دیں اور تم میدان جنگ میں جھونک دیئے جاؤ اور تمہارا قتل عام ہو۔

چنانچہ میں چلا گیا یہاں تک کہ قوم کے دونوں قبیلوں کے درمیان پہنچ گیا میں نے ان کے ساتھ مل کر ان کے آتش دانوں پر آگ تاپنا شروع کر دی اور وہ بات ان تک پہنچانے لگا جس کا حکم میرے نبی ﷺ نے مجھے دیا تھا۔ حتیٰ کہ جب یہ کام مکمل ہو گیا اور سحر طلوع ہوئی تو ابوسفیان کھڑا ہوا، اس نے لات وعزیٰ کی عبادت کی اور شرک کیا اس کے بعد قوم سے کہا۔ ہر آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے ہم نشین کو غور سے دیکھے جبکہ میرے ساتھ انہیں میں سے ایک ایسا آدمی بیٹھا تھا جو آگ تاپ رہا تھا میں نے لپک کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اس خوف کہ کہیں وہ میرا ہاتھ نہ پکڑ لے اور فوراً کہا تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا: فلاں کا بیٹا فلاں ہوں۔ میں نے کہا بہتر ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے اس رات ان پر سخت طوفان بھیجا اور ان کے لئے کوئی عمارت (خیمے وغیرہ) نہ چھوڑی مگر اسے گرا دیا گیا اور کوئی برتن باقی نہ رہا مگر ٹوٹ پھوٹ گیا پھر وہ

کوچ کر گئے۔

10۔سعید ابن مسیّب سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔کیا اللہ کے رسول ﷺ مزاح بھی کیا کرتے تھے؟ آپ نے جواب دیا: ہاں۔ ایک مرتبہ میرے پاس ایک بوڑھی عورت موجود تھی اسی اثناء میں حضور ﷺ داخل ہوئے۔اسی عورت نے عرض کیا اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے جنتی بنا دے۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک جنت میں بوڑھی عورتیں تو داخل نہ ہوسکیں گی،اس کے بعد آپ نے اذان سنی اور نماز ادا کرنے کیلئے مسجد تشریف لے گئے۔نماز ادا کر کے واپس تشریف لائے تو وہ عورت رو رہی تھی۔آپ نے فرمایا: اس اللہ کی بندی کو کیا ہوا ہے کیوں رو رہی ہے؟ لوگوں نے آپ کو بتایا کہ آپ ﷺ نے اس کو حدیث فرمائی ہے کہ جنت میں بوڑھی عورتیں داخل نہ ہوں گی اس لئے روئے جا رہی ہے۔آپ نے ارشاد فرمایا: اس کا مطلب تو یہ ہے۔وہ بڑھاپے کی حالت میں نہ جائیں گی اللہ تعالیٰ انہیں جواں......ہم عمر بنا دے گا پھر جنت میں داخل ہوں گی۔

11۔قرشی روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت حضور ﷺ کے پاس آئی۔آپ نے فرمایا: تیرا خاوند کون ہے؟ اس نے جواب میں اس کا نام بتایا۔آپ نے فرمایا وہی جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے؟ (چونکہ اس انداز میں ایک بیماری کو بیان کیا جاتا ہے تو وہ پریشان ہوگئی) وہ گھر واپس لوٹی اور اپنے خاوند کو تجسس کے ساتھ دیکھنے لگی۔اس کے خاوند نے کہا تجھے کیا ہے کیوں اس طرح دیکھ رہی ہے؟ اس نے جواب دیا۔اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تیرا خاوند فلاں ہے میں نے کہا ہاں تو آپ نے فرمایا وہی جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے؟ اس نے اپنی بیوی کو سمجھایا کہ کیا میری آنکھوں میں سیاہی کی نسبت سفیدی زیادہ نہیں ہے؟

12۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا تا کہ آپ ﷺ اسے اونٹ پر سوار کریں تو آپ نے ارشاد فرمایا: میں تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کرتا ہوں۔اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں اونٹنی کے بچہ کو کیا کروں گا؟ آپ نے فرمایا: ''اونٹ کو بھی تو اونٹنی ہی جنتی ہے''

13۔محمد بن سلمی سے مروی ہے انہوں نے محمد بن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ جب بدر کی طرف تشریف لے چلے تو آپ ﷺ نے اس کے قریب نزول اجلال فرمایا پھر آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک آدمی سواری پر سوار ہوئے ابن اسحاق نے کہا ہے۔میرے سامنے محمد بن یحییٰ بن حبان نے حدیث بیان کی ہے کہ آپ ایک بڑے آدمی کے پاس ٹھہرے اور اس سے قریش کے متعلق سوال کیا محمد ﷺ (اپنے بارے) اور آپ کے صحابہ کرام کے بارے بھی پوچھا اور ان کے بارے جو خبر اس تک پہنچی ہے۔اس بوڑھے آدمی نے جواب دیا: میں اس وقت تک تم دونوں کو کوئی بات نہ بتاؤں گا جب تک تم مجھے نہ بتاؤ کہ تم دونوں کون ہو؟ حضور نے فرمایا: جب تم ہمیں بتاؤ گے تو ہم بھی تمہیں بتا دیں گے اس نے کہا ہاں ٹھیک ہے میں تمہیں بتا تا ہوں لیکن پھر تمہیں بھی اس کے بدلے ضرور بتانا ہوگا۔پھر بوڑھا آدمی بولا کہ اس تک یہ بات پہنچی ہے کہ محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ فلاں فلاں دن اپنے گھر سے نکلے اور اگر مجھے یہ خبر دینے والے نے سچ کہا ہے تو یقیناً آج وہ فلاں جگہ ہوں گے اور اس جگہ کا نام لیا جس پر حضور ﷺ تھے۔اور قریش کے بارے ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ فلاں دن اپنے شہر (مکہ مکرمہ) سے نکلے ہیں۔اور مجھے اطلاع دینے والا سچا ہے تو آج وہ فلاں جگہ پہنچ چکے ہوں گے اور اس جگہ کا نام بتایا جس میں قریش موجود تھے جب وہ اپنی بات سے فارغ ہوا تو اس نے کہا اب بتاؤ تم کون ہو؟ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہم ماء العراق (عراق کے پانی) سے (پیدا ہوئے ہیں) تعلق رکھتے ہیں۔

احمد بن علی نے وضاحت کی ہے کہ نبی ﷺ نے اسے وہم دلایا کہ آپ عراق کے رہنے والے ہیں کیونکہ عراق کو ماء بھی کہا جاتا تھا۔حالانکہ نبی کریم ﷺ نے عراق کا لفظ بول کر ارادہ صرف یہ کیا کہ آپ پانی کے نطفہ سے پیدا کیے گئے ہیں۔

ابوبکر کی عقلمندی اور فراست

14۔ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے اس میں حضرت ثابت سے روایت ہے انہوں نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ کے رسول نے ہجرت

فرمائی۔ حضور ﷺ سواری پر سوار تھے اور حضرت ابوبکر صدیق بھی آپ کے پیچھے سوار تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق بھی اس راستہ کو جانتے تھے کیونکہ آپ تجارت کیلئے شام کی طرف اسی راستے سے آتے جاتے رہتے تھے اس وجہ سے راستہ کے اکثر لوگ آپ کو پہچانتے تھے۔ لہٰذا آپ جس قوم کے پاس سے گزرتے وہ کہتے اے ابوبکر یہ تیرے آگے کون ہے۔ آپ فرماتے: ”هَادٍ يَهْدِيْنِيْ“ یہ میرا رہنما ہے جو مجھے سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

15۔ حضرت حسن سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ کے رسول ﷺ غار سے باہر تشریف لائے تو دونوں حضرات کو ابوبکر صدیق کا جاننے والا جو بھی ملتا تو آپ سے کہتا اے ابوبکر یہ آپ کے ساتھ کون ہے۔ تو آپ جواب دیتے: ”دليل يدلني الطريق“

16۔ حضرت حسن سے ہی روایت ہے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ اور ابوبکر صدیق لوگوں میں تشریف لائے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا کو اختیار کرلے یا اس کو اختیار کرلے جو اللہ کے پاس ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس بندے نے وہ ہی اختیار کیا ہے جو اللہ کے پاس ہے راوی کہتے ہیں کہ یہ سن کر ابوبکر رو پڑے اور ہم آپ کے رونے سے متعجب ہوئے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے تو ایسے بندے کے بارے میں بتایا ہے جسے اختیار دیا گیا ہے اور حضور ﷺ ہی وہ بندے تھے جن کو اختیار دیا گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق اس چیز کو ہم سے زیادہ جاننے والے تھے۔

حضرت عمر بن خطاب کی فراست

عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ جن کی فراست کبھی غلط نہ ہوئی تھی اور آپ امت کے درمیان اپنی اس فراست کے ذریعے فیصلہ فرماتے تھے۔ جس کی وحی کے ساتھ نصرت و تائید فرمائی گئی تھی تحقیق حضور ﷺ نے فرمایا:

ان الله وضع الحق على لسان عمر و قلبه

”بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کے دل اور زبان پر حق و صداقت کو رکھا ہے“۔

یہ حدیث صحیح ہے اس کو حضرت احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور علی نے فرمایا:

امام بیہقی نے اس کو دلائل النبوت، میں امام بغوی نے شرح السنۃ میں لا باس به کی

سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کبھی بھی لوگوں کو کوئی معاملہ پیش آیا اور اس معاملہ میں انہوں نے یہ کہا اس بارے میں حضرت عمر نے یہ فرمایا ہے مگر آپ کے کہنے کے مطابق قرآن نازل ہو گیا۔ اس کو ابن حبان نے روایت کیا ہے۔

17۔ لیث ابن سعد کہتے ہیں: حضرت عمر کی بارگاہ میں ایک (بے ریش) مردہ نوجوان ایک دن لایا گیا جب کہ وہ راستے پر پڑا ہوا مقتول حالت میں پایا گیا تھا۔ اس کے معاملہ میں حضرت عمر نے لوگوں سے پوچھ گچھ کی اور بڑی کوشش سے کام لیا لیکن اس کے قتل کے بارے میں کوئی خبر نہ مل سکی۔ اور یہ بات آپ پر از حد گراں گزری۔ آپ نے اللہ کی بارگاہ میں استغاثہ پیش کیا: اللهم أظفرني بقاتله "اے اللہ! اس کا قاتل تلاش کرنے میں مجھے کامیاب فرما" حتی کہ جب سال کے آخری دن ہوئے ایک نومولود بچہ پایا گیا جسے مقتول والی جگہ پر پھینک دیا گیا تھا۔ اس بچے کو حضرت عمر کے پاس لایا گیا یہ دیکھ کر حضرت عمر نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں مقتول کا قاتل تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

چنانچہ آپ نے وہ بچہ ایک عورت کے حوالے کیا اور اس سے فرمایا کہ تو اس کی پرورش کے سلسلے میں ہر کام سرانجام دے اور اس کا نان ونفقہ ہم سے وصول کرتے رہنا ساتھ ہی اس کو دیکھتے رہنا جو تجھ سے یہ بچہ مانگے پس جب تو کوئی ایسی عورت پالے جو اس کو تجھ سے لے کر بوسہ دے اور اپنے سینہ سے لگالے تو مجھے اس عورت کے مکان کے بارے معلومات فراہم کرنا۔ جب وہ بچہ جوان ہو گیا تو ایک لونڈی آئی اور اس نے عورت سے کہا میری مالکہ نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے تاکہ تو اس بچے کو میرے ساتھ بھیجے کہ وہ اسے دیکھ کر تیری طرف اسے واپس کر دے گی اس عورت نے کہا ہاں ٹھیک ہے تم اس بچے کو اپنی مالکہ کے پاس لے جاؤ اور میں بھی تیرے ساتھ جاتی ہوں۔ وہ لونڈی بچے کو لے چلی اور وہ عورت بھی اس کے ساتھ تھی یہاں تک کہ اس کی مالکہ کے پاس داخل ہو گئی جب مالکہ نے بچے کو دیکھا تو پکڑ کر بوسہ دیا اور اپنے ساتھ چمٹا لیا۔ اچانک اس عورت کی نگاہ جب اس مالکہ پر پڑی تو کیا دیکھتی ہے کہ وہ تو اللہ کے رسول ﷺ کے صحابہ میں سے ایک انصاری بزرگ کی بیٹی ہے وہ

عورت حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ساری بات بتائی۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تلوار کو ہاتھ میں لیا اور اس انصاری عورت کے گھر کی طرف چل پڑے۔ جب وہاں پہنچے تو اس کے باپ کو گھر کے دروازے پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا آپ نے اس آدمی سے فرمایا اے فلاں! تیری فلاں بیٹی کا کیا کردار ہے؟ اس نے جواب دیا: اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ اسے بھلائی عطا فرمائے۔ وہ تمام لوگوں سے زیادہ اپنے باپ کے حق کو پہچاننے والی ہے نیز پابند صوم وصلوٰۃ اور اپنے معاملات دینیہ کو بحسن وخوبی سرانجام دینے والی ہے یہ سن کر حضرت عمر نے ارشاد فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ اس کے پاس جا کر بھلائی کے کاموں میں اس کی دلچسپی کو زیادہ کر دوں اور امور خیر کو سرانجام دینے والے اس کے جذبات کو جوان بنادوں۔ اس کے بعد اس کا باپ گھر میں داخل ہوا اور اس کے ساتھ حضرت عمر بھی تشریف لے گئے۔ لیکن حضرت عمر نے اس کے باپ کو اس کے پاس سے چلے جانے کا حکم دیا پس وہ باہر نکل گیا۔ اور حضرت عمر اور وہ عورت ان کے گھر میں باقی رہ گئے۔ اس کے بعد حضرت عمر نے تلوار کو بے نیام کیا۔ اور فرمایا: مجھے صحیح صحیح بتادو ورنہ تمہاری گردن اڑادوں گا۔ اور آپ جھوٹ نہیں بولا کرتے تھے جو بات زبان پر لاتے اسے کر گزرتے۔

اس انصاریہ نے کہا آہستہ وباوقار رہیے قسم بخدا! میں جو کہوں گی لازماً سچ کہوں گی واقعہ یوں ہے کہ ایک بوڑھی عورت میرے پاس آیا کرتی تھی تو میں نے اسے ماں بنالیا۔ اور میرے معاملات کو ایسے ہی سرانجام دیا کرتی تھی جیسے کسی کی ماں سرانجام دیتی ہے۔ میں اس کے لئے بیٹی کی مثل تھی۔ یہاں تک کہ اس چیز کو کافی عرصہ گزر گیا پھر اس ماں نے مجھے کہا: اے بیٹی مجھے ایک سفر درپیش ہے اور میری سگی بیٹی ایسی جگہ پر ہے جہاں اس کے ضائع ہونے کا خدشہ ہے۔ میری خواہش ہے کہ سفر سے واپس آنے تک میں اسے تیرے پاس چھوڑ جاؤں اس نے اپنا بیٹا مراد لیا جو کہ بے ریش جوان تھا۔ اس کی شکل وصورت بعینہ لڑکیوں والی تھی وہ اسے میرے پاس لے آئی مجھے شائبہ تک نہ ہوا کہ وہ لڑکی ہے یا لڑکا اور وہ مجھے ایسے ہی دیکھتا تھا جیسے کوئی لڑکی دوسری لڑکی کو دیکھتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ برا وقت آیا کہ میں

سوئی ہوئی تھی اس نے مجھے غافل جانا۔ مجھے محسوس تک نہ ہوا یہاں تک کہ وہ مجھ پر غالب آ گیا اور مجھ سے مباشرت کر لی۔

جوں ہی مجھے جاگ آئی تو فوراً میں نے اپنے پہلو میں پڑی تیز دھار تلوار کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اور اسے قتل کر ڈالا پھر میں نے اس کے بارے میں حکم دیا کہ اسے وہاں پھینک دیا جائے جہاں آپ نے اسے دیکھا تھا۔

اس سے میں اس بچے کے ساتھ حاملہ ہوئی پس میں نے اس بچے کو جنم دیا تو اسے اسکے باپ والی جگہ پھینک دیا۔ قسم بخدا یہ ہے ان دونوں (باپ بیٹے) کی خبر جیسے میں نے آپ کو بتا دی ہے یہ ساری کہانی سن کر حضرت عمر نے فرمایا: تو نے سچ کہا پھر اسے نصیحتیں فرمائیں۔ اس کے لئے دعا فرمائی اور کمرے سے باہر نکل کر اس کے باپ سے فرمایا: کتنی ہی اچھی لڑکی ہے اس کے بعد واپس لوٹ آئے۔

18۔ حضرت سالم سے روایت ہے انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے انہوں نے کہا "میں نے کبھی بھی حضرت عمر کو کسی شے کے لئے یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ میں تو اس شے کو ایسے گمان کرتا ہوں مگر وہ آپ کے گمان کے عین مطابق ہی ہوتی تھی"۔ ایک دفعہ حضرت عمر نے فرمایا کیا میرا گمان غلط ہے یا یہ آدمی زمانہ جاہلیت میں اپنے دین پر تھا یا یقیناً یہ ان کا کاہن تھا۔ اس آدمی کو میرے پاس بلاؤ پس اس کو بلا کر لایا گیا تو آپ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا تو وہ بولا میں نے آج تک کسی مسلمان آدمی کو اپنی طرف اس قدر متوجہ ہوتے نہیں دیکھا آپ نے فرمایا: میں تجھے قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تو مجھے اپنی صحیح صحیح خبر بتا دے اس نے جواب دیا: زمانہ جاہلیت کے اندر میں ان کا کاہن تھا آپ نے فرمایا ذرا بتاؤ تو وہ کتنی عجیب و غریب بات تھی جو تیرا جن تیرے پاس لایا تھا؟ اس نے بتایا کہ اسی دوران کہ ایک دن بازار میں وہ میرے پاس آیا میں نے اس کے اندر پریشانی کے آثار دیکھے تو اس نے کہا کیا تو نے اپنے جن کو نہیں دیکھا ہے اور اس کی کمزوریوں کے بعد اس کی حیرانی و مایوسی کو بھی دیکھا ہے؟ اور اس کے جوان اونٹنیوں اور ان کے پالانوں کے ٹاٹوں کے ساتھ لٹک جانے کو بھی ملاحظہ کیا ہوگا حضرت عمر نے فرمایا ٹھیک ہے۔

ایک مرتبہ میں ان کے معبودوں کے پاس سویا ہوا تھا اسی دوران ایک آدمی مینڈھا لایا، اسے ذبح کیا، اس کے بعد ایک چیخنے والے نے ایسی زوردار چیخ ماری کہ اس سے زیادہ سخت آواز والی چیخ میں نے کبھی نہیں سنی تھی وہ کہہ رہا تھا۔ اے جلیح (یہ جن بھوت کا نام ہے معنی ہے گنجا) معاملہ بڑا آسان ہے۔ ایک آدمی فصاحت و بلاغت کا منبع ہے، وہ کہتا ہے: ''لا الٰہ الا اللہ'' قوم اس پر چھپٹ پڑی ہے اپنے دل کے اندر میں نے کہا، میں یہیں رہوں گا یہاں تک مجھے علم ہو جائے کہ اس کے پیچھے کیا ہے۔ کچھ دیر بعد پھر ندا دینے والے نے ندا دی۔ اے جلیح معاملہ بہت آسان ہے۔ آدمی بڑا فصیح ہے وہ کہتا ہے: ''لا الٰہ الا اللہ'' (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے) چنانچہ میں وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا ہم نے زیادہ دیر نہ لگائی کہ کہا گیا یہ نبی ﷺ ہیں۔

اس روایت کو اکیلے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

19۔ یحیٰ بن سعید سے روایت کرتے ہوئے مالک فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب نے ایک آدمی سے کہا: تیرا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا میرا نام جمرہ (انگارہ) ہے آپ نے پوچھا تیرے باپ کا نام کیا ہے؟ اس نے جواباً عرض کیا شہاب (شعلہ) کا بیٹا ہوں۔ آپ نے فرمایا: کس قبیلہ سے تعلق ہے؟ اس نے عرض کی حَرَقَة (جلن) قبیلے سے تعلق ہے آپ نے پوچھا: تیری رہائش گاہ کہاں ہے؟ اس نے کا حَرَّةُ النّار (آگ کی گرمی) کے مقام پر رہتا ہوں۔

آپ نے سوال کیا: وہ کونسا مقام ہے؟ اس نے بتایا: وہ جو ذات لظیٰ (آگ بھڑکنے والی جگہ) میں ہے آپ اس کی ساری باتیں سن کر جوش میں آ گئے فرمایا: جا اپنے گھر والوں کی خبر لے یقیناً وہ جل چکے ہیں۔ سو ایسے ہی ہوا جیسا آپ نے فرمایا۔

عمر کی موافقت میں قرآن کا نزول

20۔ آپ کی اس فراست میں سے چند باتوں کا تذکرہ جس میں آپ ساری امت سے منفرد ہیں۔ ایک یہ کہ آپ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر آپ مقام ابراہیم کو مصلی (نماز پڑھنے کی جگہ) بنا لیتے تو کیا اچھا ہوتا؟ فوراً یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں

فرمایا گیا:

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى" اور (انہیں حکم دیا کہ) بنالو مقام ابراہیم کو جائے نماز"

21۔اور ایک مرتبہ عرض کی: اے اللہ کے رسول! ﷺ اگر آپ اپنی بیویوں کو پردہ کرنے کا حکم ارشاد فرماتے تو بہت بہتر ہوتا، اس پر آیت پردہ نازل ہوئی۔

22۔ایک مرتبہ ایک دوسرے سے غیرت کھانے کے سلسلے میں ازواج مطہرات آپ ﷺ کے ہاں جمع ہوئیں۔تو عمر نے ان سے کہا۔عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ (کچھ بعید نہیں اگر نبی کریم ﷺ تم سب کو طلاق دے دیں تو) آپ کا رب تمہارے عوض آپ کو ایسی بیویاں عطا کرے گا جو تم سے بہتر ہونگی" تو اسی طرح آیت نازل کی گئی۔

23۔یوم بدر والے قیدیوں کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے آپ سے مشورہ کیا تو آپ نے ان کے قتل کا مشورہ دیا۔پس آپ کی رائے موافق قرآن نازل ہوگیا۔

24۔حضرت عمر کے بارے روایت میں ہے کہ آپ رات کے وقت مدینہ کی گلیوں میں گشت کر رہے تھے۔آپ نے ایک کونے میں جلتی ہوئی آگ دیکھی چنانچہ آپ ٹھہر گئے اور فرمایا: اے روشنی والو! اور اس بات کو ناپسند کیا کہ آپ فرمائیں اے آگ والو(اھل النار (دوزخیو))اور یہ آپ کی حد درجہ ذہانت کی دلیل ہے یا ذہانت کی وجہ سے یہ فرمایا۔

25۔اور انہی سے یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے ایک آدمی سے فرمایا:عرس ھل کان؟(کیا اس نے شادی کی)؟اس نے جواب دیا:لا اطال اللہ بقاك (اللہ تجھے زیادہ دیر باقی نہ رکھے اگر لا زائدہ مانیے تو" معنی باقی رکھے" ہوگا) عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نے کیوں نہیں کہا۔لا واطال اللہ بقاك (چشم بددور اللہ تجھے لمبی مدت باقی رکھے)

حضرت عثمان کی فراست

26۔ایک آدمی حضرت عثمان غنی کی خدمت میں حاضر ہوا اور عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک میرے پاس اس حال میں حاضر ہوتا ہے کہ اس کی آنکھوں میں علامات زنا موجود ہوتی ہیں۔وہ فوراً بول اٹھا: کیا اللہ کے رسول ﷺ کے وصال کے بعد

پھر وحی آنا شروع ہو گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں یہ وحی نہیں لیکن یہ تو مومن آدمی کی سچی فراست ہے۔

27۔ اور اسی فراست سے یہ بھی ہے کہ آپ نے جب بھانپ لیا کہ آپ کو قتل کر دیا جائے گا اور اب اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ تو آپ اپنا دفاع کرنے اور جنگ و جدل سے مکمل طور پر رک گئے تا کہ مسلمانوں کے درمیان قتل و قتال کا دروازہ نہ کھل جائے۔ آخر کار آپ کو شہید کر دیا گیا۔

حضرت علی بن ابو طالب کی فراست

28۔ اصبع بن نباتہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی مجلس میں تشریف فرما تھے اسی دوران اچانک آپ نے شور و غوغا اٹھنے کی آواز سماعت فرمائی آپ نے فرمایا یہ کیسی آواز و شور ہے؟ لوگوں نے جواب دیا جناب! ایک آدمی ہے جس نے چوری کی ہے اور اسکے خلاف گواہی دینے والے بھی اس کے ساتھ ہیں آپ نے ان کو پیش کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دو گواہوں نے اس کے خلاف گواہی دی کہ اس نے ایک زرہ چوری کی ہے یہ سن کر چور نے رونا شروع کر دیا اور واسطے دے دیکر حضرت علی کی بارگاہ میں عرض کرنے لگا کہ اس کے معاملے کے بارے میں آپ مزید تحقیق فرمائیں۔

آپ وہاں سے اٹھے اور بازار میں لوگوں کے اکٹھ کی طرف تشریف لے گئے اور گواہوں کو بلایا، ان دونوں کو اللہ کی قسم دیکر خوف دلایا لیکن پھر بھی وہ اپنی شہادت پر ڈٹے رہے جب آپ نے ان کو اپنی گواہی سے رجوع نہ کرنے والا دیکھا تو ایک چھری منگوائی اور فرمایا: تم دونوں میں سے ایک چور کا ہاتھ پکڑ رکھے اور دوسرا اس کو کاٹے چنانچہ وہ دونوں چور کا ہاتھ کاٹنے کے لئے آگے بڑھے تو لوگوں نے شور مچانا شروع کر دیا اور ایک دوسرے سے گھل مل گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے اٹھے تو دونوں گواہ چور کا ہاتھ چھوڑ کر بھاگ نکلے۔

حضرت علی نے پکار کر فرمایا: کون ہے جو ان جھوٹے گواہوں پر میری رہنمائی کرے۔

لیکن کوئی شخص ان کے بارے میں کسی خبر سے واقف نہ تھا چنانچہ آپ نے اس آدمی کو آزاد کر دیا یہ آپ کی خوبصورت فراست کا حصہ ہے جو کہ سب سے بچی ہے۔ کیونکہ حضرت علی نے گواہوں کو اسی چیز کا اختیار و تصرف دیا جس کے ذمہ دار وہ خود تھے اور ان دونوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے اس شخص کا ہاتھ کاٹیں جس کو انہوں نے اپنی زبانوں سے کاٹا ہے۔ اس واقعہ سے استدلال کر کے فقہاء قاضی حضرات نے کہا کہ گواہ ہی رجم (پتھر مارنا) کرنے کی ابتداء کریں جب وہ کسی کے خلاف زنا کاری کی گواہی دے چکے ہوں۔

29۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور دعویٰ دائر کیا کہ میری اجازت کے بغیر میرے خاوند نے میری لونڈی سے مباشرت کی ہے۔ آپ نے اس کے خاوند سے پوچھا تو کیا کہتا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ میں نے تو اس کی اجازت کے ساتھ مباشرت کی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عورت سے مخاطب ہو کر فرمایا: اگر تو سچی ہے تو میں تیرے خاوند کو رجم کروں گا اور اگر تو نے جھوٹ گھڑا ہے تو تجھ پر کوڑوں کی حد جاری کروں گا (جو کہ تہمت لگانے والے کی حد ہے) اتنے میں نماز کھڑی ہو گئی آپ نماز ادا کرنے کے لئے اٹھے۔ عورت کو سوچ و بچار کرنے کا موقعہ مل گیا کافی غور و فکر کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچی کہ اب یا تو اس کے خاوند کو رجم کیا جائے گا یا اسے کوڑے مارے جائیں گے چنانچہ وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے سوال تک نہ کیا۔

30۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت میں ایک عورت کے زنا کا کیس دائر کیا گیا تو آپ نے اس عورت کو بلا کر اس بارے سوال کیا کہ کیا واقعی تجھ سے اس گناہ کا ارتکاب ہوا ہے؟ اس نے عرض کی ہاں اے امیر المومنین یعنی اقرار کر لیا۔

31۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قضایا (فیصلے) میں ایک یہ ہے کہ آپ کی بارگاہ میں ایک ایسے آدمی کو لایا گیا جو ایک ویرانے سے اس حال کے اندر پایا گیا کہ اس کے ہاتھ میں خون آلود چھری موجود تھی۔ اور اس کے سامنے خون میں لت پت ایک مقتول پڑا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا تو اقرار کرتے ہوئے اس نے کہا میں نے اسے قتل کیا ہے۔ آپ نے حکم

جاری فرمایا کہ اسے لے جا کر قتل کر دو۔

جب اسے لے جایا گیا تو ایک آدمی جلدی جلدی آیا اور کہا اے قوم جلدی نہ کرنا اسے دوبارہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے چلو وہ اسے آپ کے پاس لے گئے تو اس جلدی کرنے والے آدمی نے کہا اے امیر المومنین! یہ آدمی اس کا قاتل نہیں بلکہ اس کو تو میں نے قتل کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے معترف سے فرمایا۔ تجھے کس چیز نے اس بات پر تیار کیا کہ تو نے کہہ دیا میں اسکا قاتل ہوں، حالانکہ تو نے اسے قتل نہیں کیا ہے۔ اس نے جواب دیا: اے امیر المومنین! میں انکار نہیں کر سکتا تھا، میرے ہاتھ میں چھری تھی، چھری پر خون کے نشانات تھے اور مجھے اس کھنڈر سے گرفتار کیا گیا میں اس چیز سے ڈرا کہ میری بات مانی نہیں جائے گی اور مجھ پر قسم آئے گی اور اس چیز کا اعتراف کر لیا جو میں نے نہیں کیا تھا۔ بس میں نے اپنا احتساب اللہ کے سپرد کر دیا۔

حضرت علی نے فرمایا تو نے اس بات کا اعتراف کر کے کتنا برا کام کیا لیکن یہ بتا تیری اصل بات کیا ہے؟ اس نے جواب دیا! میں قصاب ہوں۔ عالم تاریکی کے اندر میں اپنی دکان کی طرف نکلا۔ میں نے ایک گائے ذبح کی، اسکا چمڑا اتارا، میں اس کا چمڑا اتار رہا تھا جبکہ چھری میرے ہاتھ میں تھی اسی دوران مجھے چھوٹے پیشاب کی حاجت ہوئی، میں اپنے قریبی بے آباد مکان میں آیا اور اس میں داخل ہو گیا، قضائے حاجت سے فارغ ہوا۔ اور اپنی دکان کا ارادہ کرتے ہوئے واپس لوٹ رہا تھا تو اچانک میری نظر اس خون میں لتھڑے ہوئے مقتول پر پڑی۔ اس کے معاملہ نے مجھ پر اثر کیا میں اس کو دیکھنے کے لئے کھڑا ہو گیا جبکہ چھری میرے ہاتھ میں تھی۔ مجھے احساس تک نہ ہوا کہ آپ کے نمائندے میرے پاس آ کھڑے ہو گئے اور مجھے پکڑ لیا (گرفتار) اور یہ دیکھ کر لوگوں نے کہنا شروع کر دیا۔ اسی آدمی نے اس شخص کو قتل کیا ہے۔ اس آدمی کے علاوہ اس کا کوئی قاتل نہیں ہے اور مجھے یقین ہو گیا کہ آپ میرے قول کی وجہ سے ان کے قول کو رد نہیں کریں گے۔ میں نے اس قصور کا اعتراف کر لیا جو میں نے کیا نہیں تھا۔

اب حضرت علی نے دوسرے اعتراف کرنے والے آدمی سے فرمایا۔ اب تو بتا تیرا قصہ کیسے ہے؟ اس نے بتایا میں شیطان ابلیس کے بہکاوے میں آ گیا اور اس آدمی کے مال کے لالچ میں اسے قتل کر دیا۔ پھر میں نے رات کے پہرے داروں کی آہٹ محسوس کی اور اس کھنڈر سے باہر نکلا تو اس قصاب کو اسی حالت میں آتے ہوئے دیکھا جو اس نے ابھی بیان کی ہے میں ایک دوسرے کھنڈر میں اس سے چھپ گیا۔

اور آپ کے نمائندے (رات کے پہرے دار) اسے پکڑ کر آپ کی خدمت میں لے آئے۔ لیکن جب آپ نے اس کے قتل کا حکم دیا تو میں نے جانا کہ (ایک قتل پہلے کیا ہے) اب اسکا خون بھی مجھی پر لوٹے گا لہٰذا میں نے اعتراف حق کر لیا۔

آپ نے حضرت حسن سے فرمایا۔ اب اس شخص کے بارے میں کیا فیصلہ ہے؟

عرض کی: اے امیر المومنین! اگر اس نے ایک جان کو مارا ہے تو ایک جان کو زندہ بھی کیا ہے۔

جبکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: مَنْ اَحْیَاهَا فَکَاَنَّمَآ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا ''جس نے بچالیا کسی جان کو گویا بچالیا اس نے تمام لوگوں کو'' حضرت علی نے دونوں کو آزاد کر دیا اور مقتول کی دیت (خون بہا) بیت المال سے ادا کر دی۔

فائدہ: یہ اس وجہ سے ہے کہ اگر صلح وارثوں کی رضامندی سے واقع ہو تو کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا اور امیر المومنین کی حیثیت سے آپ کے فیصلے سے پختہ توجیہ کی جا سکتی ہے۔

32۔ ابو البختری سے مروی ہے کہ ایک آدمی حضرت علی کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اور آپ کی تعریف میں مبالغہ کرنے لگا۔ حالانکہ وہ آپ سے بغض رکھتا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا میں ایسا نہیں جیسا تو کہہ رہا ہے لیکن میں اس سے بڑھ کر ہوں جو تیرے دل میں ہے۔

33۔ عبداللہ ابن سلمیٰ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے حضرت علی کو ایک رہائش گاہ میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں اپنے سر کو نہیں دھوؤں گا یہاں تک کہ میں بصرہ میں آؤں اور اسے جلا دوں اور تمام لوگوں کو اپنے ڈنڈے سے ہانک کر مصر روانہ کر دوں۔ میں ابو مسعود بدری کے پاس آیا اور انہیں بتایا کہ حضرت علی معاملات کے موقعہ ومحل کے مطابق ان کی وضاحت

بیان کردیتے ہیں جو اچھے نہ ہوں انہیں ایسے آدمی پر ڈال دیا جاتا ہے جو گنجا ہے تھال کی مانند اس کا سر ہے اور اس کے ارد گرد ترغیبات ہیں یا فرمایا۔ شعیرات

34۔ سماک ابن حرب سے روایت ہے انہوں نے حنبش ابن المعتمر سے روایت کیا ہے کہ دو آدمی ایک قریش عورت کے پاس آئے اور اس کے پاس امانۃً سو دینار رکھے۔ اور کہا کہ یہ دینار ہم میں سے کسی ایک کو بغیر اس کے ساتھی کے نہ دینا یہاں تک کہ ہم دونوں اکٹھے ہو جائیں۔ ایک سال گزرنے کے بعد ان دونوں میں سے ایک عورت کے پاس آیا اور کہا کہ میرا ساتھی فوت ہو گیا ہے لہٰذا دینار میرے حوالے کردے لیکن اس نے انکار کردیا اور کہا کہ تم دونوں نے خود کہا تھا کہ تو ہم میں سے کسی ایک کو اسکے ساتھی کے بغیر یہ دینار نہ دینا اس لئے میں تیرے حوالے نہیں کرسکتی، اس آدمی نے عورت پر، اسکے گھر والوں اور پڑوسیوں کے ذریعے دباؤ ڈالا اور وہ مسلسل اس عورت کو کہتے رہے یہاں تک کہ اس نے دینار اس آدمی کے حوالے کردیئے پھر ایک سال گزرنے کے بعد دوسرا آیا اور کہا دینار میرے حوالے کرو عورت نے جواب دیا کہ بیشک تیرا دوست میرے پاس آیا تھا اور اس کا گماں تھا کہ تو فوت ہو گیا ہے لہٰذا دینار میں نے اس کے حوالے کردیئے وہ دونوں (مرد، عورت) جھگڑا حضرت عمر کے پاس لے آئے آپ نے ارادہ فرمایا کہ عورت کے خلاف فیصلہ کردیں تو یہ دیکھ کر عورت کہنے لگی۔ میں تجھے اللہ کا واسطہ دیتی ہوں کہ آپ ہمارے درمیان فیصلہ نہ کریں ہمیں حضرت علی کی طرف بھیج دیں آپ نے ان دونوں کو حضرت علی کی طرف بھیج دیا اور یہ جانا کہ ان دونوں نے عورت کے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔ حضرت علی نے بات سن کر فرمایا کہ تم دونوں ساتھیوں نے نہیں کہا تھا۔ کہ ہم میں سے کسی ایک کو اس کے ساتھی کے بغیر دینار نہ دینا، اس نے جواب دیا کیوں نہیں ایسے ہی کہا تھا۔ آپ نے فرمایا یقیناً تیرا مال ہمارے پاس محفوظ ہے لیکن جا اور اپنے ساتھی کو لے کر آ یہاں تک کہ دینار ہم تمہارے حوالے کردیں۔

35۔ محمد رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کہ آپ کے پاس ایسا آدمی لایا گیا جس نے حلف اٹھاتے ہوئے کہا تھا کہ اس کی بیوی تین طلاقوں والی ہے اگر وہ رمضان المبارک کے مہینے میں دن کے وقت

اس کے ساتھ مباشرت نہ کرے۔

آپ نے فرمایا تو اس کو سفر پر ساتھ لے جا پھر اس کے ساتھ دن کے وقت جماع کرلے۔ تیری قسم پوری ہو جائے گی اور تجھ پر گناہ بھی نہیں ہوگا۔

36۔حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک سیاہ آدمی آیا اور اس کے ساتھ سیاہ عورت بھی تھی تو اس نے عرض کیا اے امیر المومنین! میں نے سیاہ رنگ کا بیج بویا تھا اور یہ زمین (میری عورت) بھی سیاہ ہے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں لیکن اس نے میرے لئے سرخ بچہ جنا ہے یہ سن کر عورت نے کہا کہ اے امیر المومنین! میں نے اس کے ساتھ کوئی خیانت نہیں کی ہے اور بالیقین یہ بچہ اسی کا ہے تو حضرت عمر کافی دیر سوچتے رہے اور یہ نہ پہچان سکے کہ انہیں کیا جواب دیں آپ نے اس بارے میں حضرت علی بن ابی طالب سے پوچھا تو آپ نے سیاہ مرد سے کہا کہ اگر میں تجھ سے کسی چیز کے بارے میں دریافت کروں تو تو مجھے صحیح صحیح جواب دیگا؟ اس نے کہا قسم بخدا صحیح جواب دونگا آپ نے فرمایا کہ کیا تو نے اپنی عورت سے حیض کی حالت میں جماع کیا؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں ایسا ہی ہوا ہے حضرت علی نے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر فرمایا: بیشک نطفہ جب خون کی ساتھ ملا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے مخلوق بھی سرخ پیدا فرمائی لہٰذا اپنے بچے کا انکار نہ کر کیونکہ غلطی تو نے خود کی ہے۔

حضرت علی کا دھوکہ باز کو رسوا کرنا

جعفر بن محمد کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب کی عدالت میں ایک عورت لائی گئی جس کی ایک انصاری نوجوان کے ساتھ دل لگی تھی اور جوان کو دل کی گہرائیوں سے چاہتی تھی جب اس جوان نے عورت کے ساتھ تعاون نہ کیا تو اس نے نوجوان کے خلاف حیلہ کیا۔ اس طرح کہ اس نے ایک انڈا لیا اس کی زردی کو نکال کر پھینک دیا اور اس کی سفیدی کو لے کر اپنے کپڑوں اور رانوں کے درمیان انڈیل دیا۔ پھر چیختی ہوئی حضرت عمر کی بارگاہ میں آئی اور کہا اس آدمی نے میری جان پر غلبہ حاصل کر کے مجھے میرے اہل وعیال کے درمیان ذلیل و رسوا کر دیا یہ دیکھو اس کے برے فعل کی علامت ہے اور کپڑوں پر لگا انڈا دکھا دیا۔ چنانچہ حضرت عمر نے عورتوں سے پوچھا انہوں نے آپ کو بتایا کہ اس کے بدن اور کپڑوں پر منی

کے ہی نشانات ہیں تو آپ نے اس نوجوان کو سزا دینے کا ارادہ کیا لیکن جوان نے استغاثہ کرنا شروع کر دیا اور کہنے لگا اے امیر المومنین! میرے معاملہ کی تحقیق کرو قسم بخدا! میں نے برائی کا ارتکاب نہیں کیا ہے بلکہ ارادہ ہی نہیں کیا بلکہ اس نے خود مجھے ورغلانا چاہا لیکن میں اس کے دام میں نہیں آیا اور محفوظ رہا۔

حضرت عمر نے فرمایا: اے ابوالحسن! ان دونوں کے معاملہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟

حضرت علی نے کپڑے پر لگی چیز کو غور سے ملاحظہ فرمایا پھر سخت ابلتا ہوا گرم پانی منگوایا اور کپڑے پر انڈیل دیا تو وہ انڈے کی سفیدی منجمد ہو گئی پھر آپ نے اس کو لیا سونگھا اور چکھا تو آپ کو انڈے کا ذائقہ معلوم ہوا۔ عورت کو ڈانٹا، جھڑکا تو اس نے اعتراف کر لیا۔

نامرد ہونے کے دعویٰ میں فیصلہ

میں کہتا ہوں اور اس قسم کا ہی وہ نظریہ ہے جس کو خرقی وغیرہ نے حضرت امام احمد سے روایت کر کے ذکر کیا ہے کہ کوئی عورت جب اپنے خاوند کے عنین (نامرد) ہونے کا دعویٰ کرے اور اس کا خاوند یہ بات ماننے سے انکار کرے اور کہے کہ عورت شیبہ ہے (شوہر دیدہ، پردہ بکارت پھٹا ہوا ہے یا اس کا کنوارپن ختم ہو گیا ہے) کیونکہ اس نے گھر میں اس کی خلوت نشینی اختیار کی ہے۔

تو اس سے کہا جائے کہ کسی چیز پر اپنا پانی نکال اگر عورت دعویٰ کرے کہ وہ منی نہیں ہے تو اس کو آگ پر رکھا جائے۔ اگر پگھل جائے تو منی ہو گی اور عورت کا قول باطل ہو جائے گا اور یہ مذہب عطاء بن ابی رباح کا ہے۔

یہ فیصلہ ظاہری علامات کی بنا پر ہے کیونکہ جب منی کو آگ پر رکھا جائے تو وہ پگھل جاتی ہے اور پتلی ہو جاتی ہے اور اگر انڈے کی سفیدی ہو تو اکٹھی اور خشک ہو جاتی ہے۔ اور اگر مرد یہ کہہ دے کہ میں اپنا پانی نکالنے سے معذور و عاجز ہوں تو عورت کا قول درست ہو گا۔

اسی کے مشابہ ہے وہ بات جو بعض قاضیوں نے ذکر کی ہے کہ دو میاں بیوی نے آپ کی بارگاہ میں مقدمہ دائر کیا اور ان میں سے ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ دوسرا نامرد ہے جماع کے وقت پاخانہ کر دیتا ہے اور دونوں نے ایک دوسرے کے دعویٰ کا انکار کیا آپ نے ارشاد فرمایا

ان میں سے ایک کو انجیر اور دوسرے کو لکڑی کھلاؤ۔ عیب والے کا پتا چل جائے گا۔

38۔ حضرت علی کا الزام لگانے والوں کے درمیان فرق فرمانا

اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ ایک جوان آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں ایک گروہ کی شکایت پیش کی اور کہا کہ بے شک وہ میرے باپ کے ساتھ سفر پر گئے تھے لیکن یہ سب لوٹ آئے اور میرا باپ واپس نہیں آیا۔ چنانچہ میں نے ان سے اپنے باپ کے بارے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ فوت ہو گیا ہے میں نے ان سے اس کے مال کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا: اس نے کوئی چیز باقی نہیں چھوڑی۔ حالانکہ اس کے پاس کثیر مال تھا۔

ہم نے قاضی شریح کے پاس کیس دائر کیا تو انہوں نے ان لوگوں سے قسم لی اور آزاد کر دیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سپاہیوں (پولیس) کو بلوایا ان میں سے ہر ایک آدمی کے ساتھ دو سپاہی مقرر فرما دیئے اور ان سب سپاہیوں کو وصیت فرمائی کہ وہ ان کو ایک دوسرے کے قریب ہونے کا موقع نہ دیں۔ اور نہ دوسرے لوگوں میں سے کسی ایک کو اپنے ساتھ کلام کرنے کیلئے بلائیں۔ اس کے بعد آپ نے اپنے کاتب کو بلایا۔ اور ان میں سے ایک ایک کو بلا کر ان کے بیانات قلم بند کرنے لگے۔ پہلے کو بلا کر فرمایا۔ تم مجھے اس نوجوان کے باپ کے بارے خبر دو۔

وہ کس دن تمہارے ساتھ روانہ ہوا؟ اور تم کس مقام پر ٹھہرے؟ اور تمہارا سفر کیسا تھا؟ اور وہ کس سبب سے فوت ہوا؟ اور اس کے مال کو کیا مصیبت پہنچی کہ وہ ختم ہو گیا؟ اور آپ نے اس آدمی سے اس شخص کے متعلق بھی سوال کیا جس نے اسے غسل دیا جس نے قبر میں اتارا۔ اور کس نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور کہاں اسے دفن کیا گیا اور اس طرح کے کچھ اور سوال کئے اور کاتب ساتھ ساتھ جوابات قلم بند کرتا رہا۔

پھر حضرت علی نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور تمام حاضرین نے بھی تکبیر کا نعرہ لگایا تہمت لگانے والوں کو حقیقت حال کے بارے کچھ علم نہ ہوا سوائے اس کے کہ انہوں نے گمان کیا کہ ان کے ساتھی نے اس کے خلاف کوئی اعتراف جرم کر لیا ہے۔

پہلے کو اپنی مجلس سے غائب کر دینے کے بعد آپ نے دوسرے کو بلایا اس سے بھی اسی طرح کے سوالات کئے جیسے اس کے ساتھی سے کئے تھے پھر اسی طرح اور کو بلایا اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رکھا حتی کہ وہ سب باتیں معلوم کر لیں جو ان تمام کے پاس تھیں اس کے نتیجے کے طور پر آپ نے یہ دیکھا کہ ان میں سے ہر ایک اس کے مخالف خبر دیتا ہے جو خبر اس کے ساتھی نے دی ہے، پھر سب سے پہلے آدمی کو دوبارہ بلانے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا: اے اللہ کے دشمن! تیرے ساتھیوں سے سن کر میں نے تیری دھوکہ بازی اور کذب بیانی کو جان لیا ہے اور تجھے اب سوائے سچائی کے سزا سے کوئی چیز نجات نہیں دلا سکے گی پھر اسے جیل بھیجنے کا حکم دے دیا آپ نے اللہ اکبر کہا اور تمام حاضرین نے بھی اللہ اکبر آپ کے ساتھ مل کر کہا۔

(پہلے زمانہ میں نعرہ لگانے کا طریقہ یہی تھا کہ ایک آواز لگانا شروع کرتا تو دوسرے سب اس کے ساتھ ہی مل کر نعرہ بلند کر دیتے تھے۔ اس سے نعرہ کا ثبوت ملتا ہے البتہ طریقہ کار میں تبدیلی بعد میں آئی)

جب الزام لگانے والی قوم نے یہ صورت حال دیکھی تو انہیں اس بات میں کوئی شک باقی نہ رہا کہ ان کے دوست نے ان کے خلاف اعتراف جرم کر لیا ہے بعد ازاں ان میں سے ایک اور کو بلایا۔ اور اسے خوب دھمکایا تو وہ کہنے لگا: اے مومنوں کے امیر! قسم بخدا! یقیناً میں تو اس کام کو بالکل ناپسند کرنے والا تھا جو انہوں نے کیا پھر آپ نے تمام کو بلایا سب نے مکمل کہانی کا اقرار و اعتراف کر لیا پھر اس کو بھی بلایا جو جیل میں تھا۔ اس سے کہا گیا تیرے دوستوں نے تو اعتراف کر لیا ہے اور اب تجھے سچائی کے علاوہ کوئی چیز بچانے والی نہیں ہے۔ اس نے بھی اپنی ساری قوم کی مثل اقرار کر لیا۔ آپ نے مال کی چٹی ان پر لازم کی اور ان سے مقتول کا قصاص لیا۔

39۔ ابن قیم کہتے ہیں حضرت علی کے فیصلوں میں اس فیصلہ کی مانند کئی فیصلے میں نے دیکھے ہیں جیسے مضروب (جسے مارا جائے) نے دعویٰ کیا کہ وہ گونگا ہے تو آپ نے اسے اپنی زبان باہر نکالنے کا حکم دیا اور سوئی کے ساتھ چبھونے کا حکم دیا تا کہ خون نکل آئے پس اگر زبان

سے سرخ خون نکلا تو وہ صحیح زبان والا ہے اگر سیاہ خون نکلا تو وہ گونگا ہے۔

40۔اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں۔ حضرت علی سے ان مسلمان قیدیوں کے فدیہ کے بارے عرض کی گئی جو مشرکوں نے قبضے میں لے لئے تھے۔

آپ نے ارشاد فرمایا ان میں سے اس قیدی کا فدیہ ادا کرو جس کے زخم سامنے کی طرف ہیں اس کو چھوڑ دو (فدیہ ادا نہ کرو) جس کے زخم پیٹھ پیچھے ہیں کیونکہ وہ بھاگنے والا ہے (بھگوڑا ہے)

41۔وہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے دوسرے کو وصیت کی کہ وہ اس کی طرف سے اس ہزار دینار میں سے صدقہ کر دے جتنا اسے پسند ہے موصٰی (جسے وصیت کی گئی) نے اسکا دسواں حصہ صدقہ کر دیا اور بقایا اپنے پاس رکھ لئے چنانچہ لوگ اس جھگڑے کو حضرت علی کی بارگاہ میں لائے اور کہا: یہ نصف لیتا ہے اور نصف ہمیں عطا کرتا ہے۔

اس آدمی سے آپ نے فرمایا: انہوں نے تیرے ساتھ انصاف کیا ہے۔ اس نے کہا بے شک اس نے مجھے کہا تھا کہ اس ہزار دینار سے جتنا تجھے پسند ہے صدقہ نکال دے۔

آپ نے فرمایا: اس آدمی کی طرف سے نو سو دینار بطور صدقہ نکال دے اور باقی تیرے ہوئے اس نے عرض کی۔ حضور! یہ کیسا فیصلہ ہوا؟ آپ نے جواب دیا۔ اس آدمی نے تجھے یہی حکم دیا کہ اپنی پسند کا صدقہ کر دے اور تو نے نو سو دینار پسند کئے (جو تو نے اپنے پاس رکھ لئے پسند تھے تبھی رکھے ہیں ناں) پس اس نے ان کو صدقہ کر دیا۔

42۔آپ نے ایک مرتبہ ایسے دو آزاد آدمیوں کے سلسلہ میں ان کے ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ فرمایا جن میں سے ایک اپنے دوسرے ساتھی کو غلام بنا کر بیچتا تھا پھر وہ ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف بھاگتے پھرتے تھے۔ کیونکہ وہ دونوں لوگوں کے مالوں اور اپنے نفسوں کے چور ہیں میں کہتا ہوں یہ بہترین فیصلہ ہے اور یہی حق ہے اور وہ دونوں معروف چور سے زیادہ قطع ید (ہاتھ کاٹنا) کے حقدار ہیں کیونکہ لوٹنے والے اور غاصب کو چھوڑ کر چور کا ہاتھ اس لئے کاٹا جاتا ہے کہ اس سے بچنا ممکن نہیں اور اسی وجہ سے کفن چور کا ہاتھ کاٹا جائے اور اسی وجہ سے سنت نبویہ میں آیا ہے کہ عاریت (ادھار) واپس کرنے سے انکار کرنے والے کا ہاتھ کاٹ

دیا جائے۔

43۔اس عورت کے بارے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرمایا تھا جس نے شادی کی جب اس کی شب زفاف (پہلی رات) ہوئی تو اس عورت نے پوشیدہ طور پر حجلہ عروسی (شادی کیلئے مزین مکان) میں اپنے دوست کو داخل کرلیا جب اس کا خاوند آ کر حجلہ عروسی میں داخل ہوا۔عورت کے دوست نے اس پر حملہ کر دیا۔دونوں کے درمیان خوب لڑائی ہوئی۔ اس عورت کے باہمت خاوند نے اس کے دوست کو موت کے گھاٹ اتار دیا اس آدمی کی عورت اس کی طرف کھڑی ہوئی اور اس کو قتل کر ڈالا۔

چنانچہ حضرت علی نے پہلے دوست کا خون بہا عورت پر واجب کیا یہ وصول کرنے کے بعد اس کو خاوند کے بدلے قتل کر دیا۔ بے شک حضرت علی نے دوست کی دیت کا فیصلہ عورت کے خلاف صرف اس لئے کیا کیونکہ اس نے اپنے خاوند کے قتل کے لئے اپنے دوست کو بلایا تھا پس یہی دوست کے قتل کا سبب بننے والی تھی۔اور اپنے ہاتھوں سے بذات خود قتل کرنے والے خاوند کی نسبت یہی عورت ضمانت (خون بہا) ادا کرنے کی زیادہ حقدار تھی کیونکہ مباشر (خود قتل کرنے والا) نے ایسا قتل کیا جس میں اسے حکم واجازت دی گئی تھی۔تا کہ اپنی عزت وحرمت (بیوی) کی حفاظت کر سکے۔

یہ انتہائی عمدہ فیصلہ ہے جس تک اکثر فقیہ لوگ راہ نہیں پا سکتے اور یہی عین صواب (درست) ہے۔

44۔اور آپ نے ایک فیصلہ فرمایا اس شخص کے بارے میں جو اس شخص سے بھاگ رہا تھا جو اسے قتل کرنا چاہتا تھا چنانچہ صورت حال یہ بنی کہ قاتل کیلئے ایک اور آدمی نے بھاگنے والے کو روک لیا۔یہاں تک کہ قاتل نے اسے پالیا اور قتل کر دیا اس حال میں کہ قریب ہی ایک آدمی ان دونوں کی طرف دیکھ رہا تھا مقتول کو چھڑانے پر قادر بھی تھا پس وہ کھڑا اس کی طرف دیکھتا ہی رہا یہاں تک کہ قاتل نے اسے قتل کر دیا۔

پس آپ نے فیصلہ یوں صادر فرمایا کہ قاتل کو قتل کر دیا جائے اور روکنے والے کو قید کر دیا جائے تا آنکہ وہ اپنی موت آپ مر جائے۔اس آدمی کی آنکھ پھوڑ دی جائے جو کھڑا دیکھتا

رہا اور بچایا نہیں۔ علمائے حق میں سے امام احمد بن حنبل وغیرہ نے یہ نظریہ اختیار کیا ہے کہ فتویٰ اور فیصلہ اسی صورت کے مطابق ہوگا مگر دیکھنے والے کی آنکھ پھوڑنے کو استثناء کر کے فرمایا ہے کہ شاید حضرت علی نے امت کی مصلحت کی خاطر تعزیراً یہ حکم صادر فرمایا لہٰذا یہ حد سے خارج ہوگا اور تعزیز شمار ہوگا۔

اسی دلیل کی بناء پر شرع میں اس آدمی کی آنکھ پھوڑنے کا جواز موجود ہے جو کسی آدمی کے مکان کی طرف سوراخ سے یا طاقچہ سے دیکھنے والا ہے جیسا کہ اسی بات کی شاہد عادل ہیں وہ صحیح اور واضح احادیث جن میں تعارض و دفع نہیں ہے۔ کیونکہ وہ آدمی صاحب خانہ کے حق میں قصوروار ہے۔ اور حرام نظر دیکھنے والا ہے۔ اس کے لئے حلال نہیں کہ وہ ایسا اقدام کرے۔

پس نبی کریم ﷺ نے اس کی بابت جائز قرار دیا ہے کہ اسے گرا کر آنکھیں پھوڑ دی جائیں اور یہ امام شافعی و امام احمد بن حنبل کا مذہب ہے۔

کسی شخص کا بغیر اجازت کے کسی کے مکان میں جھانکنا

اور صحیح میں ہے اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں ہے۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے "وہ شخص جو کسی قوم کے مکان میں بغیر ان کی اجازت کے مطلع ہوا اور جھانکا اور انہوں نے اس کی آنکھیں پھوڑ دیں تو نہ اس کی دیت اور نہ ہی قصاص ہے"

صحیحین (مسلم و بخاری) میں زہری کی حدیث سے مذکور ہے انہوں نے حضرت سہل سے روایت کیا ہے "ایک آدمی نے حضور ﷺ کے مکان (حجرہ مبارک) کے اندر جھانکا اس حال میں آپ کے ہاتھ میں چھڑی تھی جس کے ساتھ سر کھجلا رہے تھے تو آپ نے فرمایا اگر مجھے پتا چل جاتا کہ تو دیکھ رہا ہے تو میں تیری آنکھوں میں چھڑی پیوست کر دیتا۔ گھر میں داخل ہونے سے قبل اجازت طلب کرنے کا حکم اسی نظر کی وجہ سے دیا گیا ہے۔ صحیح مسلم میں انہی سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے حجرۂ مبارک کے پردہ سے ایک آدمی نے جھانکا آپ ﷺ کے دست مبارک میں چھڑی تھی۔ آپ نے فرمایا: اگر مجھے علم ہوتا کہ یہ مجھے دیکھ رہا ہے تو اس کے پاس آتا اور لکڑی اس کی آنکھوں میں چبھو دیتا۔ کیا اجازت کا اصول

اسی آنکھ کی وجہ سے نہیں بنایا گیا ہے۔

45۔حضرت علی سے ایک یہودی آدمی نے کہا: ”ابھی تم اپنے نبی ﷺ کو دفن ہی نہ کر پائے تھے کہ انصاریوں نے اعلان کر دیا۔ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر تم میں سے (مہاجرین سے) ہوگا۔

حضرت علی نے اسے جواب دیا تمہارے تو سمندر کے پانی سے ابھی قدم ہی خشک نہ ہوئے تھے کہ تم نے مطالبہ کر دیا: ”ہمارے لئے بھی ایک خدا بناؤ جیسے ان لوگوں کے خدا ہیں“ (اعراف:138)

46۔محمد بن عبیداللہ بن ابی رافع سے مروی ہے انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا انہوں نے کہا۔حضرت عمر بن خطاب کی بارگاہ میں ایک انصاری غلام نے اپنی ماں سے جھگڑا پیش کیا کہ میں اس کا بیٹا ہوں لیکن اس عورت نے اس کا (بیٹے ہونے کا) انکار کر دیا۔آپ نے اس لڑکے سے گواہ طلب کیے لیکن اس کے پاس کوئی گواہ نہ تھا۔

عورت ایک پورا گروہ لے کر آئی جنہوں نے گواہی دی کہ اس عورت نے شادی تک نہیں کی اور غلام خواہ مخواہ اس پر جھوٹ بک رہا ہے اور تہمت لگا رہا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے حد قذف (تہمت کی حد) کے طور پر کوڑے مارنے کا حکم دیا اس کے بعد حضرت علی آپ سے ملے،ان کے معاملہ کے بارے سوال کیا اور صورت حال سے آگاہ کیا تو حضرت علی نے ان سب کو دوبارہ بلایا پھر آپ مسجد نبوی ﷺ میں تشریف فرما ہوئے اور پہلے عورت سے پوچھا،اس نے انکار کیا آپ نے غلام سے فرمایا: تو بھی اس کی ماں ہونے کا انکار کر دے جیسے اس نے تیرے بیٹا ہونے کا انکار کر دیا ہے،اس نے جواب میں کہا: اے اللہ کے رسول کے چچازاد بھائی! میں کیسے انکار کروں میری تو یہ ماں ہے۔آپ نے فرمایا،تو انکار کر دے،میں تیرا باپ،حسن وحسین دونوں تیرے بھائی ہوں گے،اس نے یہ سن کر کہا میں اس کا انکار کرتا ہوں اور اسے اجنبی کہہ دیا۔اس کے بعد حضرت علی نے عورت کے وارثوں سے ارشاد فرمایا کہ اس عورت کے معاملہ میں میرا تصرف جائز ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں آپ کو اختیار ہے نیز ہمارے اندر جو بھی حکم فرمائیں حضرت علی نے فرمایا:

میں حاضرین کو گواہ بنا کر کہتا ہوں تحقیق میں نے اس لڑکے کا نکاح اس عورت سے کر دیا جو اس کی اجنبیہ ہے۔

اے قنبر! دراہم والی تھیلی میرے پاس لاؤ، وہ لے آیا آپ نے چار سو اسی دراہم شمار کیے اور بطور مہر اس عورت کے حوالے کر دیئے، اور غلام سے فرمایا، اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑ کر لے جاؤ اور اب ہمارے پاس اس حال میں واپس آنا کہ تمہارے اوپر شادی کی نشانیاں واضح نظر آ رہی ہوں۔

چنانچہ جب آپ ان سے دور ہونے لگے تو عورت آپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی اے ابوالحسن! اللہ، اللہ یہ تو نری آگ ہے۔ قسم بخدا! یہ غلام میرا بیٹا ہے۔ آپ نے فرمایا: اب کیسے بیٹا بن گیا؟

اس نے جواب دیا اس کا باپ لونڈی کا بیٹا تھا، میرے بھائیوں نے اس کے ساتھ میرا نکاح کر دیا۔ اور میں اس سے اس غلام کے ساتھ حاملہ ہوئی اور وہ آدمی غازی بن کر گھر سے جہاد کرنے کیلئے نکلا اور شہید ہو گیا۔ میں نے پہلے اسکو بنوفلاں قبیلہ میں بھیج دیا تھا۔ انہیں کے اندر اس نے پرورش پائی میں اسے اپنا بیٹا بنانا پسند نہ کرتی تھی۔ یہ سنکر حضرت علی نے فرمایا: میں حسن کا باپ ہوں اور اس غلام کو عورت سے ملا دیا اور اس کا نسب بھی ثابت ہو گیا۔

حضرت علی کا حضرت عمر کے وہم (غلط فہمی) کا ازالہ فرمانا

47۔ اس قسم کے واقعات سے ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی سے پوچھا تو کیسا ہے؟ اس نے جواب دیا میرا تعلق ان لوگوں سے ہے جو فتنہ و فساد کو پسند کرتے ہیں اور حق کو ناپسند کرتے ہیں اور اس چیز پر گواہ بننے کو تیار ہو جاتے ہیں جسے انہوں نے دیکھا تک نہیں۔ آپ نے اسے جیل بھیجنے کا حکم دے دیا۔ حضرت علی کو معلوم ہوا تو آپ نے اسے واپس لوٹانے کا حکم دیا اور فرمایا اس نے سچ کہا ہے حضرت عمر نے فرمایا: تم نے اسے سچا کیوں کہہ دیا؟ آپ نے فرمایا۔ وہ مال و اولاد سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ''یعنی بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں''۔

اور وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور وہ حق ہے اور وہ آدمی اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ جن

کا نام نامی اسم گرامی محمد ﷺ ہے وہ اللہ کے رسول ہیں اور اس نے آپ ﷺ کو دیکھا نہیں ہے۔

حضرت عمر نے اسے آزاد کرنے کا حکم دے دیا اور فرمایا: اللہ ہی سب سے بہتر جاننے والا ہے جہاں وہ اپنے غیبی پیغامات رکھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کی فراست

آپ کا نسب: آپ سعد بن ابی وِقاصُ بن مالک بن اھیب بن عبد مناف ہیں قریش خاندان سے منسوب ہیں بنوزہرہ قبیلہ کے فرد ہیں۔ کنیت ابو اسحاق ہے۔

آپ مشرف باسلام ہوئے جبکہ آپ کی عمر سترہ سال تھی، بدر اور اسکے علاوہ دوسرے غزوات اور معرکوں میں حاضر ہوئے، آپ ان خوش نصیب حضرات میں ایک ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ نے جنت کی خوش خبری دی۔ ان حضرات سے آخر میں وصال فرمایا۔ شاہسواروں میں سے ایک تھے۔ آپ ہی وہ پہلے مرد مجاہد اور بطل جلیل تھے جنہوں نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا، راجح قول کے مطابق پچپن سال کی عمر میں آپ کا وصال پر ملال ہوا۔ آپ سچی فراست کے مالک تھے۔

یہ قصہ آپ کی (فراست پر) دلالت کرتا ہے۔

48۔ بکیر بن سمار سے مروی ہے انہوں نے عمر بن سعد سے روایت کیا ہے کہ ان کا بھائی عمر ایک مرتبہ حضرت سعد کے پاس حاضر ہوا اس حال میں کہ آپ مدینہ شریف سے باہر اپنے ریوڑ میں موجود تھے۔ جب حضرت سعد نے اسے (عمر اپنے بیٹے کو) دیکھا تو فرمایا: اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ هٰذَا الرَّاكِبِ (اس سوار کے شر سے میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں)

چنانچہ جب وہ آپ کے پاس پہنچا تو کہنے لگا! اے ابا جان! کیا آپ اس بات پر خوش ہیں کہ آپ اپنی بکریوں میں دیہاتی بن کر بیٹھے رہیں اور ادھر مدینہ شریف میں لوگ بادشاہی وحکومت کے بارے جھگڑ رہے ہوں؟" حضرت سعد نے عمر کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: خاموش رہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کو پسند فرماتا ہے جو پرہیز گار، غنی اور پوشیدہ رہنے والا ہو" حضرت سعد اپنے بیٹے کے

بارے اپنی فراست کے اندر سچے تھے جب انہوں نے اس کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کی۔ شاید آپ اس کے بارے میں جانتے تھے کہ وہ سیاسی فتنوں سے واقف ہے اور امارت و حکومت میں لالچ رکھنے والا ہے۔

ایسے ہی ہوا کہ پہلے عبیداللہ بن زیاد نے اس کورے اور ہمدان کا عامل (گورنر) مقرر کیا پھر جب حضرت امام حسین بن علی آئے تو اسے آپ کے خلاف اقدام کا حکم دیا۔ اس نے انکار کیا تو ابن زیاد نے اسے معزول کرنے اور اس گھر کے گرانے کی دھمکی دی۔ اور یہی تھا اس لشکر کا کمانڈر جس نے شہید کربلا حضرت امام حسین ابن علی کو شہید کیا پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت امام حسین ابن علی کی وجہ سے انتقام لیا جب مختار ابن ابی عبید کوفہ پر غالب آیا تو اس نے عمر بن سعد اور اسکے بیٹے حفص کو قتل کر دیا۔

49۔ حضرت خزیمہ بن ثابت کی فراست

خزیمہ بن ثابت کے بارے میں زہری سے نقل کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں عمارہ ابن خزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ ان کے چچا نے انہیں حدیث سنائی کہ نبی کریم ﷺ نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا وہ نبی کریم ﷺ کے پیچھے چلا تا کہ آپ اس کے گھوڑے کی قیمت ادا کر دیں نبی ﷺ نے جلدی کی اور وہ اعرابی آہستہ چلنے لگا اور اس اعرابی سے دوسرے لوگ ملنے لگے۔ اور اس کے گھوڑے کی قیمت بڑھانے لگے۔ انہیں اس بات کا علم نہ تھا کہ نبی کریم ﷺ نے گھوڑا اس سے خرید لیا ہے حتی کہ ان لوگوں میں سے ایک نے اعرابی کے لئے اس گھوڑے کی قیمت میں نبی کریم ﷺ کی لگائی ہوئی قیمت پر اضافہ کر دیا۔ لہٰذا اس بدو نے نبی کریم ﷺ کو ندا دی اور کہا۔ اگر آپ یہ گھوڑا خریدنا چاہتے ہیں تو خرید لیں ورنہ میں اسے بیچنے لگا ہوں۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا'' کیا میں نے گھوڑا تجھ سے خرید نہیں لیا ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ لوگ دربار رسالت مآب ﷺ میں آنا شروع ہو گئے اور بدو کے پاس بھی آئے۔ حضور ﷺ بدو کی طرف چلے اور وہ آپ ﷺ کی طرف لوٹا اور اس بدو نے کہنا شروع کر دیا کوئی گواہ لاؤ جو آ کر گواہی دے کہ گھوڑا میں نے آپ کے ہاتھ بیچا ہے۔ مسلمانوں میں

سے جو بھی آتا اعرابی سے یہی کہتا تیرا خانہ خراب ہو جائے نبی کریم ﷺ تو صرف حق اور سچ ہی اپنی زبان مبارک پر لاتے ہیں یہاں تک کہ خزیمہ آئے آپ نے نبی کریم ﷺ کو اپنی بات پر اور اعرابی کو اپنی بات پر اصرار کرتے ہوئے غور سے سنا بدو نے پھر کہنا شروع کر دیا لاؤ کوئی گواہ جو گواہی دے کہ میں نے گھوڑا آپ کے ہاتھ بیچا ہے یہ سن کر خزیمہ جوش میں آ کر کہنے لگے، ارے! میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے اپنا گھوڑا نبی ﷺ کے ہاتھ فروخت کیا ہے۔ وہ بدو مان گیا اور گھوڑا آپ ﷺ کے حوالے کر دیا۔ پھر حضور ﷺ خزیمہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تو کس چیز کی گواہی دیتا ہے۔ آپ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ﷺ میں آپ کی تصدیق کی (یعنی اس بات کی کہ آپ سچے ہیں) گواہی دیتا ہوں حضور ﷺ نے خزیمہ کی گواہی کو دو آدمیوں کی گواہی قرار دیا ایک اور روایت یوں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خزیمہ سے فرمایا: تو کیوں گواہی دیتا ہے جبکہ تو ہمارے ساتھ نہ تھا؟ آپ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ﷺ میں آسمانی خبروں میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں تو میں آپ کی تصدیق آپ کے قول میں کیوں نہ کرتا 36/7-216/5 (رواہ احمد و ابوداؤد) (وھو الصحیح)

حضرت حذیفہ بن یمان کی فراست

50۔ اس سے متعلق حذیفہ بن یمان کی فراست بھی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں جاسوس بنا کر مشرکین کی طرف بھیجا چنانچہ آپ ان کے درمیان بیٹھ گئے ابوسفیان نے کہا! تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ اپنے ہم نشین کو توجہ سے دیکھے یہ سنکر حذیفہ نے جلدی کی اور اپنے ہم مجلس سے کہا: تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا میں فلاں کا بیٹا ہوں یعنی اپنا اور اپنے باپ کا نام بتایا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ کی فراست

51۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی حضرت مغیرہ بن شعبہ کی فراست بھی ہے جب حضرت عمر نے بحرین پر انہیں گورنر مقرر کیا لیکن وہاں کے لوگوں نے انہیں ناپسند کیا تو حضرت عمر نے آپ

کومعزول کردیا۔ان لوگوں کو بعد میں یہ خوف ہوا کہ کہیں ان کو پھر نہ لوٹا دیا جائے یعنی دوبارہ وہاں کا گورنر نہ بنا دیا جائے ان میں سے ایک کسان نے کہا اگر تم وہ کام کرو جو میں تمہیں کہوں تو وہ مغیرہ کو تمہارے اوپر دوبارہ حکمران نہیں بنائیں گے۔انہوں نے جواب دیا ہمیں اپنا حکم دیجئے ہم ضرور مانیں گے۔اس نے کہا تم ایک لاکھ درہم اکٹھا کرو حتی کہ میں اسے حضرت عمر کے پاس لے جاؤں گا اور کہوں گا مغیرہ نے یہ خیانت کی ہے اور مال میرے حوالے کیا ہے پس ان لوگوں نے وہ دراہم اکٹھے کئے اور وہ کسان حضرت عمر کے پاس آیا اور کہا اے امیر المومنین !مغیرہ نے یہ خیانت کی ہے،اور مال میرے حوالے کیا ہے۔حضرت عمر نے مغیرہ کو بلا کر فرمایا یہ کسان کیا کہتا ہے؟ انہوں نے عرض کی اللہ تعالیٰ آپ کی اصلاح فرمائے اس نے جھوٹ بولا ہے وہ تو دو لاکھ درہم تھے آپ نے فرمایا اس پر تجھے کس چیز نے تیار کیا انہوں نے عرض کی کثرت عیال اور زیادتی ضروریات نے مجبور کیا حضرت عمر نے دہقان (کسان) سے فرمایا کیا تو سچ جانتا ہے اسے جو تو کہتا ہے تو اس نے جواب دیا قسم بخدا نہیں میں ضرور بر ضرور آپ کی تصدیق کروں گا،قسم بخدا اس نے کم یا زیادہ کوئی چیز میرے حوالے نہیں کی ہے لیکن ہم نے یہ سارا کام اس لئے کیا کہ ہم اس کو ناپسند کرتے تھے اور اس بات کا خوف ہوا کہ کہیں ان کو ہمارے اوپر دوبارہ گورنر نہ بنا دیں حضرت عمر نے مغیرہ سے فرمایا تجھے اس پر کس چیز نے تیار کیا کہ تو نے خلاف واقعہ بات کہہ دی تو آپ نے جواب دیا اس خبیث نے مجھ پر جھوٹ بولا تو میں نے اسے ذلیل ورسوا کرنے کا ارادہ کرلیا۔

52۔حضرت مغیرہ ابن شعبہ اور ایک عربی جوان نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا جبکہ عربی جوان خوبصورت اور قوت بیان کا مالک تھا اس عورت نے دونوں کی طرف قاصد بھیجا کہ لازمی طور پر میں تم دونوں کو دیکھنا چاہتی ہوں اور دونوں کا کلام سننا چاہتی ہوں اگر تم چاہتے ہو تو آجاؤ چنانچہ وہ دونوں گئے۔اس عورت نے ان دونوں کو ایسے مقام پر بٹھایا جہاں سے وہ انہیں دیکھ سکے حضرت مغیرہ کو محسوس ہوا کہ وہ اس نوجوان کو ترجیح دیگی،پس آپ اس جوان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تجھے حسن و جمال اور قوت بیان عطا فرمائی ہے،کیا اسکے علاوہ بھی تیرے پاس کچھ ہے،اس نے کہا ''ہاں'' اور آپ کے سامنے اپنی

خوبیاں بیان کرنے کے بعد خاموش ہوگیا، حضرت مغیرہ بولے گھر والوں کیساتھ تیرا حساب کتاب کیسا ہوگا؟ اس نے جواب دیا۔ میرے حساب و مال میں سے مجھ پر حقیر چیز بھی گرے تو بے شک میں تو اسے پانے والا ہوتا ہوں جو رائی کے دانہ سے بھی کم ہو حضرت مغیرہ نے اس سے فرمایا لیکن میرا حساب تو اس طرح ہے کہ میں اپنا بہت سارا مال گھر کے کونے میں رکھ دیتا ہوں اور میرے گھر والے اسے جیسے چاہتے ہیں خرچ کرتے رہتے ہیں اور مجھے اس کے ختم ہونیکا علم ہی اسوقت ہوتا ہے جب وہ مجھ سے اور مال رکھنے کا مطالبہ کرتے ہیں یہ سن کر عورت نے کہا قسم بخدا یہ بزرگ جو مجھ سے حساب نہیں لیں گے مجھے محبوب ہیں اس شخص سے جو رائی کے دانہ سے کم چیز کو بھی میرے سامنے گنتا رہے گا، پس اس عورت نے حضرت مغیرہ سے شادی کر لی۔

حضرت عمرو بن عاص کی فراست

53۔ اس باب سے متعلق حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی وہ فراست بھی ہے جب آپ نے غزہ شہر کا محاصرہ کیا تو اس کے مالک نے آپ کی طرف پیغام بھیجا کہ اپنے ساتھیوں میں سے ایک آدمی بھیجیں تاکہ میں اس سے بات چیت کروں آپ نے غور و خوض کرنے کے بعد فرمایا۔ اس آدمی کیلئے میرے سوا کوئی مناسب نہیں ہے لہٰذا آپ خود ہی روانہ ہوئے اور اس کے پاس پہنچ گئے۔ اور اس سے اس انداز میں گفتگو کی کہ جس کی مانند کلام اس نے کبھی نہیں سنی تھی، اس نے آپ سے کہا۔ مجھے بتاؤ کیا تیرے ساتھیوں میں تیرا جیسا کوئی اور بھی ہے یا ان میں سے اکیلا تو اس معیار کا آدمی ہے؟ آپ نے عاجزی سے کام لیتے ہوئے اور اسے مرعوب کرنے کیلئے فرمایا بس نہ پوچھ! بڑی بڑی شخصیات موجود ہیں۔ میں تو ان میں سے کمزور اور ادنیٰ آدمی ہوں انہوں نے تیری طرف مجھے بھیج دیا ہے اور مجھے انہوں نے پیش کیا ہے جس مقصد کیلئے پیش کیا ہے۔

اور انہیں یہ معلوم نہیں کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ اس نے آپ کے لئے انعام اور خلعت فاخرہ کا حکم دیا اور پہرے دار (دربان) کی طرف کہلا بھیجا کہ جب یہ تیرے پاس سے گزرنے لگے تو اس کی گردن اتار دینا اور جو کچھ اس کے پاس ہے اس پر

قبضہ کر لینا۔

چنانچہ آپ غسان کے ایک یہودی کے پاس سے گزرے تو اس نے آپ کو پہچان لیا۔ اور خصوصی اشارہ دیتے ہوئے کہا: اے عمرو! تو بڑے خوبصورت انداز میں داخل ہوا سو اب نکلنا بھی خوبصورت انداز میں آپ اشارہ سمجھ گئے اور وہیں سے واپس لوٹے تو بادشاہ نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا: تجھے کیا بات ہماری طرف لوٹا لائی ہے؟ آپ نے فرمایا: میں نے تمہارے عطیات کی طرف نظر کی ہے اور میں ان کو اس قدر نہیں پاتا کہ یہ میرے ساتھ موجود میرے چچازاد بھائیوں کو بھی کافی ہوں میں نے ارادہ کیا کہ میں جاؤں اور دس آدمی لے کر آؤں جن کو آپ تحائف عطا فرمائیں اور آپ کا احسان دس آدمیوں پر ہو جو کہ ایک آدمی پر ہونے سے بہتر ہے۔ اس نے کہا تو نے سچ بولا انہیں جلدی سے لے کر آؤ اور دربان کی طرف پیغام بھیجا کہ اس کو اب چھوڑ دینا آپ اس انداز میں باہر نکلے کہ پیچھے بھی دیکھتے جاتے تھے یہاں تک کہ جب آپ مامون ہو گئے تو فرمایا میں ایسا کام پھر نہ کروں گا۔

جب کچھ عرصہ بعد بادشاہ نے آپ کو دیکھا تو کہا: کیا تو وہی ہے جو میرے پاس آیا تھا؟ آپ نے جواب دیا ہاں تیرے دھوکہ وغدر کے باوجود زندہ ہوں۔

حضرت امام حسن بن حضرت علی کی فراست

54۔ حضرت امام حسن بن علی کی فراست بھی اس سلسلہ کا ایک باب ہے کہ جب آپ کے سامنے ابن ملجم (قاتل علی) کو لایا گیا تو اس نے آپ سے کہا: میں آپ سے سرگوشی کرنا چاہتا ہوں، امام حسن رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا اور فرمایا تو میرا کان کاٹنا چاہتا ہے یہ سن کر ابن ملجم نے کہا: قسم بخدا!! اگر یہ میرے لئے ممکن ہوتا تو میں اس (تیرے کان) کو جڑ سے اکھیڑ لیتا۔

ابوالوفاء بن عقیل کہتے ہیں کہ اس سید کی خوبصورت رائے اور حوصلہ وصبر دیکھو جس پر ابھی نئی نئی مصیبت نازل ہوئی (حضرت علی کی شہادت) جس نے مخلوق کو مدہوش کر دیا اور آپ کی انتہا درجہ کی فطانت کو ملاحظہ کرو اور اس لعنتی کی طرف نگاہ دوڑاؤ کہ اس کی حالت نے مزید قصور کرنے سے کیسے باز نہیں رکھا ہے؟

امام عالی مقام حضرت حسین بن حضرت علی کی فراست

55۔ان کے بھائی حضرت امام حسین کی فراست کا واقعہ یوں ہے کہ ایک آدمی نے آپ کے خلاف مال کا دعویٰ کر دیا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسے چاہیے کہ اپنے دعویٰ پر قسم اٹھا دے اور مال لے لے۔وہ آدمی قسم اٹھانے پر تیار ہو گیا۔قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اسکا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے۔اور اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔یہ سن کر حضرت امام حسین نے فرمایا: اس طرح قسم اٹھاتے ہوئے زبان سے بول۔واللہ (قسم بخدا) واللہ، واللہ بے شک یہ مال جسکا تو دعویٰ کرتا ہے میرے پاس اور میرے کھاتے میں ہے تو آدمی نے مجبوراً ایسا کیا۔

بعد ازاں کھڑا ہوا تو اس کی ٹانگیں ناموافق ہوئیں اور وہ مردہ ہو کر گر پڑا۔

پھر حضرت امام حسین سے عرض کی گئی کہ آپ نے ایسا کیوں کیا (قسم اس انداز میں کیوں لی)؟ یعنی آپ نے اس کے قول "واللہ الذی لا الہ الا ھو" چھوڑ کر یہ قول کرنے کو کہا۔واللہ واللہ واللہ الخ......آپؓ نے جواب دیا: میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ وہ اللہ کی ثناء بیان کرے اور اللہ اس سے حلم، بردباری اور برداشت والا سلوک کرے (اور وہ بچ جائے بلکہ میں نے چاہا کہ وہ سیدھی سیدھی قسم اٹھائے اور غیب سے صبر اور قسم کی تلوار چلے اور اسکا خاتمہ کر دے (جیسے اس کا خاتمہ ہوا)

حضرت عباس بن عبدالمطلب کی فراست

56۔فراست عباس بھی اسی تسبیح کا دانہ ہے جس کو مجاہد نے ذکر کرتے ہوئے کہا ہے اور اس کی ذکر کردہ چیزوں میں موجود ہے،اسی دوران کہ اللہ کے رسول ﷺ اپنے صحابہ کے اندر (ستاروں میں چاند کی مانند) تشریف فرما تھے۔جب آپ ﷺ کو ایک بدبودار ہوا کا احساس ہوا۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا چاہیے کہ اس ہوا کی تکلیف والا آدمی اٹھ کھڑا ہو اور جا کر تازہ وضو کر لے۔اس آدمی نے اٹھنے میں شرم محسوس کی پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہوا والے آدمی کو اٹھ کر تازہ وضو کر لینا چاہیے کیونکہ خدا تعالیٰ حق ارشاد فرمانے سے

نہیں شرماتا۔ یہ صورت حال دیکھ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ گویا ہوئے "حضور! ہم سب کھڑے نہ ہوجائیں اور وضو کرلیں"۔

اس طرح فریانی نے امام اوزاعی سے اس حدیث کو مرسل روایت کیا ہے۔ اور ان کو یہ حدیث محمد بن مصعب سے پہنچی ہے پس وہ فرماتے ہیں۔ عن مجاهد عن ابن عباس رضی اللہ عنهم یعنی انہوں نے مجاہد سے اور مجاہد نے عبداللہ بن عباس سے روایت کیا ہے۔

57۔ امام شعبی کہتے ہیں۔ حضرت عمر اور جریر بن عبداللہ البجلی ایک مکان میں باہم اکٹھے بیٹھے تھے۔ چنانچہ حضرت عمر نے بدبودار ہوا محسوس فرمائی تو آپ نے فرمایا: اس ہوا والے کو میں قسم دیکر کہتا ہوں کہ وہ اٹھے اور تازہ وضو کرلے۔

یہ سن کر جریر نے عرض کی: اے امیر المومنین! کیا ساری قوم اکٹھے مل کر وضو نہ کرلے؟

حضرت عمر نے ان سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا: تم زمانہ جاہلیت میں کتنے اچھے سردار تھے اب اسلام میں بھی تم کتنے اچھے سردار ہو۔

58۔ ابی زرین سے روایت ہے انہوں نے کہا۔ کسی آدمی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا۔ کیا آپ بڑے ہیں یا نبی کریم ﷺ تو آپ نے فراست والا جواب دیا: وہ مجھ سے بڑے ہیں صرف میں ان سے پہلے پیدا ہوا۔

عبداللہ بن عمر کی فراست

59۔ شبابہ بن سوار سے روایت ہے انہوں نے کہا! ہمیں یحیٰی بن اسماعیل بن سالم اسدی نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے شعبی کو ابن عمر سے روایت کرکے حدیث بیان کرتے ہوئے سنا کہ آپ مکہ میں تھے آپ کو خبر پہنچی کہ حضرت امام حسین بن علی عراق (کوفہ) کی طرف روانہ ہو گئے ہیں تو آپ تین رات کی مسافت پر انہیں جا ملے اور کہا: کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا: عراق جارہا ہوں جبکہ آپ کے پاس خطوط ورسائل موجود تھے۔

حضرت امام عالی مقام نے وہ سامنے کرتے ہوئے فرمایا: یہ انکے خطوط اور بیعت کرنے کے دعوت نامے اور وعدے ہیں۔ ابن عمر نے عرض کی! اے میری جان! ان کے پاس

تشریف نہ لے جائیں۔امام عالی مقام نے آپ کی ہدایت ماننے سے انکار کیا تو آپ کہنے لگے۔ میں آپ کو ایک حدیث سنانے والا ہوں۔کہ جبرائیل علیہ السلام نبی ﷺ کی بارگاہ میں تشریف لائے اور آپ کو دنیا و آخرت کے درمیان اختیار دیا تو آپ ﷺ نے آخرت کا انتخاب فرمایا۔اور دنیا کا ارادہ نہ کیا اور آپ بھی جگر گوشہ رسول ﷺ ہیں قسم بخدا! تم میں سے کوئی ایک کبھی بھی آخرت (موت) سے نہیں ملے گا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ تم سب سے آخرت (موت) کو دور کرے گا مگر اسی چیز کے باعث جو تمہارے لئے بہترین ہے۔

حضرت امام عالی مقام نے واپس لوٹنے سے صاف انکار کر دیا تو عمر بن خطاب خلیفہ ثانی کے لخت جگر عبداللہ نواسہ رسول جگر پارہ بتول کے گلے سے لپٹ کے رونے لگے اور عرض کی: اے عظمتوں والے شہید! فی امان اللہ (اللہ کی امان میں)

حضرت عبداللہ بن عباس کی فراست

60۔عقبہ بن سمعان سے مروی ہے کہ امام حسین بن علی بن ابی طالب نے جب کوفہ کی طرف جانے کا عزم مصمم کر لیا تو حضرت ابن عباسؓ آپ کے پاس آئے۔اور فرمایا: اے چچا زاد بھائی! لوگ بار بار ایک ہی بات کہہ رہے ہیں کہ آپ عراق جانے والے ہیں۔اب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں مجھے اپنا ارادہ بتایئے کہ آپ کیا کرنے والے ہیں؟ آپ نے واضح انداز میں جواب دیا کہ میں نے ان دو دنوں میں سے کسی ایک دن میں روانہ ہونے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے۔ان شاء اللہ تعالیٰ (اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا)۔

آپ سے حضرت ابن عباس نے فرمایا: مجھے بتایئے جب انہوں نے آپ کو دعوت دی ہے اس کے بعد کہ انہوں نے اپنے امیر کو قتل کر دیا ہے، اپنے دشمن کو جلا وطن کر دیا ہے اور اپنے علاقے پر قبضہ جما لیا ہے تو ان کی دعوت پر تشریف لے جایئے لیکن اگر انکا حاکم زندہ ہے۔ان پر حکومت کرنے والا ہے، غالب و جابر ہے اور اس کے گورنر اپنے علاقوں اور شہروں سے ٹیکس وصول کرتے ہیں تو انہوں نے آپ کو صرف آزمائش میں ڈالنے اور جنگ و جدال کے لئے بلایا ہے میں آپ پر اس بات سے قطعاً مطمئن نہیں ہوں کہ بلانے والے آپ کی عظمت کے مقابلے میں دوسرے لوگوں کو ہلکا اور ذلیل جانیں گے اور ان کے دل

آپ کی طرف سے پھیر دیں گے چنانچہ وہ شخص جس نے آپ کو بلایا ہے وہی تمام لوگوں سے زیادہ آپ پر سخت ہوگا۔

ساری باتیں سماعت فرمانے کے بعد حضرت امام حسین بولے: میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ (مشورہ طلب کرنا) کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں جو کچھ ہونا ہے کے بارے غور کرتا ہوں یا جو ہوگا دیکھا جائے گا حضرت ابن عباس آپ کے پاس سے اٹھ کر تشریف لے گئے۔

بعد ازاں ابن زبیر تشریف لائے اور آپ سے عرض کیا: مجھے علم نہیں کہ اس قوم کے لئے ہم نے کیا چھوڑا ہے حالانکہ ہم مہاجرین کی اولاد ہیں اور ان کے معاملات کے والی ہیں۔ آپ مجھے بتائیں آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ حضرت امام حسین بولے: میرے دل میں کوفہ آنے کا خیال پیدا ہوا، میری طرف میرے وہاں کے گروہ اور اشراف کوفہ (سرداران کوفہ) ان کے پاس حاضر ہونے کے بارے خطوط تحریر کئے ہیں۔ میں اللہ سے استخارہ (مشورہ طلب کرنا) کروں گا۔

(ایک روایت میں ہے مجھے چالیس ہزار بیعت نامے موصول ہوئے ہیں انہوں نے طلاق وعتاق کی قسم کھا کر کہا کہ وہ سب کے سب میرے ساتھ ہیں) حضرت ابن زبیر نے فرمایا: اگر کوفہ میں آپ کے شیعہ (شیدائی) جیسے لوگ موجود ہیں تو وہاں جانے سے اعراض نہ فرمائیں۔

پس جب رات یا صبح (راوی کو وقت کے تعین میں شک ہے) ہوئی ابن عباس پھر امام حسین کے پاس آئے اور کہا۔ اے چچا کے بیٹے: کیا آپ مجھے صبر دلا سکتے ہیں میں تو اپنے آپ کو صبر نہیں دلا سکتا۔ ہلاکت والی اس راہ میں مجھے آپ کے بارے میں خوف کھائے جا رہا ہے۔ کیونکہ عراق والے دھوکے باز قوم ہیں کبھی بھی ان کے دھوکے میں نہ آئیں۔ آپ اسی معزز ومحترم شہر میں مقیم رہیں یہاں تک کہ عراق والے اپنے دشمن کو جلاوطن کر دیں۔ پھر ان کے پاس تشریف لے جائیے ورنہ (صرف جہاد کرنا ہی مقصود ہے اور فتنہ سے محفوظ رہنا تو) یمن کی جانب سفر اختیار کیجئے۔ بے شک وہاں قلعے اور گھاٹیاں ہیں اور آپ کے محترم باپ کے شیعہ (جماعت) بھی موجود ہیں، بس لوگوں سے گوشہ تنہائی اختیار فرمائیے، ان کی

طرف جوابی خط تحریر کیجئے اور ان میں اپنی بیعت کی دعوت دینے والے آدمی پھیلا دیجئے کیونکہ مجھے قوی امید ہے جب آپ نے یہ کام کیا تو وہی ہوگا جو آپ کو پسند ہے۔

حضرت امام حسین نے فرمایا: اے میرے چچیرے بھائی! قسم بخدا! مجھے پورا یقین ہے کہ آپ مجھے بھلائی کی نصیحت کرنے والے اور شفقت و مہربانی کا سلوک کرنے والے ہیں لیکن میں تو مضبوطی کے ساتھ جانے کے ارادہ پر جما ہوا ہوں۔ حضرت ابن عباس نے آپ سے فرمایا:

اگر آپ کا جانے کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں تو اپنی بیوی اور بچوں کو ساتھ نہ لیجائیے۔ قسم بخدا! مجھے خوف ہے کہ آپ کو اسی انداز میں شہید کر دیا جائے گا۔ جیسے حضرت عثمان غنی کو اس حال میں شہید کر دیا گیا کہ ان کے بیوی بچے انہیں دیکھ رہے تھے پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ ابن زبیر کو حجاز مقدس میں اکیلا رہنے کا موقع فراہم کر کے اس کی آنکھیں ٹھنڈی کرو گے۔ قسم اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اگر مجھے یقینی طور پر معلوم ہوتا کہ جب میں نے آپ کی پیشانی اور سر کے بالوں کو پکڑ لیا یہاں تک کہ یہ دیکھ کر مجھ پر اور آپ پر لوگ جمع ہو جائیں تو آپ میری بات مان جائیں گے اور ٹھہر جائیں گے تو میں یہ بھی کر گزرتا۔

راوی کہتا ہے پھر وہ آپ کے پاس سے تشریف لے گئے اور ابن زبیر سے ملاقات کر کے فرمایا:

اے ابن زبیر! کیا تیری چشم ٹھنڈی ہوئی؟ پھر بولے:

اے قنبر (پرندہ) تجھ پر افسوس آباد زمین کی بجائے فضا تیرے لئے خالی ہو چکی ہے انڈے دے بیٹیاں بجا جہاں چاہتی ہے انڈے دینے کے لئے جگہ گرم کر۔ آج تیرا شکاری قتل ہو چکا تجھے بشارت ہو۔

پھر حضرت ابن عباس نے فرمایا: یہ حسین ہیں جو خود عراق کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں اور تجھے حجاز مقدس میں اکیلا رہنے کا موقع فراہم کر رہے ہیں۔

اور قسم بخدا! سچ فرمایا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اور درست واقعہ کے مطابق بات کی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کرب و بلاء کی سرزمین پر خود بھی شہید ہوئے اور آپ کے ساتھ آپ کی اولاد سوائے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے سب شہید ہو گئے۔

ولا حولَ ولا قوّۃ الا باللہ العلیّ العظیم۔

حضرت عبداللہ بن زبیر کی فراست

61۔ حسینؒ بن محمد بن عبدالوہاب نحوی سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں ابو جعفر بن مسلمہ نے بات بتائی وہ کہتے ہیں: ہمیں ابو طاہر مخلص نے خبر دی وہ کہتے ہیں: ہمیں احمد بن سلیمان بن داؤد طوسی نے بات بتائی وہ کہتے ہیں: ہمیں زبیر بن بکار نے خبر دی۔ وہ کہتے ہیں: مجھے محمد بن ضحاک نے بیان کیا ہے کہ عبدالملک بن مروان نے جالوت کے سردار سے کہا یا اس کے بیٹے سے کہا: بچوں میں عقلمندی پہچاننے کا کوئی طریقہ آپ کے پاس ہے؟ اس نے جواب دیا: انکے بارے میں ہمارے پاس کوئی طریقہ نہیں کیونکہ ان میں نت نئی صلاحیتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں اور وہ مسلسل پروان چڑھ رہے ہوتے ہیں سوائے اس کے کہ ہم ان کو ایک لمبا عرصہ غور کی نظر دیکھتے رہتے ہیں چنانچہ اگر ہم کھیل کود کے میدان میں ان میں سے جس کو یہ کہتا ہوا سنیں: "میرے ساتھ کون ہوگا" تو ہم سمجھیں گے کہ وہ باہمت، بہادر اور بات کا سچا ہے اور اگر اس کو یہ کہتا ہوا سنیں: "میں کس کے ساتھ ہوں گا" تو ہم اس چیز کو اس سے ناپسند کریں گے پس وہ پہلی بات جو ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے معلوم کی گئی وہ یہ تھی کہ ایک دن آپ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے درانحالیکہ آپ بچے تھے تو ایک آدمی گزرا اور اس نے بچوں کے سامنے زور سے چیخ ماری سب لڑکے بھاگنے لگے لیکن آپ بڑے وقار سے پیچھے کی طرف لوٹتے ہوئے چلے اور پکارا: اے بچو! تم سب مجھے اپنا قائد بنالو اور اس پر ہم اکٹھے ہو کر حملہ کر دیں۔

ایک مرتبہ آپ کے پاس سے عمر بن خطاب گزرے آپ ابھی بچے ہی تھے دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل کود میں مشغول تھے سارے بھاگ گئے لیکن آپ کھڑے رہے۔ حضرت عمر نے آپ سے فرمایا: تجھے کیا ہے تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ کیوں نہیں بھاگا؟ آپ بولے: اے امیرالمومنین! پہلی بات یہ کہ میں مجرم نہ تھا کہ خوف کھاتا اور نہ راستہ تنگ

تھا کہ آپ لئے میں اسکو کھلا کر دیتا۔

خلیفہ عبدالملک کی فراست

62۔عبدالملک کے بارے میں ہے۔ مجھے میرے بھتیجے اصمعی نے خبر دی ہے۔ انہوں نے اپنے چچا سے سنا ہے۔ اور کہا ہے کہ ایک مرتبہ عبدالملک بن مروان نے کسی کام کے سلسلہ میں عامر شعبی کو روم کے بادشاہ کے پاس بھیجا۔ شعبی نے بڑی بامعنی اور پر مغز گفتگو کی۔ اسی بادشاہ نے شعبی سے پوچھا: کیا آپ اپنے بادشاہ کے گھر کے آدمی ہیں؟ شعبی نے جواب دیا: ''نہیں'' جب شعبی نے عبدالملک کے پاس واپس آنے کا ارادہ کیا تو اس نے ایک لطیف عبارت والا رقعہ دیا اور کہا جب تو اپنے بادشاہ کے پاس جائے تو اس کو وہ تمام معلومات بہم پہنچا دینا جن کی ہمارے علاقہ کی پہچان کے سلسلہ میں اسے ضرورت ہے۔ اس کے بعد اسے یہ رقعہ دے دینا۔ جب شعبی واپس عبدالملک کے پاس آیا تو جن چیزوں کے ذکر کی ضرورت تھی اس نے بیان کر دیں اور اس کے پاس سے اٹھ گیا۔

جب وہ باہر نکلا تو اسے رقعہ یاد آیا وہ واپس لوٹا اور کہا: اے امیر المومنین! اس نے آپکی طرف مجھے ایک رقعہ بھی دیا تھا جسے میں بھول گیا تھا یہاں تک کہ میں باہر چلا گیا۔ سب کچھ مجھے دے کر اس نے آخر میں یہ رقعہ مجھے دیا۔ پس شعبی نے عبدالملک کو رقعہ دیا اور اٹھ کھڑا ہوا عبدالملک نے وہ رقعہ پڑھا۔ راوی کہتا ہے: شعبی کو واپس اپنے دربار میں بلایا اور کہا: کیا تجھے معلوم تھا کہ رقعہ میں کیا لکھا ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں بادشاہ نے اس رقعہ میں کیا لکھا ہے۔ عربوں سے متعجب ہوں اس جیسے بہت سے لوگوں پر کیسے حکومت کر رہے ہیں۔

بادشاہ نے کہا: اس رقعہ میں لکھا ہے: کیا تو جانتا ہے اس نے کیوں اس طرح کا واقعہ میری طرف لکھا۔ شعبی نے جواب دیا: نہیں عبدالملک نے کہا اس نے تیرے اوپر مجھ سے حسد کیا ہے اور خواہش کی ہے کہ مجھے تیرے قتل پر ابھارے شعبی نے کہا: اگر وہ آپ کو دیکھ لیتا اے امیر المومنین! تو مجھے اس قدر اہمیت نہ دیتا جب یہ بات روم کے بادشاہ کو پہنچی تو اس نے عبدالملک کے بارے میں بڑی سوچ و بچار کی اور کہا:

للّٰہ ابوہ واللّٰہ ما اردت الا ذاك (اللہ کے لئے ہے اسکا باپ، قسم بخدا! میں نے یہی

ارادہ کیا تھا)

سفاح کی عقلمندی اور فراست

63۔ سفاح کے بارے منقول ہے حضرت سعید باہلی سے انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: مجھے اس شخص نے بیان کیا جو بذات خود سفاح کی محفل میں موجود تھا جبکہ وہ بنی ہاشم، شیعان علی اور سر برآوردہ لوگوں کی ذات وصفات سے بہت زیادہ حسد کرنے والا تھا۔

عبداللہ بن حسین بن حسن ہاتھ میں قرآن لئے اس کی محفل میں داخل ہوئے اور کہا! اے امیر المومنین! ہمیں ہمارا وہ حق عطا کرو جو اس کتاب میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے بنایا ہے۔ لوگ پریشان ہوئے کہ سفاح آپ کے ساتھ کیا رویہ اختیار کرتا ہے اور بنی ہاشم کے بزرگ کے بارے ایسا رویہ نہیں چاہتے تھے یہاں تک کہ وہ آپ کے جواب سے عاجز آ جائے اور یہ چیز اس پر اس کی شان کی کمی اور شرمندگی کا باعث ہو۔

وہ آپ کی طرف بغیر غصہ اور کسی پریشانی کے متوجہ ہوا۔ اور کہا۔ آپ کے دادا علی رضی اللہ عنہ مجھ سے بہتر تھے زیادہ عدل وانصاف فرمانے والے تھے وہ بھی اس امر کے والی بنے اور انہوں نے آپ کے داداؤں حضرت امام حسن وحسین کو انکا حق عطا کیا جبکہ وہ دونوں آپ سے بہتر تھے اب ضروری ہے کہ میں تجھے ان کی طرح اتنی مقدار عطا کروں۔ اگر میں ایسا کر گزروں تو پھر تو میں انصاف والا ہوں۔ اور اگر میں اس میں مزید اضافہ کر دوں......

حضرت عبداللہ اس کی ان باتوں کا کوئی جواب نہ دے پائے اور لوٹ گئے تمام لوگ اسکا یہ جواب سن کر انتہائی متعجب ہوئے۔

64۔ ثعلب نے ابن اعرابی سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ سب سے پہلے خطبہ سفاح نے جس گاؤں میں دیا اسکا نام "عباسیہ" تھا جب وہ اپنے خطبہ میں شہادت (اشہدان لا الہ الا اللہ و اشہدان محمدا عبدہ ورسولہ) کے مقام پر پہنچا تو آل ابی طالب کے ایک ایسے آدمی نے اٹھ کر کہا جس کی گردن میں قرآن لٹک رہا تھا۔

میں تجھے اللہ کی یاد دلاتا ہوں جس کا تو نے ابھی ذکر کیا ہے میرے خصم کے معاملہ میں

میرے ساتھ انصاف کیوں نہیں کیا اور کیوں نہیں فیصلہ کیا میرے اور اس کے درمیان اس قانون کے ساتھ جو اس قرآن میں ہے"۔ اس کو سفاح نے کہا کہ کس نے تمہارے ساتھ ظلم کیا؟ اس نے جواب دیا حضرت ابوبکر جس نے فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو باغ فدک نہ دیا۔ سفاح نے کہا ان کے بعد بھی کوئی تھا۔ اس نے کہا ہاں، سفاح نے کہا کون؟ اس نے کہا عمر رضی اللہ عنہ سفاح نے کہا۔ کیا وہ بھی تمہارے اوپر ظلم ہی کرتے رہے؟ اس نے جواب دیا ہاں سفاح نے پوچھا، ان کے بعد بھی کوئی تھا؟ اس نے کہاں ہاں سفاح نے کہا: کون؟ اس نے جواب دیا وہ عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ سفاح نے کہا وہ بھی تمہارے اوپر ظلم کرنے میں قائم و دائم رہے؟ اس نے جواب دیا ہاں سفاح نے سوال کیا کیا ان کے بعد بھی کوئی ہستی تھی؟ اس نے جواب دیا ہاں بالکل سفاح نے کہا۔ وہ کون تھے؟ اس نے کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ سفاح نے پھر کہا انہوں نے بھی تم پر ظلم روا رکھا؟ راوی کہتا ہے سفاح نے آل ابی طالب کے آدمی کو ایسی چپ کرائی کہ اب وہ خلاصی کی راہ تلاش کرتے پیچھے دیکھنے لگا۔ اور اس سے کہا: اس ذات اقدس کی قسم جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اگر یہ پہلی جگہ نہ ہوتی جس پر کھڑا ہو کر خطاب کر رہا ہوں پھر اس سے قبل اس معاملہ کے اندر تیری طرف آنے والا نہ ہوتا تو تیری اس جگہ کو سختی سے پکڑ لیتا جس میں تیری آنکھیں ہیں "اب بیٹھ جا" اور بعد ازاں وہ خود خطبہ پر پوری طرح متوجہ ہوا۔

منصور کی عقلمندی اور فراست

65۔ منصور کے بارے ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ ایک دفعہ وہ شہر کے کسی قبہ (گنبد) میں بیٹھا تھا تو اس نے ایک مظلوم و غمگین آدمی دیکھا جو گلیوں میں گھوم رہا تھا اس نے اپنا ایلچی بھیجا جو اسے بلا کر لے آیا۔ منصور نے اس سے اس کے حالات دریافت کیے اس آدمی نے منصور کو بتایا کہ وہ سفر تجارت پر روانہ ہوا اور بہت سا مال لگایا اور کافی مال بطور نفع حاصل کر کے اپنے گھر واپس لوٹا۔ اور اسے اپنے اہل خانہ کے حوالے کیا اب اس کی بیوی نے بتایا کہ مال اس کے مکان سے چوری ہو گیا ہے اور نہ تو وہ کوئی (سوراخ) نقب والی جگہ) ہے اور نہ ہی کوئی سیڑھی دیکھی ہے۔ منصور نے اس سے سوال کیا: تو نے کب سے اپنی اس عورت کے ساتھ

شادی کی ہے؟ اس نے جواب دیا ایک سال ہوا ہے۔ منصور نے کہا: کیا یہ کنواری تھی جس سے تو نے شادی کی ہے؟ اس نے جواب دیا: نہیں۔ منصور نے پوچھا کیا تیرے علاوہ کسی پہلے شخص سے اسکا کوئی بیٹا ہے؟ اس نے جواباً کہا نہیں۔ منصور نے سوال کیا: کیا وہ عورت جوان ہے یا عمر رسیدہ؟ اس نے جواب دیا نئی جوان ہے منصور نے اس کے لئے ایک خاص خوشبو والی بوتل منگوائی جس کو خصوصی طور پر منصور کے لئے تیز خوشبو اور اجنبی عمدہ قسم کا بنایا گیا تھا منصور نے وہ شیشی اس آدمی کے حوالے کر دی اور کہا: اس خوشبو کو استعمال کرنا یہ تیرے سارے غم دور کر دے گی۔ جب وہ آدمی منصور کے پاس سے چلا گیا تو منصور نے اپنے چار با اعتماد ملازمین سے کہا: اس شہر کے دروازوں میں سے ہر دروازے پر تم میں سے ایک آدمی بیٹھ جائے۔

چنانچہ جو آدمی تمہارے پاس سے گزرے تم کو اس سے اس خوشبو کی ہوا آئے اور تم اسکو محسوس کرو تو اس کو پکڑ کر میرے پاس لے آؤ۔ آدمی خوشبو لے کر گیا تو اس نے وہ خوشبو اپنی عورت کو دیکر کہا یہ امیر المومنین نے مجھے تحفہ دیا ہے۔ جب اس عورت نے خوشبو کو سونگھا تو فوراً اپنے محبوب شخص کی طرف بھیجا جبکہ وہ پہلے مال بھی اسی کے حوالے کر چکی تھی اور اس نے کہا۔ اس خوشبو کو استعمال کرو کیونکہ امیر المومنین نے میرے خاوند کو یہ تحفہ کے طور پر عطا کی ہے۔ اس آدمی نے وہ خوشبو لگائی اور چکر لگاتے ہوئے شہر کے کسی دروازے سے جا گزرا تو دروازے پر مقرر آدمی نے اس سے خوشبو سونگھی اور اسے پکڑ کر منصور کے پاس لایا تو منصور اس سے کہنے لگا تو نے کہاں سے یہ خوشبو حاصل کی ہے کیونکہ اس کی بو بڑی نادر اور دل کو خوش کرنے والی ہے؟

اس نے جواب دیا: میں نے اسے بذات خود خریدا ہے۔ منصور نے کہا: ہمیں بھی اس آدمی کا پتہ بتا جس سے تو نے اس کو خریدا ہے تو وہ آدمی تھتلایا اور اپنی کلام کو گڈ مڈ کرنے لگا۔ منصور نے اپنے پولیس آفیسر کو بلایا اور اس سے کہا اس آدمی کو گرفتار کر کے لے جا اگر یہ فلاں فلاں دینار حاضر کر دے تو اسے آزاد کر دینا جدھر چاہے چلا جائے۔ اور اگر انکاری ہو تو بغیر کسی وقفہ کے اسے ہزار درے لگانا جب وہ آدمی منصور کے پاس سے باہر چلا گیا تو اس

نے پھر پولیس آفسر کو بلا کر کہا: صرف اس کو ڈرانا اور اکیلا رکھنا لیکن میرے ساتھ مشورہ کیے بغیر اسے کوڑے نہ مارنا۔

چنانچہ پولیس آفیسر وہاں سے نکلا اور جب اس نے مجرم کو اکیلا کر کے جیل بھیج دیا تو اس نے دینار لوٹا دینے کا یقین دلایا اور بعینہٖ وہی دینار پیش کر دیئے اس آفیسر نے منصور کو اس کی رپورٹ پیش کی تو منصور نے دیناروں کے مالک کو بلایا اور اس سے کہا: اگر میں تیرے دینار اسی حالت میں تجھے لوٹا دوں تو اپنی عورت کے بارے فیصلہ کرنے کا اختیار مجھے سونپ دے گا؟ اس نے جواب دیا ہاں۔ منصور نے کہا: یہ تیرے دینار ہیں اب تو اپنی عورت کو طلاق دے دے اور اپنی بیوی کو اس کی خبر کر دے۔

66۔ مبارک طبری سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبیداللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک دن ابوجعفر نے یزید بن ابی اسید کے ساتھ خلوت وتنہائی میں میٹنگ کی اور کہا اے یزید! ابومسلم خراسانی کے قتل کے بارے تیرا کیا خیال ہے؟ تو اس نے کہا: میرا خیال ہے تو اسے قتل کر دے اور اللہ کی بارگاہ میں ایک اونٹ قربانی کر کے معافی مانگ لے۔ اللہ کی قسم! جب تک وہ زندہ ہے نہ تیری بادشاہی صلح وآشتی سے رہے گی اور نہ ہی زندگی مبارک ہوگی۔ وہ مجھ سے اس قدر نفرت کرتا ہے کہ مجھے گمان ہے کہ وہ مجھ پر حملہ نہ کر دے۔

پھر ابوجعفر نے کہا: اللہ کرے تیری زبان کٹ جائے اور تیرا دشمن تیری موت پر خوش ہو۔ کیا تو مجھے اس شخص کو قتل کرنے کا مشورہ دیتا ہے جو تمام لوگوں سے زیادہ ہمارا مددگار رہے اور سب لوگوں سے بڑھ کر ہمارے دشمن پر بھاری ہے۔ اللہ کی قسم! اگر گزری ہوئی اچھی باتوں کا پاس نہ ہوتا اور اگر تیری اس حرکت کو تیری غلطیوں میں سے ایک غلطی شمار کرتا تو تو میرے ہاتھ سے گردن زنی قرار پاتا، اٹھ جا "اللہ تعالیٰ تیری ٹانگوں کو کبھی کھڑا ہونے کی طاقت نہ دے" وہ کہتا ہے میں وہاں سے اس حال میں اٹھا کہ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا میرے دل میں آرزو پیدا ہوئی کہ کاش مجھے زمین اپنے اندر جگہ دے دیتی، چنانچہ جب اس کے قتل کے بعد ابوجعفر سے ملاقات ہوئی تو اس نے مجھ سے کہا: اے یزید! کیا تجھے یاد ہے وہ دن جب میں نے تیرے ساتھ مشورہ کیا تھا؟

میں نے جواب دیا ہاں۔ اس نے کہا: قسم بخدا! یقیناً رائے وہی صحیح تھی اور مجھے اس کے اندر کسی قسم کا کوئی شک نہ تھا لیکن مجھے اس بات کا خوف ہوا کہ تجھ سے اسکا اظہار ہو جائے گا اور اگر یہ راز فاش ہو گیا تو میرا کید (دھوکہ کی کوشش) ناکام ہو جائے گی۔

خلیفہ مہدی کی فراست

67۔ خلیفہ مہدی کے بارے میں جو کچھ نقل کیا گیا ہے۔ اس میں یہ قصہ ہے جو قاسم بن محمد بن خلاد سے روایت ہے۔ انہوں نے علی بن صالح سے روایت کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ میں مہدی کے پاس موجود تھا اس حال میں قاضی شریک بن عبداللہ اس کے پاس آیا۔ مہدی نے چاہا کہ بطور مزاح انہیں جوش دلائے چنانچہ خادم وہ لکڑی لیکر اٹھا جس کے ساتھ وہ کھیل رہا تھا اور اسے شریک کی گود میں رکھ دیا۔ قاضی شریک نے پوچھا یہ کیا ہے؟ اے امیر المومنین! اس نے جواب دیا: گزشتہ رات گشتی ٹیم کو یہ ملی ہے۔ اور میں نے خواہش کی کہ یہ قاضی کے مبارک ہاتھ سے ٹوٹے۔ قاضی نے کہا: اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور لکڑی کو توڑ دیا پھر وہ باتوں کے مزے لینے لگے یہاں تک کہ اصلی معاملہ بھول گئے۔

کچھ دیر بعد مہدی نے شریک سے کہا: اس آدمی کے بارے آپ کیا فرماتے ہیں جس نے اپنے وکیل کو ایک معین چیز لانے کا حکم دیا اور وکیل دوسری چیز لایا اور شے ضائع ہو گئی؟ قاضی نے فرمایا اے امیر المومنین! شے معین کے علاوہ لا کر ضائع کر دینے والے وکیل پر ضمانت لازم ہو گئی۔

خلیفہ نے اپنے خادم سے حکم فرمایا قاضی کے فیصلہ کے مطابق جو چیز ضائع ہوئی ہے اس کی ضمانت ادا کر دو۔

68۔ محمد بن فضل سے منقول باتوں میں سے ہے انہوں نے کہا کسی ادیب نے ہمیں خبر دی ہے اس نے حسن وصیف سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ خلیفہ مہدی نے عوام الناس کے لئے کھلی کچہری لگائی، ایک آدمی اس حال میں داخل ہوا کہ اس کے ہاتھ میں رومال کے اندر لپٹی ہوئی ایک جوتی تھی۔ کہنے لگا اے امیر المومنین! یہ اللہ کے رسول ﷺ کی نعل مبارک

ہے میں آپ کو یہ ہدیہ کے طور پر پیش کر کے سعادتمند ہوتا ہوں خلیفہ مہدی نے کہا: ادھر لے آؤ اس نے نعلین پاک خلیفہ کے حوالے کر دیئے۔ تو خلیفہ نے اس کے اندرون بوسہ دیا۔ اسے اپنی آنکھوں پر رکھا اور پیش کرنے والے آدمی کو دس ہزار درہم بطور شکریہ انعام دینے کا حکم فرمایا جب وہ دراہم وصول کر کے چلا گیا تو خلیفہ نے اپنے ہم نشینوں سے کہا: تمہارا کیا خیال ہے کہ مجھے اس بات کا علم نہیں تھا کہ رسول پاک ﷺ نے ان کو نہیں دیکھا چہ جائیکہ آپ ﷺ نے انہیں پہنا ہو۔ اگر ہم اسکو جھٹلا دیتے اور کہتے کہ یہ رسول پاک ﷺ کی نعلین نہیں تو یہ آدمی لوگوں سے کہتا (پروپیگنڈا کرتا) کہ میں امیر المومنین کے پاس رسول پاک ﷺ کی نعل لے کر آیا اور انہوں نے قبول کرنے کی بجائے مجھے واپس لوٹا دی۔

جبکہ اس کو سچا کہنے والوں کی نسبت اس کی خبر کی تردید کرنے والوں کی کثرت ہوئی۔ یعنی اسے سچا کہنے والے زیادہ اور جھوٹا کہنے والے کم ہوتے۔

کیونکہ عام لوگوں کی عادت یہ ہوتی ہے کہ وہ ظاہری شکلوں اور طاقتور پر کمزور آدمی کی امداد کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اگر چہ وہ کمزور ظالم ہی کیوں نہ ہو۔ اب ہم نے اس کی زبان خرید لی ہے یعنی وہ اپنی زبان سے ہماری تعریف ہی کرے گا۔ اور اس کا تحفہ (جیسا ویسا تھا) قبول کر لیا ہے اور ہم نے خود ہی اسکے قول کو سچا کہہ دیا ہے ہم نے وہ طریقہ اختیار کیا ہے جس کو ہم نے زیادہ کامیاب اور ترجیح یافتہ سمجھا ہے۔

خلیفہ معتضد باللہ کی فراست

67۔ معتضد احمد بن امیر ابی احمد موفق جو ناصر الدین کے لقب سے مشہور تھے احمد کے والد کا نام محمد تھا۔ بعض نے کہا ہے طلحہ بن جعفر متوکل علی اللہ بن معتصم بن ہارون الرشید تھا۔

معتضد باللہ جن کی کنیت ابو العباس ہے 242ھ میں پیدا ہوئے اور بعض کے نزدیک تاریخ ولادت 243ھ ہے آپ کی والدہ ام ولد (وہ لونڈی جس سے آقا کی اولاد ہو جائے) تھیں، آپ گندم گوں، کمزور جسم والے اور درمیانے قد کے مالک تھے ان کے سر کے بال کھچڑی تھے اس کی داڑھی سامنے سے لمبی تھی اس کے سر میں سفید تل کا نشان تھا۔

19 رجب 279ھ سوموار کے دن صبح کے وقت آپ کی خلافت کی بیعت کی گئی، عبد

اللہ بن وہب بن سلیمان کوآپ کا وزیر مقرر کیا گیا۔ اسماعیل بن اسحاق، یوسف بن یعقوب اور ابن ابی الشوارب کو عہدہ قضاء کے والی بنے آپ کے چچا معتمد باللہ کے زمانے میں نظام خلافت کمزور پڑ چکا تھا جب معتضد باللہ والی بنے تو مملکت کی نشانیوں اور علامات کو ظاہر کیا آپ قریشی جوانوں میں سے بہادر بھی تھے اور احتیاط، جرأت مندی، پیش قدمی اور ہوشیاری کے اعتبار سے فضیلت رکھنے والے تھے آپ عظیم فراست کے مالک تھے، درج واقعات اسی فراست عظیمہ کی واضح دلیل ہیں۔

69۔ جرمی خادم صافی سے خطیب بغداد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے اور کہا ہے معتضد باللہ شعث کے گھر تک جا پہنچے جبکہ میں ان کے آگے آگے تھا۔ اس کا بیٹا مقتدر باللہ جعفر اس حال میں اس کے اندر بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے اردگرد تقریباً دس تعریف کرنے والیاں اور اس کے ہم عصر ساتھیوں میں سے بچے اس کے پاس موجود تھے۔

اس کے سامنے چاندی کا ایسا تھال پڑا تھا جس میں انگوروں کے گچھے رکھے ہوئے تھے جبکہ انگور ان دنوں بہت کم پایا جاتا تھا یا مرغوب پیاری غذا تھی۔

وہ ایک انگور خود کھاتا پھر بچوں میں سے اپنے دوستوں پر اس انداز میں تقسیم کرتا کہ ہر ایک کو ایک ایک انگور دیتا معتضد نے اس کو اپنے حال پر چھوڑ دیا اور خود مکان کے ایک کونے کے اندر پریشان حالت میں بیٹھ گیا میں نے انہیں کہا اے امیر المومنین! آپ کو کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا اللہ تیرا بھلا کرے۔ قسم بخدا! اگر آخرت میں آگ اور دنیا کے اندر شرمساری کا خوف نہ ہوتا تو میں ضرور اس بچے کو قتل کر دیتا کیونکہ اسکے قتل ہونے میں امت کی بہتری تھی لیکن کیا کروں۔

میں نے کہا: اے امیر المومنین! قتل وغیرہ کے ارتکاب سے میں آپ کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ خلیفہ نے کہا! تیرا برا ہو اے صافی! یہ بچہ حد درجہ سخی ہوگا اس کام کے سبب جو میں نے اسے لڑکوں کے ساتھ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ کیونکہ بچوں کی فطرت کرم وسخاوت سے مایوس نہیں ہوتی ہے حالانکہ یہ بچہ انتہا درجے کی سخاوت کر رہا ہے۔ بے شک لوگ میرے بعد میری اولاد میں سے ہی کسی کو والی تسلیم کریں گے جلد ہی مکتفی باللہ لوگوں کا والی بن گیا،

اس کو لگی ہوئی ایک بیماری کی وجہ سے اسکے زمانے نے زیادہ طول نہ پکڑا وہ بیماری ”داء الخنازیر (گلے کی گلٹیاں) تھی پھر وہ فوت ہو گیا۔

بعد ازاں اس بچے جعفر کو لوگوں نے اپنا والی منتخب کیا، غلطیوں اور خطاؤں کا دلدادہ ہونے کے باعث اس نے بیت المال کا سارا مال انہیں پر ضائع کر دیا اور اس وجہ سے کہ اس کا ولایت اور کھیل کود کا زمانہ قریب تھا اس نے مسلمانوں کے معاملات کا نظام درہم برہم کر دیا، سرحدیں معطل ہو کر رہ گئیں، فتنہ وفساد اور ہرج کے کام زیادہ ہوئے، خارجیوں اور برائیوں کی کثرت ہوگئی صافی نے کہا ہے۔قسم بخدا! خلیفہ معتضد نے جو کچھ کہا تھا میں نے اسے حرف بحرف پورا ہوتے دیکھا۔

70۔معتضد کے ایک خادم سے ابن جوزی نے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن معتضد باللہ قیلولہ کر رہا تھا یعنی دوپہر کا کھانا کھا کر سویا ہوا تھا اور ہم (سارے خادم) آپ کی چارپائی کے آس پاس موجود تھے وہ اس حال مین بیدار ہوئے کہ وہ دہشت زدہ تھے پھر ہمیں آواز دی، ہم آپ کی طرف فوراً آ گئے، فرمایا تمہارے لئے ہلاکت ہو، دریائے دجلہ پر جاؤ اور سب سے پہلی کشتی جس کو تم خالی اور ملاح کو تیزی کرتا دیکھو اس کے ملاح کو گرفتار کر کے میرے پاس لے آؤ اور کشتی پر محافظ کھڑے کر دو۔ہم دوڑتے ہوئے گئے تو ہم نے ایک چھوٹی کشتی میں ملاح کو دیکھا جو خالی تھی اور وہ بڑی جلدی میں تھا۔

چنانچہ ہم اسے گرفتار کر کے خلیفۂ کے پاس لے آئے جب ملاح کی نظر خلیفۂ وقت پر پڑی، قریب تھا کہ مارے خوف کے اس کی جان ضائع ہو جاتی۔خلیفہ بلند آواز میں چلایا، جو اس قدر سخت تھی قریب تھا کہ ملاح کی روح نکل جاتی خلیفہ نے اس سے فرمایا: ”اے ملعون! تو ہلاکت کا شکار ہو جائے“ اس عورت کے ساتھ اپنا قصہ مجھے سچ سچ بتا دے جس کو تو نے آج قتل کیا ہے ورنہ میں تیری گردن اڑا دوں گا۔اس نے جواب دیا اور وہ پس وپیش سے کام لے رہا تھا۔

پھر بتایا اے امیر المومنین! ہاں آج صبح اپنے فلاں ساحل پر موجود تھا، وہاں ایک ایسی عورت اتری جسکی مثل میں نے کوئی عورت نہیں دیکھی تھی، قیمتی لباس زیب تن تھا، زیورات

سے لدی ہوئی تھی اور جواھرات سے مالا مال تھی میں اس کے بارے میں لالچ کا شکار ہو گیا۔ اس کے خلاف حیلہ گری سے کام لیا، میں نے اس کا منہ باندھ کر پانی میں ڈبو دیا اور قیمتی لباس اور ہیرے، زیورات جو کچھ اس پر موجود تھا سارے کا سارا لوٹ لیا۔ اور اپنے گھر واپس آنے سے مجھے ڈر لگا کہ اس طرح اس کی بات مشہور ہو جائے گی میں نے واپس جانے کا ارادہ کر لیا۔ ابھی جانے ہی والا تھا کہ یہ آپ کے نوکر مجھے مل گئے اور مجھے گرفتار کر لیا۔ خلیفہ نے کہا: اب اس کے زیورات کہاں ہیں؟ اس نے جواب دیا کشتی کے اندر چٹائی کے نیچے پڑے ہیں خلیفہ نے اسی وقت زیورات لانے کا حکم دیا۔ انہیں لایا گیا کیا دیکھا کہ وہ بہت سارے ہیں جو کثیر مال کے برابر ہیں خلیفہ نے حکم دیا کہ اس ملاح کو اسی مقام پر غرق کر دیا جائے جہاں پر اس نے عورت کو ڈبویا ہے۔ اور یہ بھی حکم دیا کہ اس عورت کے اہل خانہ کی تلاش کیلئے منادی عام کی جائے تا کہ وہ آئیں اور عورت کا مال ان کے حوالے کر دیا جائے۔

تین دن تک بغداد کے بازاروں اور گلی کوچوں میں اس چیز کی منادی ہوتی رہی۔ وہ تین دن کے بعد آئے اور خلیفہ نے زیورات وغیرہ جو کچھ عورت کا تھا سارا کا سارا اس کے اہل خانہ کے حوالے کر دیا اور اس میں سے کوئی چیز بھی ضائع نہیں ہوئی خلیفہ کے خادموں نے اس سے کہا: اے امیر المومنین! بتاؤ تو سہی آپ نے اس کو کہاں سے جان لیا؟ خلیفہ نے جواب دیا مجھے خواب کے عالم میں اسی گھڑی (جس گھڑی بیدار ہوا) ایک بزرگ آدمی کی زیارت ہوئی، جو سفید سر اور داڑھی والے تھے اور سفید کپڑے زیب تن کئے ہوئے تھے وہ اس انداز میں ندا دے رہے تھے: اے احمد! اے احمد! پہلے ملاح کو پکڑ لے جو ابھی جانے والا ہے تو اسے اپنے قبضہ میں لے لے اور پوری تفصیل کے ساتھ اس عورت کی خبر کا اقرار کراؤ جس کو آج اس ملاح نے قتل کر کے لوٹ لیا اور اس پر حد قائم کرو اور جو ہوا اسکو تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔

71۔ قاضی ابو الحسن محمد بن عبد الواحد ہاشمی نے ایک تاجر بزرگ کے بارے بیان کیا ہے فرماتے ہیں ایک امیر آدمی کے ذمہ میرا بہت سارا مال تھا، وہ ٹال مٹول کرتا رہا اور میرے حق سے مجھے محروم رکھا، جب بھی میں اس سے مال مانگنے کیلئے جاتا تو وہ مجھ سے چھپ جاتا اور

اپنے غلاموں کو کہتا کہ وہ مجھے اذیت پہنچائیں، میں نے وزیر کے پاس اس کے خلاف شکایت کی لیکن اس کا کچھ فائدہ نہ ہوا، حکومت کے دوسرے عہدے داروں سے بھی شکایت کی لیکن وہ بھی اس سے کوئی چیز نہ دلا سکے میرے اس اقدام سے وہ میرے مال کو اور زیادہ روکنے والا اور اس کا انکار کرنے والا بن گیا، نتیجۃً میں اس مال سے مایوس ہو گیا جو اسپر قرض تھا اس وجہ سے مجھے بہت زیادہ پریشانی لاحق ہوئی، اسی دوران کہ میں ایسی ہی حالت پر تھا اور اس بارے پریشان تھا کہ اب میں کس کے پاس شکایت کروں جبکہ ایک آدمی نے مجھے کہا: کیا تو فلاں درزی 'جو وہاں امام مسجد ہے' کے پاس نہیں گیا (جو وہاں مسجد کے سامنے رہتا ہے) میں نے کہا امید نہیں کہ وہ بے چارہ درزی اس ظالم کے ساتھ کچھ کر سکے حالانکہ بڑے بڑے سرکاری آدمی اس سلسلہ میں کچھ نہیں کر سکے اس نے مجھ سے کہا: جتنے لوگوں کے پاس تو نے شکایت کی ہے ان تمام کی نسبت وہ زیادہ اسی کی مانتا اور اس سے خوف کا شکار ہے۔ لہٰذا ایک بار اس کے پاس ضرور جا شاید کہ تو اس کے پاس اپنی مشکل کا حل پالے۔

وہ کہتے ہیں میں نے اس سے کوئی امید وابستہ کئے بغیر اس کے پاس جانے کا ارادہ کر لیا۔ اس کے پاس جا کر اپنی حاجت وضرورت، اپنے مال اور اس کے سلوک کا ذکر کیا جو اس ظالم نے میرے ساتھ کیا تھا وہ اسی وقت فوراً میرے ساتھ میرے کام کو سرانجام دینے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا اور ہم اس امیر آدمی کے پاس گئے جوں ہی اس امیر آدمی نے درزی کو دیکھا تو کھڑا ہو گیا، عزت وتکریم بجالایا اور میرا حق ادا کرنے میں جلدی کی اور مجھے میرا حق اس نے مکمل طور پر عطا کر دیا بغیر اس کے کہ اس درزی کی طرف سے امیر آدمی کے ساتھ کوئی بڑا معاملہ ہوا ہو، بس صرف درزی نے اس سے کہا اس آدمی کو اس کا حق ادا کر دو ورنہ میں اذان دے دوں گا، اتنی بات سنکر امیر آدمی کا رنگ اڑ گیا اور میرا حق میرے حوالے کر دیا۔

تاجر کہتا ہے مجھے اس درزی سے بے حد تعجب ہوا باوجود اس کے کہ اس کی ظاہری حالت انتہائی خستہ اور اس کا مکان بھی کمزور حالت میں تھا لیکن کیسے امیر آدمی نے اس کی بات کو غور سے سنا اور اس پر عملدرآمد کرنے میں دیر نہیں کی پھر میں نے اس کی خدمت میں کچھ مال بطور شکرانہ ہدیہ پیش کرنے کی کوشش کی لیکن اس نے میری طرف سے کوئی ادنیٰ چیز

بھی قبول نہ کی۔ اور کہنے لگا: اگر مجھے اس مال کی خواہش ہوتی تو میرے پاس اس قدر مال جمع ہو جاتے جنہیں گنا نہ جا سکتا میں نے اس سے اسکی حقیقت کے متعلق سوال کیا، اس کے سامنے اپنے حیران وششدر ہونے کا ذکر کیا اور اس پر بہت زیادہ اصرار کیا کہ وہ یہ بات ضرور بتائے۔

اس نے جواب دیا: اس کا باعث یہ ہے کہ ہمارے پڑوس میں سلطنت کے اعلیٰ وارفع لوگوں میں سے ایک ترکی امیر رہائش پذیر تھا۔ وہ انتہائی خوبصورت نوجوان تھا۔ ایک دن اس کے پاس سے ایک حسین وجمیل عورت گزری جو کہ حمام سے نکلی تھی بہت زیادہ قیمتی اعلیٰ طرح کے لباس میں ملبوس تھی وہ نشہ کی حالت میں اٹھا اور اس عورت سے چمٹ گیا، اس کے نفس پر غلبہ حاصل کرنا چاہتا تھا تا کہ اسے اپنے گھر میں داخل کرے جبکہ وہ انکار پہ انکار کئے جا رہی تھی اور با آواز بلند چیختے ہوئے کہہ رہی تھی۔ اے گروہ مسلماناں! میں خاوند والی عورت ہوں حالانکہ یہ آدمی میرے نفس پر قبضہ کر کے مجھے اپنے گھر میں داخل کرنا چاہتا ہے۔

جبکہ میرے خاوند نے طلاق کی قسم اٹھا کر کہہ رکھا ہے کہ میں کسی غیر کے گھر میں رات نہ گزاروں گی اور جب یہاں میں نے رات گزار لی تو میں اپنے خاوند سے طلاق والی ہو جاؤں گی اور اس وجہ سے مجھے ایسی شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا جسے نہ تو زمانہ جلدی بھولے گا اور نہ ہی آنسو اسے دھو سکیں گے اس درزی نے بتایا کہ یہ سن کر میں اس کی امداد کے لئے اٹھا اور جا کر اس پر حملہ کر دیا۔

میں اس عورت کو اس کے قبضے سے آزاد کروانا چاہتا تھا چنانچہ اس نے مجھے اس گرز کے ساتھ مارنا شروع کر دیا جو اس کے پاس ہاتھ میں تھا۔ میرا سر زخمی ہو گیا، وہ عورت کی جان کو قابو میں لے کر زبردستی اسے اپنے گھر میں داخل کر لیا، مجبور ہو کر میں واپس لوٹا، خون کو اپنے سر سے دھو ڈالا، سر پہ پٹی باندھی اور لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھائی پھر میں نے جماعت والوں سے کہا: اس شخص نے جو کام کیا ہے یقیناً آپ لوگوں کے علم میں ہے۔ تم میرے ساتھ اس کی طرف چلنے کیلئے اٹھو تا کہ ہم سب مل کر اس پر ہلہ بول دیں اور اس بیچاری عورت کو اس سے آزاد کروالیں لوگوں نے کمر ہمت باندھی اور میرے ساتھ چلنے کیلئے اٹھ

کھڑے ہوئے، ہم نے اس کے گھر پر حملہ کیا اس نے اپنے نوکروں کی ایک جماعت کے ساتھ ہمارے اوپر جوابی حملہ کیا جنکے ہاتھوں میں ڈنڈے اور گرز تھے وہ لوگوں کو مارنے لگے لیکن اس امیر آدمی نے تمام لوگوں کو چھوڑ کر مجھے نشانہ بنایا اور مجھے مسلسل سخت ضربیں لگا تا رہا یہاں تک مجھے خون میں لت پت کر دیا۔ اس نے ہم سب کو زبردستی اپنے گھر سے نکال باہر کیا درانحالیکہ ہم انتہائی ذلت کی حالت میں تھے پس میں اس حال میں گھر کی طرف لوٹا کہ شدت الم اور زیادتی خون کے سبب راستہ سجھائی نہ دیتا تھا، گھر پہنچ کر میں اپنے بستر پر لیٹا لیکن مجھے نیند نہ آتی تھی، مجھے یہ پریشانی کھائے جا رہی تھی کہ میں کیا طریقہ اختیار کروں کہ راتوں رات مظلوم عورت کو اس ظالم کے پنجۂ ظلم سے نجات دلا دوں تا کہ اپنے گھر لوٹ جائے اور اپنے حرم میں رات گزار سکے یہاں تک کہ اس کے خاوند پر طلاق دینا لازم نہ آئے۔

الہامی انداز میں میرے ذہن کے اندر یہ خیال آیا کہ میں دوران شب ہی صبح کی اذان دے دوں تا کہ وہ ظالم گمان کرے کہ صبح طلوع ہو چکی ہے اور اسے اپنے گھر سے نکال دے اور وہ اپنے خاوند کے گھر چلی جائے، میں گنبد پر چڑھا اور اس کے گھر کے دروازے کی جانب دیکھنے لگا جبکہ میں معمول کے مطابق اذان سے قبل باتیں کرتا رہا کہ میں دیکھ سکوں کیا عورت اس کے گھر سے نکل چکی ہے یا نہیں پھر میں نے اذان دے دی لیکن وہ پھر بھی نہ نکلی، اس کے بعد میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ اگر وہ نہ نکلی تو نماز کھڑی کرا دوں گا یہاں تک صبح متحقق ہو جائے۔ اسی دوران میں ابھی دیکھ ہی رہا تھا کہ کیا عورت نکلی ہے یا نہیں پورا راستہ گھڑ سواروں اور لوگوں سے بھر گیا وہ سب ایک ہی بات کہہ رہے تھے وہ آدمی کہاں ہے جس نے اس وقت میں اذان دی ہے؟ میں نے اس ارادہ سے کہا: ''یہ ہوں میں جس نے اذان دی ہے'' کہ وہ اسکے خلاف میری امداد کریں گے۔ انہوں نے کہا: نیچے اترو میں فوراً اتر آیا۔ انہوں نے کہا: ''امیر المومنین بلا رہے ہیں'' انہوں نے مجھے پکڑا اور ساتھ لیکر چل پڑے اس وقت میں بے اختیار تھا یہاں تک کہ انہوں نے مجھے امیر المومنین کے پاس پہنچا دیا۔

جب میں نے خلیفہ کو اس حال میں دیکھا کہ وہ مقام خلافت پر براجمان ہے میں تو خوف و ہراس سے کانپنے لگا اور مجھ پر سخت گھبراہٹ طاری ہو گئی خلیفہ نے میری یہ حالت دیکھ

کر بڑے پیار سے کہا: ''میرے قریب ہو'' میں ان کے قریب ہوا، انہوں نے نہایت شفقت ومہربانی کا سلوک کرتے ہوئے مجھ سے کہا: اب تیرا خوف دور ہو جانا چاہیے اور تیرا دل پوری طرح مطمئن ہو جانا چاہیے وہ برابر مجھ پر مہربانی کرتا رہا یہاں تک کہ میں مطمئن ہو گیا اور میرا سارا خوف ہوا ہو گیا، خلیفہ نے کہا: تو وہ شخص ہے جس نے اس گھڑی اذان دی ہے؟ میں نے جواب دیا اے امیر المومنین! ہاں تو خلیفہ نے کہا: تجھے کس چیز نے اس لمحے اذان دینے پر مجبور کر دیا حالانکہ رات کے گزشتہ حصے سے بقیہ زیادہ ہے؟ تیرے ایسا کرنے سے روزہ رکھنے والے، مسافر، نمازی، تہجد گزار وغیرہ سب دھوکہ کھائیں گے آخر تو نے اتنے لوگوں کو کیوں دھوکے میں ڈالا ہے؟

میں نے جواباً عرض کی: مومنوں کے امیر مجھے جان کی امان بخشیں گے تو میں ان کے سامنے ساری بات بیان کردوں گا؟ خلیفہ نے کہا تو امان والا ہے۔ میں نے ان کو سارا قصہ تفصیل سے سنا دیا راوی کہتا ہے۔ خلیفہ یہ سن کر غصے سے لال پیلا ہو گیا اور حکم دیا کہ اس امیر آدمی اور عورت مظلوم کو جس حالت پر وہ ہیں ابھی حاضر کیا جائے، بہت جلد ان دنوں کو لا کر پیش کر دیا گیا، سب سے قبل خلیفہ نے اس عورت کو اپنی طرف سے با اعتماد عورتوں کی معیت میں اس کے خاوند کے ہاں بھیج دیا اور ان با اعتماد عورتوں کے ساتھ اپنی جانب سے ایک ثقہ آدمی بھی بھیجا اور اسے حکم دیا کہ وہ اس کے خاوند کو خلیفہ کا یہ حکم سنائے کہ تو اس عورت کو اس کا گناہ معاف کر دے، اس سے درگزر کرے اور اسکے ساتھ احسان مندی سے رہے کیونکہ وہ مجبور کی گئی اور معذور تھی اس کے بعد خلیفہ وقت اس نوجوان امیر کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے فرمایا: تیرے ہاں خوراک کا ذخیرہ کتنا ہے؟ تیرے پاس کتنا مال و دولت ہے؟ اور تیرے حرم خاص میں کتنی تعداد میں لونڈیاں اور بیویاں ہیں؟ اس امیر آدمی نے جواب میں خلیفہ کے سامنے بہت ساری چیزوں کا ذکر کیا تو خلیفہ نے اس سے کہا تو برباد ہو جائے کیا انعامات خداوندی کافی نہ تھے کہ تو نے حرمت الہٰی میں دست درازی کی ہے، اس کی حدوں کو پھلانگا ہے اور اپنے بادشاہ کے خلاف ڈھٹائی کا مظاہرہ کیا ہے اور اس بات نے بھی تجھے کفایت نہ کیا حتی کہ تو نے ایک ایسے آدمی پر حملہ کیا ہے جس نے تجھے نیکی کا حکم دیا اور برائی کا

ارتکاب کرنے سے روکا، تو نے اسے مارا، اسکی اہانت کی اور اسے لہولہان کر دیا؟ اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا خلیفہ نے اس کے بارے حکم جاری کیا کہ اس کے پاؤں میں بیڑیاں اور اس کی گردن میں طوق ڈال دیا جائے پھر حکم دیا کہ اسے بڑے بورے میں داخل کر دیا جائے پھر حکم فرمایا کہ اسے گرزوں کے ساتھ سخت ترین ضربیں لگائی جائیں یہاں تک کے وہ اپنی موت مر جائے۔ پھر حکم دیا کہ اسے دریائے دجلہ میں پھینک دیا جائے اور یہ اسکے ساتھ آخری سلوک تھا پھر پولیس آفیسر بدر نامی کو حکم دیا کہ اس کے گھر کے اندر جو محصولات و اموال موجود ہیں ان کی حفاظت کرنا خصوصاً جو اس نے بیت المال سے لئے ہیں پھر اس نیکو کار درزی سے کہا: جب بھی تو کوئی چھوٹی یا بڑی برائی دیکھے اگر چہ اس سے ہو ساتھ ہی پولیس آفیسر کی طرف اشارہ کیا تو تیرے اوپر لازم ہے کہ مجھے اطلاع کرے بشرطیکہ مجھ سے تیری ملاقات ہو جائے ورنہ تیرے میرے درمیان اذان شرط رہی بس تیرا کام ہے اذان دے دینا خواہ کوئی وقت بھی ہو حتی کہ تیرا یہ وقت ہی کیوں نہ ہو جس میں آج تو نے اذان دی ہے اس نے بتایا کہ اسی وجہ سے ان سرکاری آدمیوں میں سے کسی کو بھی جو بات کہتا ہوں وہ بجالاتے ہیں اور جس چیز سے میں انہیں منع کرتا ہوں تو وہ معتضد باللہ کے خوف سے اس چیز کو ترک کر دیتے ہیں۔

اور آج تک اس گھڑی کی مثل مجھے اذان دینے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

72۔ ابوبکر بن محمد بن عبدالباقی سے مروی ہے انہوں نے قاسم علی بن محسن سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ کہتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ معتضد باللہ ایک دن اپنے دیوان خاص میں بیٹھا کاریگروں کا مشاہدہ کر رہا تھا چنانچہ اس نے ان کے اندر کالے حبشی غلام کو دیکھا جو کہ بے ڈھنگے جسم والا، سخت محنتی طبیعت والا تھا دو دو سیڑھیاں چڑھتا اور دوسرے بوجھ اٹھانے والوں سے دو گنا اٹھاتا تھا، بادشاہ نے اس کے کام کو ناپسند کیا اور اسے اپنے پاس حاضر کر لیا، اس سے اس طرح کام کرنے کا سبب دریافت کیا تو وہ بات کرنے میں لڑکھڑایا، بادشاہ نے وہاں موجود ابن حمدون نامی شخص سے پوچھا۔ اس کے معاملہ میں تیرے سامنے کیا چیز آتی ہے؟ اس نے جواب دیا کس وجہ سے آپ کی سوچ اس طرف گئی ہے۔ اور

شاید اس کے گھر والے نہیں اس وجہ سے یہ خالی الذہن اور فارغ البال ہے۔ بادشاہ نے کہا: اللہ تیرا بھلا کرے میں نے اس کے معاملے میں ایسا اندازہ لگایا ہے جسے میں غلط گمان نہیں کر سکتا یا تو اس کے پاس بہت سی اشرفیاں ہیں جن کو یہ بغیر کسی وجہ کے بیک وقت حاصل کرنے میں کامیاب ہوا ہے یا یہ چور ہے اور اس کام کے ذریعے مٹی میں اٹ کر خود کو چھپانا چاہتا ہے، لیکن ابن حمدون نے اس کے بارے بادشاہ سے جھگڑا کیا تو خلیفہ نے کہا: کالے غلام کو میرے پاس لاؤ پس اسے حاضر کیا گیا، جلاد کھڑا ہوا، اسے تقریباً سو کوڑے لگائے اسے اعتراف کرنے کو کہا اور حلف اٹھایا کہ اگر وہ اسے سچی بات نہ بتائے تو اسکی گردن مار دی جائے گی تلوار اور نیزے منگوا کر اپنے پاس رکھ لئے کالے غلام نے کہا مجھے امان چاہیے اس نے کہا: تیرے لئے امان ہے سوائے اس کے جو تیرے اوپر اس سلسلہ میں شرعی حد واجب ہو گی۔ کالے غلام کو اس کا قول، صحیح سمجھ نہ آیا اس نے یہی گمان کیا کہ اسے امان مل گئی ہے اور کہنے لگا: میں کئی سال اینٹوں کی بھٹیوں میں کام کرتا رہا چند ماہ قبل میں وہاں بیٹھا ہوا تھا، میرے پاس سے ایک آدمی گزرا جس کی کمر کے ساتھ ایک تھیلی بندھی ہوئی تھی۔ میں اس کے پیچھے ہو لیا وہ ایک بھٹی کے پاس آیا اور بیٹھ گیا، اسے معلوم نہ تھا کہ میں اس کے ساتھ ہوں اس نے تھیلی کو کھولا، اس سے دینار (اشرفیاں) نکالے، میں نے غور سے دیکھا تو سارے کے سارے دینار تھے یہ دیکھ کر میں نے اس پر حملہ کر دیا، اس کی مشکیں کس دیں، اس کا منہ باندھ دیا اور تھیلی اس سے چھین لی پھر اس آدمی کو اپنے کندھے پر اٹھا کر بھٹی کے گول گڑھے اور اس کی مٹی میں پھینک دیا جب اس کے بعد کچھ دیر گزری تو میں نے اس کی ہڈیاں نکالیں اور ان کو دریائے دجلہ کے اندر پھینک دیا جبکہ دینار میرے پاس رہے جن کے ذریعے میرا دل تقویت حاصل کرتا ہے۔

خلیفہ معتضد باللہ نے حکم دیا کہ اس کے گھر سے اشرفیاں لائی جائیں، جب اشرفیوں والی تھیلی لائی گئی تو کیا دیکھا کہ اس تھیلی کے اوپر اس آدمی کا نام (لفلاں بن فلاں) تحریر شدہ موجود تھا شہر کے اندر اس کے نام سے ندا کی گئی، تو ایک عورت آئی اور کہا یہ میرے خاوند کا نام ہے اور میرا یہ بچہ اسی سے ہے وہ فلاں وقت (تاریخ بتائی) گھر سے روانہ ہوا جبکہ اس

کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں ہزار دینار (سونے کے سکے) موجود تھے اور وہ اس وقت سے لے کر آج تک غائب ہے بادشاہ نے دینار اس عورت کے سپرد کر دیئے اور اسے عدت گزارنے کا حکم دیا اور کالے غلام کی گردن اڑا دی ساتھ حکم دیا کہ اس کی لاش اٹھا کر بھٹی میں پھینک دی جائے۔

73۔ محسن تنوخی کا بیان ہے کہ مجھے ایک بات پہنچی کہ معتضد باللہ رات کے وقت قضائے حاجت کے لئے اٹھا تو اس کی نگاہ ایک جرد مرد غلام پر پڑی جو ایک بے ریش غلام کی پیٹھ پر سے اٹھ کر اپنے چاروں (دو ہاتھوں اور دونوں پاؤں) پر گھسکتے ہوئے دوسرے غلاموں کے درمیان گھس گیا یہ دیکھ کر معتضد ان کے پاس آیا اور یکے بعد دیگرے ایک ایک غلام کے دل پر ہاتھ رکھنے لگا یہاں تک کہ اس نے اس فاعل (بدفعلی کرنے والے) کے دل پر ہاتھ رکھا تو اسے اندازہ ہوا کہ اسکے دل کی دھڑکن کافی تیز ہے۔ اسے پاؤں کی ٹھوکر ماری تو وہ اٹھ کر بیٹھ گیا، سزا دینے والے ہتھیار منگوائے تو اس نے اعتراف جرم کر لیا خلیفہ نے اسے قتل کر دیا۔

74۔ محسن کہتے ہیں، معتضد باللہ کے متعلق ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ ایک دن اس کے خادموں میں سے ایک خادم اس کے پاس حاضر ہوا، اور اسے خبر دی کہ وہ خلیفہ کے محل کے سامنے دریائے دجلہ کے کنارے کھڑا تھا، اس نے ایک شکاری کو دیکھا جو کہ اپنا جال پھینک چکا تھا پس اچانک وہ کسی چیز سے بوجھل ہوگئی تو اس نے جال کو کھینچا اور اسے نکال کر دیکھا تو اس میں ایک چمڑے کی تھیلی تھی۔ اس نے اندازہ لگایا کہ وہ مال ہے اسے پکڑ کر کھولا تو اس میں مٹی کا برتن تھا اور اس برتن کے اندر مہندی سے رنگا ہوا انسانی ہاتھ موجود تھا خلیفہ نے فرمایا: چمڑے والی تھیلی، ہاتھ اور مٹی کا برتن لے آؤ وہ چیزیں لائی گئیں تو معتضد پر غم طاری ہو گیا اور فرمایا: شکاری سے کہو پھر جال کو اسی جگہ اس کے نیچے اور اسکے قریب آس پاس جگہ پر پھینکے، شکاری نے اسی طرح کیا تو وہاں سے ایک اور چمڑے کی تھیلی نکلی جس میں پاؤں تھا راوی کہتا ہے انہوں نے مزید تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن اور کوئی چیز نہ نکالی جا سکی، معتضد غمگین ہوا اور کہا ہائے میرے ساتھ اسی شہر میں ایسے لوگ بھی رہتے ہیں جو انسان کو قتل

کرتے ہیں، اس کے اعضاء کاٹ کر علیحدہ علیحدہ کرتے ہیں اور دریا میں بہا دیتے ہیں اور مجھے علم تک نہیں یہ کیا بادشاہی ہے، خادم کہتا ہے کہ خلیفہ نے وہ سارا دن یوں ہی پریشانی میں گزار دیا اور کوئی چیز نہ کھائی۔ جب دوسرا دن ہوا تو اس نے اپنا ایک قابل اعتماد آدمی بلایا، خالی جراب (چمڑے والی تھیلی) اس کو دیکر کہا بغداد میں جتنے لوگ جراب بنانے کا کام کرتے ہیں ان کے پاس چکر لگا اور یہ تھیلی دیکھ کر پوچھ کہ کس نے بنائی ہے وہ پہچاننے کی کوشش کریں اگر کوئی آدمی اسکو پہچان لے تو اس سے اس شخص کا پتا پوچھ جس کے ہاتھ اس نے وہ تھیلی فروخت کی ہے۔ جب وہ اس آدمی پر تجھے مطلع کر دے تو مشتری (خریدنے والے) سے جا کر پوچھ کہ اس سے اس قسم کی تھیلی کس کس نے خریدی ہے۔ لیکن یہ خیال رکھنا کہ اس خبر پر کوئی ایک آدمی بھی مطلع نہ ہونے پائے وہ قابل اعتماد آدمی خلیفہ کے پاس سے غائب ہونے کے تین دن بعد اس کے ہاں واپس آیا۔

بادشاہ نے اپنے دل میں گمان کیا کہ وہ رنگریزوں اور تھیلیاں بنانے والوں کے پاس تلاش کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کے بنانے والے کا اسے پتہ چل گیا، اس نے خریدنے والے کے بارے سوال کیا تو اس نے بیان کیا کہ اس نے فلاں محلّہ کے بازار میں ایک عطار (عطر فروش، خوشبو بیچنے والا) کے ہاتھ پر فروخت کیا ہے۔ وہ اس عطار کے پاس آیا اور وہ تھیلی اس کے سامنے کی تو عطار نے کہا ''تیرا بھلا ہو'' یہ تھیلی تیرے ہاتھ کیسے لگ گئی؟ میں نے اس سے پوچھا: کیا تو تھیلی کی خریدار کو پہچانتا ہے؟ عطار نے جواب دیا ہاں کیوں نہیں مجھے کوئی بھول ہے۔ تین دن ہوئے مجھ سے فلاں نامی ہاشمی دس تھیلیاں خرید کر لے گیا لیکن مجھے معلوم نہیں وہ اس سے کیا کچھ کرنا چاہتا تھا؟ اور ہاں بالکل یہ تھیلی انہیں میں ایک ہے۔ میں نے اس سے پھر پوچھا۔ کونسا فلاں ہاشمی؟ اس نے جواب دیا: وہ علی بن ریط کی اولاد سے ایک آدمی ہے وہ علی، جو مہدی کی اولاد سے ہے۔ اس کے بارے کہا جاتا ہے کہ وہ فلاں عظیم آدمی ہے لیکن وہ تمام لوگوں سے زیادہ برا، ظالم، مسلمانوں کی عزت کو خراب کرنے والا مسلمانوں کے خلاف سخت فریب کاریاں کرنے کا شوق رکھنے والا ہے۔

اس دنیا میں کوئی آدمی ایسا نہیں جو اس کی خبر خلیفہ معتضد تک پہنچا دے کیونکہ سارے

اس کے شر سے ڈرتے ہیں۔ اور اس وجہ سے کہ حکومت میں اس کا اثر ورسوخ موجود ہے اور اس کے پاس مال ودولت کی کثرت ہے۔ اس نے میرے ساتھ گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا اور اس ہاشمی کے بارے میں بری باتیں سنتا رہا یہاں تک کہ عطار نے کہا تجھے یہی بات کافی ہو گی کہ وہ کئی سال سے فلاں گانے والی عورت کی فلاں لونڈی کے ساتھ عشق کرتا تھا جو کہ نقش ونگار والے دینار اور چڑھے چاند کی مانند انتہائی حسین وجمیل اور بہترین گانے والی تھی۔ اس کے بارے اس کی مالکہ کے سامنے بھاؤ تاؤ کیا۔ لیکن اس کی مالکہ خریدار سے قیمت پر متفق نہ ہوئی جب چند دن قبل اسے یہ خبر پہنچی کہ اسکی مالکہ کسی خریدنے والے کے ہاتھ اسے بیچنا چاہتی ہے تو وہ آیا اس کی مالکہ کی طرف گیا اور اس سے کہا: کم از کم بطور امانت اسے تو میرے حوالے کردے اور میں اس کے خریدار کو پہنچادوں بعد اس کے کہ اس کا سودا پکا ہو جائے اور یہ کام تین دن میں مکمل ہو جائے گا۔

جب تین دن گزر گئے تو اس نے لونڈی کو غصب کرلیا اور اس کو یوں غائب کیا کہ اس کی خبر تک معلوم نہیں ہوئی اور دعویٰ یہ کیا کہ وہ اس کے گھر سے بھاگ گئی ہے حالانکہ آس پاس کے لوگ کہتے ہیں کہ اس نے اسے قتل کردیا ہے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ اس کے پاس موجود ہے ادھر اس کی مالکہ کے گھر صف ماتم بچھ گئی ہے۔ وہ مالکہ اسکے دروازہ پر آکر چیختی چلاتی رہی اور اپنے چہرہ پر طمانچے مار مار کر سیاہ کرلیا لیکن اسے کوئی فائدہ نہ ہوا جب معتضد نے سارا واقعہ سماعت کیا تو معاملہ کے انکشاف پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ شکر بجالایا اور فوراً ہاشمی کے گھر اپنے نمائندے بھیج کر اسے اپنے پاس بلالیا، گانے والی مالکہ کو بھی حاضر کر لیا، ہاتھ اور پاؤں نکال کر ہاشمی کے سامنے رکھ دیئے جب اس نے ان دونوں (ہاتھ پاؤں) کی طرف دیکھا تو اس کا رنگ اڑ گیا اور اپنی ہلاکت کا یقین کرتے ہوئے اعتراف جرم کرلیا، معتضد باللہ نے لونڈی کی قیمت اس کی مالکہ کو بیت المال سے دینے کا حکم دے دیا اور اسے واپس گھر لوٹا دیا پھر اس ہاشمی کو قید میں ڈال دیا یہ بھی روایت ہے کہ خلیفہ نے اسے قتل کردیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ بحالت قید ہی مر گیا۔

عضد الدولہ کی فراست

75۔ ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک آدمی حج کرنے چلا اور بغداد آیا جبکہ اس کے پاس موتیوں کے دانوں کا ایک ہار تھا جس کی قیمت ایک ہزار دینار کے مساوی تھی اس نے اسے فروخت کرنے کی کوشش کی لیکن مناسب قیمت نہ لگی چنانچہ وہ ایک عطار کے پاس آیا جو بھلائی میں مشہور تھا اس نے وہ ہار اسکے پاس ودیعت بطور (امانۃً) رکھ دیا پھر حج پر چلا گیا، حج سے فارغ ہوکر واپس لوٹا تو عطار کے پاس تحفہ لایا۔ عطار نے اسے دیکھ کر کہا! تو کون ہے (میں تجھے نہیں جانتا) اور یہ ہدیہ کیسا ہے؟

حاجی صاحب نے کہا میں اس ہار کا مالک ہوں جو میں نے تجھے بطور امانت دیا تھا۔ عطار نے جواباً اس سے کوئی کلام نہ کیا یہاں تک کہ اس کے سینے میں سخت طرح دھکا مارا اور دکان سے باہر پھینک دیا اور کہنے لگا میرے اوپر اسطرح کا جھوٹا دعویٰ کرتا ہے، یہ دیکھ کر لوگ جمع ہو گئے اور انہوں نے حاجی سے کہا تیرے لئے بربادی ہو یہ آدمی اس بات سے کئی درجے بہتر ہے جو تو اپنے جھوٹے دعویٰ کے ذریعے اسکے سر تھوپ رہا ہے حاجی حیران و پریشان ہوا، اس کی طرف بار بار آتا رہا لیکن وہ حاجی صاحب کو پہلے سے زیادہ گالیاں دیتا اور ہر بار مارتا پیٹتا، کسی شخص نے اسے نیک مشورہ دیا کہ اگر تو عضد الدولہ کے پاس چلا جائے تو وہ اس قسم کی چیزوں میں بڑی سمجھ اور عقل مندی سے کام لیتا ہے چنانچہ حاجی صاحب نے اپنا سارا قصہ ایک ورقہ پر تحریر کیا اسے ایک لفافہ میں ڈالا اور عضد الدولہ کے پاس پہنچا دیا۔ عضد الدولہ نے جب عام کچہری لگائی اور تمام کے خطوط پڑھتا ہوا اس تک پہنچا تو بلند آواز سے اس حاجی کا نام پکارا۔ حاجی سن کر بادشاہ کے پاس آیا بادشاہ نے زبانی اس سے ساری حالت دریافت کی حاجی نے سارا قصہ بیان کر دیا بادشاہ نے کہا: کل اس عطار کے پاس جانا، اس کی دکان پر بیٹھ جانا اور اگر وہ تجھے اپنی دکان پر بیٹھنے سے روکے تو اس کے بالمقابل دوسری دکان پر بیٹھنا، صبح سے شام تک بیٹھنا اور اس سے کوئی کلام نہ کرنا۔ اور اس طرح تین دن کرو، چوتھے دن میں تمہارے سامنے سے گزروں گا، میں تیرے پاس کھڑے ہوکر تجھے سلام کہوں گا لیکن تو نہ میرے لئے کھڑا ہونا صرف میرے سلام کا جواب

اور میرے سوالوں کے جواب لوٹانا جو میں اس کے بارے تجھ سے پوچھوں۔

پس جب میں واپس لوٹ آؤں تو پھر عطار کے پاس جا کر اپنے ہار کا دوبارہ ذکر کرنا پھر جو بات تجھ سے کہے مجھے آگاہ کرنا اگر وہ تجھے دے دے تو میرے پاس لے آنا وہ کہتا ہے کہ وہ عطار کی دکان پر آیا تا کہ وہاں بیٹھ سکے، اس نے بیٹھنے سے روک دیا تو وہ سامنے والی دکان پر تین دن بیٹھتا رہا۔ جب چوتھا دن آیا تو عضد الدولہ اپنے شاہی کروفر کے ساتھ وہاں سے گزرا جب اس نے خراسانی کو دیکھا تو ٹھہر گیا اور کہا ''السلام علیکم'' (سلامتی ہو تم پر اے مخاطب) خراسانی نے بغیر کوئی حرکت کیے جواباً کہا ''وعلیکم السلام'' (اور تم پر بھی سلامتی ہو اے متکلم) بادشاہ نے کہا اے میرے بھائی! آیا کر و تم تو ہمارے پاس کبھی آئے ہی نہیں اور نہ کبھی اپنی ضروریات ہمارے سامنے پیش کی ہیں اس نے وہی کچھ کہا جو کچھ بادشاہ نے اسے سکھایا تھا اور سیر حاصل کلام نہ کیا عضد الدولہ اس سے سوال کرتا اور اسے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتا۔ بادشاہ کھڑا تھا اور سارے کا سارا لشکر بھی ٹھہرا ہوا تھا یہ دیکھ کر خوف کی وجہ سے عطار مدہوش ہو گیا لیکن جب بادشاہ چلا گیا تو عطار بذات خود حاجی کی طرف بڑی توجہ کے ساتھ آیا اور کہا تیرا بھلا ہو، بتاؤ ناں یہ ہار تم نے کب میرے پاس امانت کے طور پر رکھا تھا اور یہ بھی بیان فرماؤ وہ کس چیز میں لپٹا ہوا تھا بس ایک مرتبہ تھوڑی تھوڑی نشانیوں کے حوالے سے مجھے یاد دلا دو قوی امید ہے اب وہ ضرور مجھے یاد آ جائے گا (حافظہ کمزور ہے بات بھول جاتی ہے محسوس نہ کرنا۔ اب میری عقل ٹھکانے لگی ہوئی ہے اور حافظہ درست کام کر رہا ہے بس ایک مرتبہ یاد دلاؤ سہی فوراً یاد آ جائے گا)

حاجی نے جواب میں کہا: اس کی نشانیوں میں سے یہ اور یہ ہے (ایک دو نشانیاں بیان کر دیں) عطار نشانیاں سنکر کھڑا ہوا اور تلاش کرنے لگا، پھر اس نے اپنے پڑے ہوئے ایک مٹکے کو توڑا جس میں ہار رکھا ہوا تھا، عطار نے کہا جناب ناراضگی معاف کرنا میں اسے اپنے پاس محفوظ مقام پر رکھنے کے بعد بھول گیا تھا اور اگر آپ مجھے اب یاد نہ دلاتے تو مجھے کبھی یاد نہ آتا، حاجی صاحب نے اپنا ہار حاصل کر لیا پھر اپنے دل میں سوچ کر کہا: عضد الدولہ کو بتانے میں آخر مجھے کیا فائدہ ہوگا، پھر دوبارہ اپنے جی میں کہا: شاید وہ یہ ہار خریدنا چاہتا ہو

چنانچہ وہ بادشاہ کے پاس گیا اور اسے آگاہ کیا، بادشاہ نے اس کو حاجب (دربان خاص) کے ساتھ عطار کی دکان پر بھیجا، اس نے وہ ہار عطار کے گلے میں لٹکا دیا اور اسے باعث عبرت بنانے کیلئے دکان کے دروازے پر سولی چڑھا دیا اور اس پر ندا دی گئی یہ اس آدمی کی سزا ہے جس کے پاس امانت رکھی جائے تاکہ وہ اس کی حفاظت کرے لیکن وہ خیانت کرتے ہوئے اس کا سرے سے انکار کر دے، جب پورا دن اسطرح گزر گیا تو حاجب خاص نے ہار لیا اور حاجی صاحب کے حوالے کر کے کہا، اب تشریف لے جایئے۔

76۔سلطان عضد الدولہ کے متعلق یہ بات بھی روایت کی گئی ہے کہ اس کے بعض امراء میں ایک ترکی نوجوان بھی تھا وہ دیوار کے سوراخ کے پاس کھڑے ہو کر اس میں ایک عورت کو دیکھا کرتا تھا۔

عورت کو پتہ چلا تو اس نے اپنے خاوند سے کہا: مجھ پر اس ترکی کو اس سوراخ سے دیکھنا حرام تھا کیونکہ وہ سارا سارا دن اس کی طرف دیکھتا رہتا ہے اور اس میں کوئی نہیں ہوتا۔ کہیں لوگ شک نہ کریں کہ میرے اس کے ساتھ برے تعلقات ہیں، میں نہیں جانتی کہ کیا کروں؟ تو اس کے خاوند نے جوابی کارروائی کے طور پر غیرت میں آ کر یہ مشورہ دیا کہ تو اس کو ایک خط لکھ اور اس میں کہہ کہ تیرے اس طرح کھڑا ہونے کا کوئی فائدہ نہیں ہے عشاء کے بعد میرے پاس آ بشرطیکہ لوگ رات کی تاریکی میں خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہے ہوں، اور میں دروازے کے پیچھے کھڑا ہوں گا اور جو اس کے ساتھ کرنا ہوا میں کر لوں گا پھر اس کا خاوند اٹھا اور دروازے کے پیچھے ایک قبر کی مانند لمبا گڑھا کھودا اور اس میں عاشق زار کے انتظار کرنے کیلئے کھڑا ہو گیا جب ترکی آیا تو اس نے کے لئے دروازہ کھولا جوں ہی ترکی داخل ہوا تو عورت کے خاوند نے اسے زور کا دھکا دیا وہ اس گڑھے میں گر پڑا اور ان دونوں نے مل کر اوپر سے مٹی کے ساتھ بھر دیا یعنی اسے زندہ درگور کر دیا کئی دن گزر گئے، اس کی کوئی خبر معلوم نہ ہو سکی، ایک دن عضد الدولہ نے اس کے بارے دریافت کیا تو اسے جواب دیا گیا، اس کے معاملہ میں ہمارے پاس کوئی خبر نہیں ہے، عضد الدولہ مسلسل سوچ و بچار کرتا رہا یہاں تک کہ اس نے اس گھر کے سامنے والی مسجد کے مؤذن کو بلانے کے لئے

آدمی بھیجا ظاہری طور پر پہلے اسے بڑی سختی کے ساتھ پکڑا۔

پھر اس سے کہا کہ یہ سو دینار لے لے اور جو حکم میں تجھے دوں اس پر عمل کر کے دکھا۔ جب تو اپنی مسجد کو لوٹ جائے تو اس رات اذان دیکر وہیں مسجد میں بیٹھ جانا پس وہ پہلا شخص جو تیرے پاس آئے اور میرے تجھے بلانے کا سبب تجھ سے دریافت کرے تو اس کے بارے مجھے آگاہ کرنا اس نے عرض کیا ہاں ٹھیک ہے پس اس نے ایسے ہی کیا چنانچہ وہ پہلا شخص جو اس مؤذن کے پاس آیا وہی بزرگ تھا (جس نے ترکی کو زندہ درگور کیا تھا) اس نے مؤذن سے کہا: میرا دل تجھ پر قربان ہو عضدالدولہ نے تجھ سے کس چیز کی خواہش کی ہے؟ جب صبح ہوئی تو مؤذن نے عضدالدولہ کو صورت حال سے خبردار کیا۔ عضدالدولہ نے شیخ کی طرف آدمی بھیج کر بلوا لیا پھر اس نے کہا: ترکی نے کیا کیا؟ شیخ نے جواب دیا: میں تجھے سچ بتاتا ہوں، میری پردہ دار خوبصورت بیوی ہے وہ ترکی اسے تاڑتا تھا اور گھر کے سوراخ کے نیچے کھڑا ہو جایا کرتا تھا، اس کے کھڑا ہونے کی وجہ سے رسوائی کے خوف سے وہ اکتا اور گھبرا گئی۔ تو میں نے اس کے ساتھ ایسا سلوک کیا عضدالدولہ نے کہا: اب اللہ کی حفاظت میں جاؤ (اس کے ساتھ درست سلوک ہوا ہے وہ اسی کے لائق تھا) نہ ہی لوگوں نے کوئی بات سنی ہے اور نہ ہی ہم نے کچھ کیا۔

77۔ محمد بن عبدالملک ہمدانی نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ عضدالدولہ کو ایک ایسی قوم کی خبر ملی جن کا تعلق کرد قبیلہ سے تھا اور وہ راستے لوٹا کرتے تھے یعنی ڈاکو تھے، وہ دشوار گزار پہاڑوں میں رہائش پذیر تھے کوئی شخص ان پر قدرت رکھنے والا نہیں تھا۔ بادشاہ نے ایک تاجر کو بلایا، ایک خچر اس کے حوالے کیا جس پر دو صندوق لدے ہوئے تھے جن میں ایسا حلوئی تھا جس میں زہر ملی ہوئی تھی وہ بہت زیادہ خوشبودار تھا۔ اس کو قیمتی برتنوں میں سجایا گیا تھا۔ اس تاجر کو کچھ دینار عطا کر کے حکم دیا کہ وہ ایک قافلہ لے کر جائے اور ظاہر یہ کرے کہ پار کے امراء کی بیگمات کے لئے یہ تحفے ہیں۔

چنانچہ تاجر نے ایسے ہی کیا اور بذات خود قافلہ کے آگے آگے چلنے لگا اچانک ڈاکوؤں کی قوم اتری (پہاڑ سے) اور سارا مال اور سامان چھین لیا، ان میں سے ایک وہ خچر لے کر

الگ ہو گیا اور جماعت سمیت پہاڑ پر چڑھ گیا جبکہ مسافر لوگ خالی ہاتھ باقی رہ گئے، جب اس نے دونوں صندوقوں کو کھولا، اس میں حلوئی اس حال میں پایا کہ اس کی خوشبو مشام جاں کو معطر کر رہی تھی اور منظر کو پر ہیبت بنا رہی تھی اس کی خوشبو عجیب قسم کی تھی۔ اس نے جانا کہ اس کے ہوتے ہوئے لوٹ مار ممکن نہیں ہے۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو بلایا ڈاکوؤں نے ایسا منظر دیکھا جیسا اس سے قبل نہ دیکھا تھا۔ سخت بھوک کے بعد اسکو کھانے میں مصروف ہو گئے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد لوٹے تو ایک دوسرے کے اوپر گر گر کر ہلاک ہونے لگے۔ تو جلدی جلدی اپنا مال، سامان اور ہتھیار لینے لگے اور لوٹا ہوا سارا مال لیکر واپس لوٹ گئے چنانچہ میں نے اس دھوکہ سے زیادہ تعجب انگیز واقعہ نہیں سنا جس نے آسانی کے ساتھ ظالموں کا اثر ختم کر دیا اور فسادی قوم کا کانٹا نکال دیا۔

78۔ ابن جوزی کہتے ہیں مجھے بتایا گیا کہ ایک تاجر خراساں سے حج کرنے کیلئے آیا، حج کی خاطر مال سامان تیار کرنے کے بعد اس کے پاس اس کے مال میں سے ایک ہزار دینار باقی رہ گیا جو اس کی فوری ضروریات سے فارغ تھا اس نے دل میں سوچ کر کہا: اگر میں ان کو اٹھا کر ساتھ لے جاتا ہوں تو چوری کا خطرہ رہے گا اور اگر کسی کے پاس امانت رکھتا ہوں تو امانت دار کے انکار کا خوف ہے چنانچہ وہ صحرا کی طرف گیا، اس نے ارنڈی کا پودا (جس سے کسٹرائل بنتی ہے) دیکھا، اس نے پودے کے نیچے گڑھا کھود کر مال دفن کر دیا دراں حالیکہ اسے کسی فرد بشر نے نہ دیکھا پھر وہ حج کرنے چلا گیا، حج سے فارغ ہونے کے بعد واپس آیا تو اس نے اس جگہ کو کھودا وہاں کوئی چیز نہ پائی یہ صورت حال دیکھ کر وہ رونے لگا اور اپنے چہرے پر طمانچے مارنا شروع کر دیا۔

جب لوگوں نے اس کا حال دریافت کیا تو کہا زمین نے میرا مال چوری کر لیا ہے جب اس پر زیادہ عرصہ گزر گیا تو کسی نے اس سے کہا: اگر تم عضد الدولہ کے سامنے بیان کرو کیونکہ وہ بڑی عقل مندی کا مالک ہے حاجی صاحب نے کہا: کیا وہ علم غیب جانتا ہے؟ اس سے کہا گیا اگر چہ وہ غیب تو نہیں جانتا لیکن پھر بھی اس کے پاس جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حاجی صاحب نے بادشاہ کو سارے قصہ کی خبر دی۔ بادشاہ نے اس کی بات سنکر حکیموں کو جمع

کیاان سے پوچھا کیاتم لوگوں نے اس سال ارنڈی کی جڑوں کے ساتھ دوائی بنا کر کسی کو دی ہے۔ان میں سے ایک حکیم بولا: ہاں میں نے فلاں شخص کو دوائی دی ہے اور وہ تیرے خاص آدمیوں میں سے ایک ہے بادشاہ نے کہا: اس کو میرے پاس بلاؤ چنانچہ وہ آیا۔ بادشاہ نے اپنے خاص آدمی سے کہا: کیا تو نے اس سال ارنڈی کی جڑوں کی دوائی لی ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں۔ بادشاہ نے دریافت کیا: وہ جڑیں تیرے پاس کون لایا؟ فلاں فراش۔

اس نے کہا: اس کو میرے پاس لاؤ پس وہ آیا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا: تو نے ارنڈی کی جڑیں کس جگہ سے لیں؟ بادشاہ کو جواب ملا فلاں جگہ سے لی ہیں۔ بادشاہ نے کہا: اس آدمی (مال والا) کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور وہ جگہ دکھاؤ جہاں سے تو نے وہ جڑیں لی ہیں پس وہ مال والے آدمی کو اس پودے تک اپنے ساتھ لے گیا۔ اور اس سے کہا اس پودے میں سے لی ہیں مال والے آدمی نے خوشی سے پکارا: قسم بخدا! اسی جگہ میں نے اپنا مال چھوڑا تھا۔ وہ فوراً عضد الدولہ کی طرف لوٹ کر آیا اور اسے صورت حال سے خبردار کیا یہ سنکر بادشاہ نے فراش کو حکم دیا۔ مال لے آؤ۔ اس نے بہانہ کیا اور پس و پیش سے کام لیا تو بادشاہ نے اسے ڈرایا دھمکایا تو اس نے سارا مال پیش کر دیا۔

79۔ابوالحسن بن ہلال بن محسن صابی نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں مجھے ایک تاجر نے بیان کیا اور کہا: میں چھاؤنی میں تھا، اتفاق یوں ہوا کہ سلطان جلال الدولہ ایک دن اپنے معمول کے مطابق شکار کھیلنے کیلئے سواری پر سوار ہوا۔ جوں ہی باہر نکلا تو ایک سوادی (سواد کا رہنے والا) نے روتے ہوئے ملاقات کی بادشاہ نے پوچھا تجھے کیا ہے؟ اس نے جواب دیا مجھے تین غلام ملے ہیں جنہوں نے بھاری تربوز چھین لیا ہے جو میرے پاس تھا اور وہی میرا سارا مال تھا۔ بادشاہ نے کہا: چھاؤنی میں چلا جا وہاں ایک سرخ رنگ کا گنبد ہے اس کے پاس بیٹھ جا اور دن کے آخری حصے تک وہیں بیٹھا رہ پھر میں واپس آ جاؤں گا اور تجھے کچھ عطا کروں گا جو تجھے غنی کر دے گا چنانچہ جب بادشاہ واپس آیا تو اس نے ایک خادم سے کہا: مجھے تربوز کی خواہش ہے۔ جا کر لشکر اور اس کے خیموں میں کسی جگہ پر تلاش کرو۔ اس نے حکم پر عمل کیا اور تربوز لا کر پیش کر دیا بادشاہ نے کہا: یہ تم نے کس کے پاس دیکھا ہے؟

اسے جواب ملا فلاں پہرے دار کے خیمے کے اندر سے ملا ہے بادشاہ نے کہا اسے حاضر کرو جب وہ آیا تو بادشاہ نے اس سے کہا: یہ تربوز تم نے کہاں سے لیا؟ اس نے جواب دیا: غلام اسے لے آئے اس نے کہا: اس گھڑی وہ مجھے مطلوب ہیں۔ وہ پہرے دار گیا جبکہ وہ بہت شرم محسوس کر رہا تھا۔ غلام اس خوف سے بھاگ گئے کہ کہیں انہیں قتل نہ کر دیا جائے۔ پہرے دار نے واپس آ کر بتایا کہ جب انہیں معلوم ہوا کہ بادشاہ بلا رہے ہیں وہ بھاگ گئے ہیں۔ بادشاہ نے کہا: سوادی کو بلاؤ پس اسے حاضر کیا گیا۔ بادشاہ نے اس سے کہا یہ وہی تربوز ہے جو تجھ سے لیا گیا؟ اس نے جواب دیا ہاں وہی ہے بادشاہ نے کہا: اسے اور پہرے دار کو پکڑ لے یہ تیری ملکیت ہوگا میں تیرے سپرد کرتا ہوں اور تجھے ہبہ کرتا ہوں یہاں تک کہ وہ حاضر ہو جائیں جنہوں نے تجھ سے تربوز لیا ہے قسم بخدا! اگر تو نے اسکو آزاد کیا تو میں تیری گردن اڑا دوں گا۔ سوادی نے حاجب کا ہاتھ پکڑا اور اسے لیکر روانہ ہو گیا۔ آگے جا کر حاجب نے تین سو دینار کے بدلے اپنے آپ کو خرید لیا۔ سوادی بادشاہ کے پاس آیا اور کہا: اے بادشاہ سلامت! میں نے وہ غلام تین سو دینار کے عوض بیچ دیا جو آپ نے مجھے عطا کیا تھا بادشاہ نے کہا کیا تو اس بات پر راضی ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں راضی ہوں۔ بادشاہ نے کہا: ان پر قبضہ کر لے اور با سلامت چلا جا۔

80۔صابی کہتا ہے مجھے اس شخص نے حکایت بیان کی جو اصفہان میں حاضر تھا۔ اس نے کہا: بادشاہ کے پاس ایک ترکمانی آیا جس نے دوسرے ترکمانی (ترکمان کا رہنے والا) کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ جب وہ دونوں اس کے پاس داخل ہوئے۔ پہلے ترکمانی نے کہا: اس آدمی نے میری بیٹی سے منہ کالا کیا ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپکو بتانے کے بعد میں اسے قتل کر دوں۔ بادشاہ نے کہا: نہیں بلکہ تو اس کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کر دے مہر ہم اپنے خزانہ خاص سے ادا کر دیتے ہیں۔ ترکمانی نے کہا: میں اسکے قتل کے علاوہ کسی بات پر قناعت نہ کروں گا۔ بادشاہ نے کہا: تلوار لاؤ، تلوار لائی گئی بادشاہ نے اسے بے نیام کر کے باپ سے کہا ادھر آؤ جب وہ قریب آیا۔ تلوار اسے عطا کر دی اور نیام اپنے ہاتھ میں پکڑ کر اسے حکم دیا کہ تلوار اپنے ہاتھ سے اس نیام میں ڈالو چنانچہ جب بھی وہ آدمی ڈالنے کا ارادہ کرتا بادشاہ نیام کو

ادھر ادھر کر لیتا، اس کے لئے تلوار داخل کرنا ممکن نہ ہوا، اس نے عرض کیا: اے بادشاہ سلامت! آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں بادشاہ نے کہا: اسی طرح تیری بیٹی کا اگر اس کا ارادہ نہ ہوتا تو اس کے ساتھ یہ کام نہ ہوتا۔ اگر تو اس آدمی کو اس کے فعل کی وجہ سے قتل کرنا چاہتا ہے تو پھر دونوں کو قتل کر پھر نکاح خوان کو بلایا اور اس آدمی کا نکاح اس لڑکی کے ساتھ کر کے اس کا مہر اپنے خزانہ سے خود ادا کر دیا۔

خلیفہ مکتفی باللہ کی فراست

81۔ حسین بن حسن بن احمد بن یحییٰ واثقی کا قول ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میرا دادا مکتفی باللہ کی بغداد پولیس کا انچارج تھا اس کے زمانہ میں چوروں نے اودھم مچا رکھا تھا۔ چنانچہ تاجر اکٹھے ہوئے اور مکتفی کے سامنے ظلم کی فریاد پیش کی خلیفہ نے اس پر لازم کیا کہ چوروں کو گرفتار کر کے حاضر کرو یا مال کی چٹی ادا کر دو۔

یہ حکم سن کر (میرے دادا) پولیس انچارج از حد پریشان ہوا یہاں تک کہ وہ خود اکیلا سواری پر سوار ہوتا اور رات دن چکر لگاتا رہتا حتیٰ کہ ایک دن بغداد کی جانب میں ایک خالی گلی کے اندر اس کا گزر ہوا، وہ اس میں داخل ہو گیا اس کے اندر اس نے اجنبی معاملہ محسوس کیا، اس میں ایک اور گلی کو دیکھا جو بند تھی پس وہ بند گلی میں داخل ہو گیا تو گلی کے گھروں میں سے ایک دروازے پر اس نے بڑی مچھلی کا کانٹا دیکھا، پیٹھ کی بڑی ہڈی بھی دیکھی جس کا اندازہ ہوا کہ اس میں مچھلی ایک سو بیس رطل ہو گی اس نے مچھلی تیار کرنے والوں میں سے ایک سے کہا: اللہ تیرا بھلا کرے، اس مچھلی کی ہڈیوں کو جو تو دیکھتا ہے اس کی قیمت کا اندازہ کتنا لگاتا ہے؟ اس نے جواب دیا: ایک دینار (سونے کا سکہ (اشرفی) اس نے کہا: اس گلی والوں کے حالات تو اس قسم کی مچھلی خریدنے کی متحمل نہیں ہیں کیونکہ یہ گلی اترائی میں صحرا کی طرف کھلتی ہے اس میں رہائش پذیر ہونے کیلئے وہ شخص ڈرتے ہوئے نہیں اترے گا جس کے پاس کچھ ہے یا اسکے پاس اتنا مال ہے جس میں اس قسم کا خرچہ کر سکے کہ یہ کوئی آزمائشی بات ہے جسکا پردہ فاش کرنا ضروری ہے اس آدمی نے اسکو بعید از قیاس سمجھا اور کہا یہ بڑی دور کی سوچ ہے۔

اس نے کہا: اس گلی سے ایک عورت بلاؤ ہم اس سے گفتگو کریں گے۔ایک کارندے نے کانٹے والوں کا دروازہ چھوڑ کر ایک دروازہ کھٹکھٹایا اور پانی مانگا۔اس گھر سے ایک کمزور بوڑھی عورت نکلی پس وہ مسلسل جام پہ جام مانگتا رہا وہ عورت انہیں پلاتی رہی اور واثقی اس دوران گلی اور اس کے رہنے والوں کے حالات کے بارے سوالات کرتا رہا اور عورت اس کے انجام سے بے خبر ہو کر اس کو خبردار کرتی رہی۔حتی کہ واثقی نے اس عورت سے کہا: اس گھر میں کون رہتا ہے اور اشارہ اس گھر کی طرف کیا جس پر مچھلی کی ہڈیاں لٹکی ہوئی تھیں عورت نے جواب دیا۔قسم بخدا! اس گھر میں رہنے والوں کی حقیقت کا تو ہمیں کوئی علم نہیں صرف اتنا معلوم ہے کہ اس میں پانچ بدمعاش قسم کے نوجوان ہیں گویا کہ وہ تاجر ہیں جو ایک ماہ سے یہاں اترے ہوئے ہیں ہم دن کے وقت انہیں نکلتا ہوا نہیں دیکھتے۔لمبی دیر کیلئے وہ باہر ہی رہتے ہیں۔ہم ان میں سے صرف ایک کو ضرورت کے وقت نکلتا ہوا اور پھر جلدی واپس لوٹتا ہوا دیکھتے ہیں۔وہ سارا دن اکٹھے رہتے ہیں کھاتے، پیتے اور شطرنج (ایک قسم کا کھیل ہے) اور نرد (ایک کھیل ہی ہے) کھیلتے رہتے ہیں ان کے پاس ایک بچہ ہے جوان کی خدمت کرتا ہے جب رات کا وقت ہوتا ہے تو وہ اپنے اس گھر کی طرف لوٹ جاتے ہیں جو کرخ (ایک مقام کا نام) کے مقام پر ہے۔اس خادم بچے کو اپنے اس گھر میں چھوڑ جاتے ہیں جو اس کی حفاظت کرتا ہے۔رات میں جب سحر پھوٹتی ہے وہ آ جاتے ہیں اس حال میں کہ ہم سوئے ہوتے ہیں ان کے واپس آنے کا صحیح وقت ہم سمجھ نہیں سکتے راوی کہتا ہے۔والی نے پانی مانگنے کا سلسلہ منقطع کر دیا اور بوڑھی عورت اپنے گھر میں داخل ہوگئی تو اس نے آدمی سے کہا: کیا یہ چوروں کا سا طریقہ ہے یا نہیں؟ اس آدمی نے کہا: گھر کے چاروں طرف گھیرا تنگ کر دو اور مجھے اس کے دروازے پر ہی رہنے دو اس نے فوراً حکم جاری کیا اور دس اور آدمی منگوائے، ان کو پڑوسیوں کے مکانوں کی چھتوں سے داخل کر دیا اس نے خود دروازہ کھٹکھٹایا۔لڑکا آیا، اس نے دروازے کھولا تو وہ خود اور دوسرے آدمی اسکے ساتھ داخل ہو گئے، چوروں کی قوم میں سے کوئی ایک بھی بھاگنے نہ پایا، ان سب کو گرفتار کر کے پولیس اسٹیشن لائے اور ان سے اپنے مخصوص طریقہ کے ذریعے اعتراف واقرار کروایا، یہی وہ لوگ

تھے جنہوں نے خیانت کی کارروائیاں کی تھیں، انہوں نے اپنے باقی ساتھیوں پر رہنمائی کی تو اس نے ان کا پیچھا کیا، یعنی واثقی نے وغیرہ وغیرہ۔

احمد بن طولون کی فراست

82۔فراست کے عجیب وغریب واقعات میں سے چند واقعات ایسے ہیں جو احمد بن طولون کے بارے میں مذکور ہیں ایک دفعہ وہ اپنی اس محفل میں بیٹھا ہوا تھا جس میں وہ خوشگوار موڈ میں ہوتا تھا (سیر وتفریح کیا کرتا تھا)۔

اسی دوران جب اس نے پرانے کپڑوں میں ملبوس ایک سائل دیکھا تو اس نے روٹی میں لپیٹ کر مرغی اور حلویٰ رکھا اور اپنے ایک غلام سے کہا یہ اس کے حوالے کر دے۔ جب غلام نے وہ روٹی اس کے ہاتھ پر رکھی تو نہ اس نے خوشی کا مظاہرہ کیا اور نہ ہی اس کی کوئی پروا کی۔احمد نے غلام سے کہا: اسے میرے پاس بلا کر لے آؤ۔ جب وہ آ کر اس کے سامنے کھڑا ہوا تو احمد نے اس سے گفتگو کرنا چاہی اس نے خوبصورت انداز میں جواب دیا اور اس کے رعب وجلال سے پریشان نہ ہوا۔احمد نے اس سے کہا: لاؤ وہ خطوط جو تمہارے پاس ہیں اور مجھے سچ بتاؤ تجھے کس نے بھیجا ہے میرے نزدیک یہ بات درست ثابت ہو چکی ہے کہ تو کوئی خبر لئے پھرتا ہے۔محض سوالی نہیں۔کوڑے لگانے والوں کو بلوایا تو اس نے اعتراف کر لیا۔ بعد میں احمد کے ایک ہم نشین نے کہا: قسم بخدا! یہ جادو ہے جس کے ذریعے حالات معلوم کر لیتے ہیں۔اس نے جواب دیا: یہ جادو نہیں ہے۔لیکن یہ تو سچی فراست ہے۔

بس میں نے اس کی بری حالت کو ملاحظہ کیا تو میں نے اس کی طرف کھانا بھیجا یہ اس کی طرف اشارہ ہے کہ بھوکا ہوگا تو کھائے گا۔ وہ اس سے خوش نہ ہوا اور نہ ہی اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔تو یہ دیکھ کر میں نے اسے اپنے پاس بلا لیا۔اس نے میرے ساتھ اعتمادی قوت کے ساتھ ملاقات کی جب میں نے ایک طرف اس کے پرانے کپڑوں کو دیکھا دوسری طرف اس کی قوت اعتمادی کو دیکھا تو میں جان گیا کہ وہ صاحب خبر ہے چنانچہ ایسا ہی تھا۔

83۔ایک دن آپ نے ایک قلی کو دیکھا جو ایک صندوق اٹھائے ہوئے تھا جس کے نیچے وہ کانپ رہا تھا آپ نے کہا: اگر یہ کانپنا بوجھ کی وجہ سے ہوتا تو مزدور کی گردن بھی جھکی ہوئی

ہوتی حالانکہ میں اس کی گردن کو سیدھا اور درست دیکھ رہا ہوں، میں نہیں سمجھتا کہ یہ معاملہ خوف کے علاوہ کسی اور وجہ سے ہو۔ آپ نے اسے صندوق اتارنے کا حکم دیا دیکھا تو اس میں مقتولہ لونڈی تھی جس کے اعضاء کاٹ دیئے گئے تھے۔ آپ نے اس سے کہا: اس لونڈی کی حالت کے بارے میں مجھے سو فیصد سچی بات بتاؤ۔

اس نے جواب دیا: فلاں عورت کے گھر میں چار آدمی تھے جنہوں نے مجھے یہ دینار دیئے اور مجھے اس مقتولہ کو اٹھا کر باہر پھینکنے کا حکم دیا۔ آپ نے اسے مارا اور ان چار آدمیوں کو قتل کر دیا۔ وہ بھیس بدل کر چکر لگایا کرتا اور اماموں کی قرأت سماعت کیا کرتا تھا۔

84۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے اپنے ایک با اعتماد آدمی کو بلایا اور کہا: یہ دینار لے لو اور فلاں امام مسجد کو دے آؤ کیونکہ وہ غریب غافل دل والا ہے۔ وہ حکم بجالایا، اس امام کے پاس ہم مجلس ہوا، لمبی دیر تک میٹنگ کرتا رہا۔ تو اسے معلوم ہوا کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے رکھی ہے اور اب اس کے پاس ضرورت کی کوئی چیز نہیں ہے۔ آپ نے کہا تو نے سچ بولا ہے۔ میں نے تو اسکے دل کی غفلت کو اس کی قرأت میں کثیر اغلاط سے پہچان لیا تھا۔

ایاس بن معاویہ کی فراست

85۔ سفیان بن حسین کہتے ہیں ایک دفعہ میں نے ایاس بن معاویہ کے ایک آدمی کا ذکر برے لفظوں میں کیا یہ سن کر انہوں نے میرے چہرے کی طرف پوری توجہ کے ساتھ دیکھا اور کہنے لگے، کیا تو نے رومیوں کے ساتھ جنگ کی ہے؟ میں نے جواب دیا نہیں انہوں نے پھر پوچھا: کیا سندھ، ہندوستان یا ترکوں کے ساتھ جنگ کی ہے؟ میں نے جواب دیا: نہیں انہوں نے کہا: رومی، سندھی، ہندوستانی اور ترکی تو تیرے ہاتھوں محفوظ رہے لیکن تیرا مسلمان بھائی تجھ سے محفوظ نہ رہا؟

سفیان کہتے ہیں اس کے بعد میں کبھی بھی ان کے پاس نہیں گیا۔

اصمعی نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے۔ میں نے ایاس بن معاویہ کو ثابت بنانی کے گھر میں دیکھا وہ سرخ رنگ والے، لمبے بازوں والے، موٹے کپڑے زیب تن کئے ہوئے، اپنے عمامہ کو رنگ لگاتے تھے، اور زبردست قادر الکلام انسان تھے، جو آدمی

بھی ان سے محو گفتگو ہوتا تو اس پر غالب آ جاتے تھے ایک آدمی نے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔ آپ میں سوائے اس کے کوئی عیب نہیں کہ آپ گفتگو زیادہ کرتے ہیں انہوں نے جواباً کہا: میری گفتگو حق ہوتی ہے یا باطل؟ جواب دیا گیا: بلکہ حق و صداقت پر مبنی ہوتی ہے۔

انہوں نے فرمایا: جب بھی حق زیادہ ہو گا تو وہ نری خیر ہی خیر ہے۔

ایک مرتبہ کسی آدمی نے موٹے کپڑوں والا لباس پہننے کے سلسلہ میں آپ کو ملامت کی، تو فرمایا: میں کپڑے اس لئے پہنتا ہوں کہ وہ میری خدمت کریں نہ کہ اس لئے پہنتا ہوں کہ مجھے ان کی خدمت کرنا پڑ جائے۔

ایک اور مقام پر اصمعی کہتے ہیں کہ ایاس بن معاویہ نے کہا: بے شک آدمی کی بزرگ ترین خصلت صدق لسان (زبان کی سچائی) ہے۔ ہر وہ شخص جو فضیلت صدق سے عاری ہو تو وہ اپنے اخلاق میں ایک معزز ترین خلق نہ ہونے کی وجہ سے مصیبت میں مبتلا ہوا۔

86۔ ایک آدمی نے کہا حضرت ایاس سے کسی شخص نے نبیذ (انگور کی شراب) کے بارے سوال کیا آپ نے جواب دیا: حرام ہے، اس آدمی نے پھر سوال کیا: مجھے پانی کی حلت و حرمت کے بارے میں خبر دیں آپ نے فرمایا: حلال ہے اس نے کہا: گوشت کے بارے کیا حکم ہے؟ فرمایا۔ حلال ہے۔ اس نے پوچھا: کھجور کے بارے کیا فرمائیں گے آپ نے جواب دیا: کھجور کا استعمال جائز ہے۔ اس آدمی نے دریافت کیا پھر کیا وجہ ہے جب یہ ساری چیزیں جمع ہو جائیں تو حرام ہو جاتی ہیں۔ حضرت ایاس نے (اسے مثال دیتے ہوئے جواباً) کہا: کیا خیال ہے اگر میں تجھے مٹی کی اس مٹھی کے ساتھ ماروں تو تجھے تکلیف ہو گی؟ اس نے جواب دیا: نہیں ہو گی۔ آپ نے فرمایا: بھوسہ کی یہ مٹی تکلیف پہنچائے گی؟ اس نے کہا، کوئی تکلیف نہیں پہنچائے گی، پھر آپ نے فرمایا: اس چلو پانی سے درد ہو گا؟ وہ کہنے لگا: جناب اس سے مجھے کوئی درد نہ ہو گا آپ نے فرمایا: اب تیرا کیا خیال ہے۔ یہ ایک چیز اس دوسری چیز کے ساتھ اور وہ دوسری اس پہلی چیز کے ساتھ مل جائے یہاں تک کہ گارا بن جائے پھر تو اسے رکھ چھوڑے حتیٰ کہ پتھر کا روپ دھار لے پھر میں تجھے ماروں کیا تکلیف ہو گی اوہ! قسم بخدا! اس سے تو آپ مجھے قتل کر سکتے ہیں، آپ نے فرمایا اسی طرح یہ اشیاء بھی

جب مل جائیں تو حرام ہو جاتی ہیں۔ بھیگے ہوئے چھوہارے اور منقیٰ کا پانی جس کو تھوڑا سا پکا لیا جائے اسے نبیذ کہتے ہیں۔

87۔ حضرت ایاس بن معاویہ کے پاس چار عورتیں آئیں تو حضرت ایاس نے فرمایا: ان میں ایک تو حاملہ ہے دوسری دودھ پلانے والی، تیسری شوہر دیدہ اور چوتھی کنواری ہے۔ لوگوں نے تحقیق کی تو معاملہ کو ایسے ہی دیکھا جیسے آپ نے فرمایا تھا۔ لوگوں نے پوچھا جناب آپ نے کیسے پہچان لیا؟

آپ نے جواب دیا: وہ حاملہ میرے ساتھ کلام کرتے ہوئے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھاتی تھی میں پہچان گیا کہ حاملہ ہے۔ دوسری دودھ پلانے والے والی تو وہ اپنے پستانوں پر ہاتھ پھیرتی تھی۔ میں نے اسکے مرضعہ (دودھ پلانے والی) ہونے کا اندازہ لگالیا۔ ثیبہ (شوہر دیدہ) میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کلام کر رہی تھی۔ میں نے اس کے ثیبہ ہونے کو جان لیا۔ رہی وہ باکرہ تو میرے ساتھ کلام کرتے وقت اس کی آنکھیں زمین میں گڑی ہوئی تھیں۔ میں نے اس کے کنوار پن کی نشاندہی کر لی۔

88۔ مدائنی نے روح سے روایت بیان کی ہے کہ ایک مرتبہ کسی آدمی نے نوجوانان امت میں سے ایک کے پاس مال بطور امانت رکھا۔ ضرورت پڑنے پر وہ اس کے پاس آیا اور اپنے مال کا مطالبہ کیا۔ اس نے واپس لوٹانے سے انکار کر دیا۔ وہ آدمی حضرت کے پاس آیا اور آپ کو خبردار کیا۔ حضرت ایاس نے اس سے فرمایا: واپس ہو جا اور اپنے معاملہ کو پوشیدہ رکھ اور اس شخص کو اس بات سے آگاہ نہ کرنا کہ تو میرے پاس آیا تھا۔ پھر دو دن گزرنے کے بعد دوبارہ میری طرف لوٹ آنا، حضرت ایاس نے مودع (جس کے پاس امانت تھی) کو بلایا اور اس سے فرمایا: میرے پاس بہت سا مال موجود ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ بطور امانت تیرے حوالے کر دوں کیا تیرا گھر محفوظ قلعے کی مانند ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں جناب بہت محفوظ ہے آپ نے کہا: تو ایک جگہ اس کے لئے تیار کر لے اور دو مزدور بھی بلا لے جبکہ مودع (امانت رکھنے والا) ایاس کے پاس دوبارہ آیا، حضرت ایاس نے فرمایا: اب تو اپنے امانت دار ساتھی کے پاس جا کر اپنا مال طلب کر۔ اگر وہ تجھے دے دے تو بہتر اور انکار

کرے تو اس سے کہہ دینا: میں قاضی کو بتاتا ہوں۔ امانت رکھنے والا آدمی اپنے ساتھی کے پاس آیا۔ اور کہا میرا مال دے دو ورنہ میں قاضی کے پاس جا کر تیری شکایت کر دوں گا اور اسے اپنا معاملہ عرض کر دوں گا امین آدمی نے اس کا مال حوالے کر دیا تو وہ آدمی ایاس کے پاس آیا اور بتایا کہ جناب اس نے میرا مال مجھے عطا کر دیا ہے بعدازاں امین اپنے وعدہ کے مطابق حضرت ایاس کے پاس آیا۔ تو آپ نے اسے جھڑکا اور زجر فرمایا اور اے خیانت کرنے والے! میرے قریب مت ہو۔

89۔ یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ واسط میں ایک دفعہ ایک ثقہ آدمی عہدہ قضاء حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

کسی نے اس کے گواہوں میں سے ایک آدمی کے پاس ایک سربمہر تھیلی بطور امانت رکھی اور کہا اس میں ہزار دینار ہیں اور چلا گیا۔ جب اسے غائب ہوئے کافی عرصہ گزر گیا تو شاہد نے تھیلی کو نیچے سے پھاڑا اور اس میں سے دینار نکال کر اس کی جگہ دراہم رکھ دیئے اور دوبارہ اسی طرح سلائی کر دی جیسے پہلے تھی۔ اس کا ساتھی بھی آ گیا، اس نے اپنی امانت کا مطالبہ کیا۔ تو اس نے تھیلی اس کی مہر کے ساتھ اس کے حوالے کر دی کہ بظاہر اس میں کوئی تبدیلی معلوم نہ ہوتی تھی۔ چنانچہ جب اس نے تھیلی کو کھولا اور صورت حال کو دیکھا تو وہ واپس لوٹ آیا اور کہا: میں نے تجھے دینار امانت کے طور پر دیئے تھے اور تو نے مجھے دراہم واپس کئے ہیں اس نے جواب دیا تیری تھیلی تیری ہی لگی مہر کے ساتھ موجود ہے۔

اس آدمی نے قاضی کی عدالت میں اس کے خلاف دعویٰ دائر کیا۔ قاضی نے مودع (جس کے پاس امانت رکھی جائے) کو حاضر کرنے کا حکم دیا جب وہ قاضی صاحب کے سامنے آیا تو قاضی صاحب نے اس سے کہا: کتنا عرصہ ہوا اس نے یہ تھیلی تیرے پاس امانت رکھی؟ اس نے جواب دیا: پندرہ سال ہو گئے ہیں۔ قاضی صاحب نے ان دراہم کو لے کر ان کی مہر کو پڑھا تو ان پر دو اور تین سال کی مہر لگی ہوئی نظر آئی۔ قاضی صاحب نے اسے دینار ادا کرنے کا حکم دیا۔ اور اسے زجر و توبیخ فرمائی اسکے خلاف منادی کرا دی۔

90۔ ایک آدمی نے دوسرے آدمی کے پاس مال امانتاً رکھا تو مانگنے پر اس نے انکار کر دیا

امانت رکھنے والے نے حضرت ایاس کے پاس اس کے خلاف دعویٰ دائر کیا انہوں نے اس سے پوچھا تو اس نے انکار کر دیا حضرت ایاس نے مدعی سے کہا تو نے کہاں اس کے حوالے کیا تھا؟ اس نے جواب دیا صحراء میں آپ نے پوچھا وہاں کیا تھا اس نے جواب دیا ایک درخت انہوں نے کہا اس کی طرف جا شاید تو اپنا مال اس کے پاس دفن کر کے بھول گیا ہو اور درخت کو دیکھنے سے تجھے یاد آ جائے پس وہ چلا گیا تو آپ نے خصم سے کہا تو اپنے ساتھی کے واپس آنے تک یہاں بیٹھ جا۔ حضرت ایاس دوسرے مقدمات کے فیصلے بھی کرتے رہے اور لحہ بہ لحہ اسکی طرف دیکھتے رہے اور پھر اس سے کہا اے فلاں کیا تیرا ساتھی اس درخت کے پاس پہنچ چکا ہوگا؟ اس نے جواب دیا نہیں: آپ نے فرمایا اے اللہ کے دشمن! تو خیانت کرنیوالا ہے۔ اس نے کہا مجھے معاف فرما۔ آپ نے کہا اللہ تعالیٰ تجھے کبھی معاف نہ کرے اور حکم دیا کہ اس آدمی کے آنے تک اسکی نگرانی کی جائے۔ جب آدمی آیا تو اس سے کہا اسے اپنے ساتھ لے جا اور اپنا حق لے لے۔

91۔ حماد بن سلمہ نے کہا: میں نے ایاس ابن معاویہ کو اس حال میں دیکھا کہ وہ ایک ایسے آدمی کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے جس نے کوئی چیز رہن رکھی ہوئی تھی چنانچہ مرتہن (جس کے پاس کوئی چیز گروی رکھی جائے) کہتا تھا میں نے اسے دس کے بدلے میں رہن رکھا تھا اور راہن (گروی رکھنے والا) کہتا تھا میں نے پانچ کے بدلے اسے گروی رکھا تھا ایاس نے ابن معاویہ نے کہا اگر راہن کے پاس گواہ موجود ہیں اس نے اس کے پاس اس شرط پر رہن رکھا تو راہن کی بات معتبر ہے اور اگر اس کے پاس گواہ نہیں ہیں تو رہن اس کے حوالے کر دے جبکہ رہن مرتہن کے قبضہ میں ہے۔ تو اس صورت میں مرتہن کا قول معتبر ہو گا کیونکہ جب رہن اس کے پاس تھی اگر وہ چاہتا تو رہن کا انکار کر دیتا حالانکہ اس نے انکار نہیں کیا۔

میں (مصنف ھذا الکتاب) کہتا ہوں: اس مسئلہ میں یہی تیرا قول ہی معتبر ہے۔ اور خوبصورت ترین اقوال میں سے ہے۔ کیونکہ جب رہن (گروی چیز) اسکے قبضے میں موجود ہے اور راہن (گروی رکھنے والے) کے پاس کوئی گواہ بھی موجود نہیں ہے۔ تو اس کا گروی

چیز کا اقرار کر لینا ہی اس کے سچا ہونے کی دلیل ہے دوسری وجہ یہ کہ وہ حق کو ثابت کرنے والا۔

اور اگر وہ راہن کے حق کو باطل کرنے والا ہوتا (یعنی باطل کرنے پر اس کا ارادہ ہوتا) تو وہ سرے سے ہی گروی چیز کا انکار کر دیتا۔

حضرت امام مالک اور ہمارے شیخ (ابن جوزی) رحمہما اللہ مرتہن کے قول کو معتبر سمجھتے ہیں۔ جب تک کہ اس نے گروی چیز کی قیمت پر اضافہ نہیں کیا۔

حضرت امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور امام احمد رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ بغیر کسی قید کے ہر صورت میں قول راہن (گروی رکھنے والا) ہی معتبر ہوگا۔

اور حضرت ایاس یہ بھی فرماتے ہیں ہر وہ شخص جو بذات خود کسی چیز کا اقرار کر لے حالانکہ اسپر گواہ موجود نہ ہوتو اس کا قول معتبر سمجھا جائے گا۔

اور یہ بھی خوبصورت ترین فیصلہ ہے (عند صاحب هذا الکتاب) کیونکہ اس کا اقرار و اعتراف اسکی صداقت کی واضح نشانی ہے چنانچہ جب کوئی شخص اس کے خلاف ہزار کا دعوی کرے کہ اس نے دینے ہیں اور مدعی کے پاس اپنی بات ثابت کرنے کیلئے گواہی دینے والا کوئی آدمی موجود نہ ہو۔ اور مدعی علیہ (جس پر دعویٰ کیا گیا ہے) جواباً کہے: مدعی (دعویٰ کرنے والے) نے سچ کہا مگر میں نے تو وہ ہزار اسے ادا کر دیا تھا تو اس صورت میں قول اسی آدمی کا معتبر ہوگا جو اعتراف و اقرار کرنے والا مدعی علیہ ہے۔

اسی طرح ہی اسی کا قول معتبر ہوگا اس صورت میں کہ جب اس نے کسی کے حق میں یہ اقرار کیا کہ بے شک اس نے اس کے مورث (جس کا وہ وارث بنا ہے) سے امانت لے کر قبضہ حاصل کیا تھا حالانکہ اس پر کوئی گواہی موجود نہ ہو اور ساتھ ہی دعویٰ کرتا ہے کہ وہ امانت اسے واپس بھی کر دی تھی۔

92۔ بصری ابراہیم بن مرزوق کہتے ہیں دو آدمی حضرت ایاس بن معاویہ کے پاس آئے جو کہ دو چادروں کے بارے میں ایک دوسرے سے جھگڑا کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک چادر سرخ اور دوسری سبز تھی۔ ان دو آدمیوں میں سے ایک آدمی نے یہ بیان دیا کہ میں غسل

کرنے کے لئے حوض میں داخل ہونے گیا اور میں نے اپنی چادر رکھ دی پھر یہ آیا اور اس نے اپنی چادر میری چادر کے نیچے رکھ دی۔ پھر غسل خانہ میں داخل ہوا غسل کیا اور مجھ سے پہلے غسل خانے سے نکل کر میری چادر اٹھائی اور اسے لے کر چلتا بنا۔ اس کے بعد پورے صبر و تحمل کے ساتھ میں غسل کرنے سے مکمل طور پر فارغ ہو کر غسل خانے سے باہر آیا۔ دیکھا تو چادر ندارد فوراً اس کے پیچھے چلا۔ اب اس کا گمان یہ ہے کہ یہی چادر جو یہ وہاں سے اٹھا کر لے آیا ہے اسی کی ہے۔

حضرت ایاس نے فرمایا: کیا تیرے پاس گواہ ہیں؟ اس نے جواب دیا: میرے پاس کوئی گواہ موجود نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ایک کنگھی میرے پاس لاؤ چنانچہ وہ لائی گئی۔ آپ نے پہلے اس کے سر میں کنگھی پھیری پھر اس دوسرے کے سر میں کنگھی پھیری ان میں سے ایک کے سر سے سرخ اون اور دوسرے کے سر سے سبز رنگ کی اون نکلی۔ آپ نے فوراً اس آدمی کے لئے سرخ چادر کا فیصلہ فرما دیا جس کے سر سے سرخ اون نکلی اور اس کے آدمی کے لئے سبز چادر کا فیصلہ کیا جس کے سر سے سبز اون نکلی تھی۔

93۔ معمر بن سلیمان نے علاء کے باپ زید سے روایت کی ہے کہ میں نے ایاس بن معاویہ کو دیکھا کہ دو آدمی آپ کے پاس جھگڑا لے کر آئے۔ ان میں ایک کا دعویٰ تھا کہ بے شک اس نے مجھے رعنا (بے وقوف) لونڈی بیچی ہے حضرت ایاس نے فرمایا: اس رعونت کے موجود ہونے کی کیفیت کیا ہوتی ہے؟ اس نے جواب دیا: جنون کے مشابہ ایک چیز ہے چنانچہ حضرت ایاس نے فرمایا: اے لونڈی! کیا تجھے یاد ہے کہ تو کب پیدا ہوئی؟ اس نے جواب دیا۔ ہاں۔ آپ نے فرمایا: تیرا کونسا پاؤں زیادہ لمبا ہے؟ اس نے اشارہ کر کے بتایا یہ لمبا ہے۔ حضرت ایاس نے مشتری (خریدنے والے) سے کہا: اسے واپس کر دے کیونکہ مجنونہ ہے (جس میں بیع جائز نہیں ہے)

94۔ اور ابو الحسن مدائنی نے حضرت عبد اللہ بن مصعب سے روایت کرتے ہوئے کہا: حضرت معاویہ بن قرۃ نے ایک مرتبہ اپنے بیٹے حضرت ایاس بن معاویہ کے پاس ان لوگوں کے ہمراہ گواہی دی جن کو انہوں نے عادل کہا تھا اور یہ گواہی ایک آدمی پر چار ہزار درہم

ثابت کرنے کیلئے تھی۔

تو جواباً مشہود علیہ (جس پر گواہی دی گئی) نے کہا۔ اے ابو واثلہ! (حضرت ایاس کی کنیت ہے) میرے معاملہ کی مزید تحقیق کرو۔ قسم بخدا! میں نے ان کو صرف دو ہزار پر گواہ بنایا تھا۔ حضرت ایاس نے اپنے باپ اور دوسرے گواہوں سے سوال کیا: کیا اس صفحہ میں کوئی خالی جگہ بھی تھی جس پر گواہی دی گئی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں! لکھائی ابتدا میں تھی۔ مہر درمیان میں تھی اور باقی صفحہ سفید (خالی) تھا۔ تو یہ سن کر حضرت ایاس نے کہا: کیا مشہود لہ (جس کے حق میں گواہی دی جائے) کبھی کبھی ملا کرتا تھا اور تمہیں چار ہزار کی گواہی دینے کو یاد دلاتا رہتا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں ہم سے اس نے مسلسل رابطہ رکھا اور ملاقات پر ملاقات کرتا رہا اور کہا کرتا تھا۔ فلاں شخص پر اپنی چار ہزار کی گواہی دینے کو یاد کر لو۔ چنانچہ آپ نے ان لوگوں کو واپس کر دیا اور مشہود لہ کو بلایا۔

اور اس سے ارشاد فرمایا: اے اللہ کے دشمن! تو نے نیک سیرت لوگوں کی قوم کو دھوکے کا شکار کر دیا اور ان سے ایک ایسے مکتوب پر گواہی دلوائی جس کی مہر کو تو نے درمیان میں لگوایا۔ اور اس کے نیچے جگہ خالی چھوڑ دی۔ اور جب وہ اپنی اپنی مہر لگا چکے تو تو نے وہ کاغذ پھاڑ دیا۔ جس میں تیرا حق دو ہزار درہم لکھا ہوا تھا۔ اور تو نے سفید (خالی) جگہ پر چار ہزار لکھ دیا اور مہر لکھائی کے ایک طرف آخر میں چلی گئی۔ حالانکہ وہ درمیان میں تھی۔

پھر تو مسلسل ان سے ملتا رہا اور تلقین کرتا رہا اور انہیں یاد دلاتا رہا کہ وہ چار ہزار درہم تھے۔ حالانکہ وہ دو ہزار تھے۔ آپ کی اس قدر کارروائی کی وجہ سے اس نے اقرار جرم کر لیا اور پردہ رکھنے کی اپیل کی۔ آپ نے اس کے حق میں 2 ہزار کا فیصلہ سنا دیا اور اس کا پردہ رکھا (پردہ پوشی کی)

95۔ نعیم بن حماد کہتے ہیں۔ انہوں نے ابراہیم بن مرزوق بصری سے روایت کی ہے کہ ہم ایاس بن معاویہ کے پاس موجود تھے۔ اس سے قبل کہ انہیں قاضی بنایا گیا۔ ہم ان سے ان کی فراست کے واقعات لکھا کرتے تھے جیسا کہ ہم کسی محدث سے حدیث لکھا کرتے تھے۔ جب ایک آدمی آیا وہ مِربَدْ (اونٹوں کا باڑہ) کے ساتھ ایک بلند دکان پر بیٹھ گیا۔ اس نے

راستہ پر آنے جانے والوں کو تاڑنا شروع کر دیا۔ اسی دوران کہ وہ اسی حالت میں بیٹھا ہوا تھا جب وہ اچانک نیچے اترا۔ ایک کے سامنے آیا اور اسکے چہرے میں خوب غور وخوض کی نگاہ سے دیکھا پھر اسی جگہ کی طرف لوٹ گیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر حضرت ایاس نے ہم سے دریافت کیا اس آدمی کے بارے اپنی اپنی رائے کا اظہار کرو۔ ہم نے جواب دیا ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟ بس ایک ضرورت مند آدمی ہے آپ نے فرمایا: یہ بچوں کا استاد ہے اس کا ایک بھینگا غلام بھاگ گیا ہے یہ اسے تلاش کر رہا ہے۔ ہم میں سے ایک آدمی اٹھ کر اس کے پاس گیا اور اس سے اس کی ضرورت و حاجت کا سوال کیا؟ اس نے جواب دیا: میرا ایک غلام بھاگا ہوا ہے۔ انہوں نے پوچھا اس کی نشانی کیا ہے؟ اس نے جواب دیا یہ اور یہ اور اس کی ایک آنکھ ضائع ہو چکی ہے۔ ہم نے پوچھا: آپ خود کرتے کیا ہیں؟ اس نے جواب دیا: بچوں کو پڑھاتا ہوں۔ ہم نے حضرت ایاس کی خدمت میں پھر سوال کیا۔ آپ کو اس کی حالت کیسے معلوم ہوئی؟ آپ نے فرمایا میں نے اس کو اس وقت دیکھا جب وہ آیا۔ اس نے کوئی جگہ تلاش کرنا شروع کی جس میں وہ بیٹھ سکے، اس نے سب سے بلند جگہ پر ہی بیٹھنے کیلئے نگاہ ڈالی جس پر کہ وہ قادر تھا اور اس پر بیٹھ گیا۔ میں نے اس کی قدر وشان کی طرف غور سے نگاہ ڈالی جبکہ اس کی قدر وشان بادشاہوں جیسی تو نہیں تھی بعد ازاں میں نے ان لوگوں کی طرف نگاہ دوڑائی جن کو شہنشاہوں کی طرح بیٹھنے کی عادت ہوتی ہے تو میں نے معلمین (پڑھانے والے) کے علاوہ کسی کو نہ دیکھا میں پہچان گیا کہ یہ بچوں کو پڑھانے والا ہے۔

ہم نے عرض کی کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ اس کا بھاگنے والا غلام ہی ہے۔ آپ نے فرمایا: میں نے راستہ پر آنے جانے والوں کو تاڑنے کا انداز دیکھا تو وہ لوگوں کے چہروں کی طرف ہی دیکھتا۔

پھر ہم نے عرض کی آپ کو یہ کیسے پتا چلا کہ وہ بھینگا ہے؟ آپ نے جواب دیا جس دوران وہ اپنی حالت پر بیٹھا ہوا تھا۔ تو اٹھ کر جس آدمی کو دیکھنے کیلئے نیچے اترا وہ آدمی یک چشم گل تھا۔ میں نے اندازہ کر لیا کہ یہ اسکے غلام کے مشابہ ہے۔

96۔ حادث بن مرہ کہتے ہیں۔ ایاس بن معاویہ نے ایک مرتبہ ایک آدمی کی طرف دیکھا

اور کہا یہ بے چارہ غریب (مسافر) ہے۔ اس کا تعلق اہل واسط (واسط شہر کا نام ہے) سے ہے، یہ مدرس ہے۔ اور اپنے اس غلام کو تلاش کر رہا ہے جو بھاگ گیا ہے۔ تو لوگوں نے معاملہ ایسے ہی پایا جیسے انہوں نے فرمایا تھا۔ سب نے مل کر آپ سے سوال کیا؟ آپ نے فرمایا: میں نے اسے چلتے ہوئے دیکھا وہ ادھر ادھر متوجہ ہو رہا تھا۔ میں نے سمجھ لیا کہ وہ مسافر ہے۔ میں نے اسے دیکھا تو اس کے کپڑوں پر سرخ مٹی نظر آئی میں نے جان لیا کہ یہ واسط کا باسی ہے (کیونکہ یہ مٹی وہاں کی خاص نشانی ہے) مزید میں نے اسے بچوں کے پاس سے گزرتے ہوئے دیکھا تو ان پر وہ سلام کہتا تھا۔ لیکن بڑے لوگوں کو سلام نہیں کہتا تھا میں نے پہچان لیا کہ یہ معلم ہے۔

اور میں نے اسے ملاحظہ کیا جب وہ شان وشوکت والے آدمی کے پاس سے گزرتا تو اس کی طرف توجہ نہ کرتا تھا لیکن جب پرانے کپڑوں والے کے پاس سے گزرتا تو پوری توجہ کے ساتھ دیکھتا تھا۔ میں نے اندازہ کر لیا کہ وہ بھاگے ہوئے غلام کو تلاش کرنے والا ہے۔

97۔ حلال بن علاء رقی کہتے ہیں انہوں نے قاسم بن منصور سے اور انہوں نے عمرو بن بکیر سے روایت کیا ہے۔ کہ ایک دن ایاس بن معاویہ کہیں سے گزر رہے تھے، انہوں نے بلندی سے قرأت (پڑھنے) قرآن کی آواز سماعت فرمائی تو کہنے لگے یہ کسی حاملہ عورت کی آواز ہے جو لڑکا جننے والی ہے۔ پوچھا گیا: آپ نے یہ کیسے پہچان لیا؟ تو آپ نے جواب دیا: میں نے اس کی آواز کو اس حال مین سنا کہ اس کا سانس ساتھ ملا ہوا تھا۔ میں نے اس کے حاملہ ہونے کو جان لیا۔ اور میں نے سنا کہ اسکی آواز بیٹھی ہوئی تھی اور اس میں قدرے سختی تھی تو میں سمجھ گیا یہ حمل میں لڑکا ہے۔

98۔ اس کے بعد آپ ایک درسی کمرہ کے پاس سے گزرے جس میں بچے موجود تھے تو آپ نے ان میں سے ایک بچے کی طرف نگاہ کی اور فرمایا یہ فلاں عورت کا لڑکا ہے تو ایسے ہی تھا جیسے آپ نے فرمایا۔

99۔ اور ایک آدمی نے ایاس بن معاویہ کی خدمت میں عرض کی: جناب! مجھے قضاء (فیصلے کرنے کا فن) سکھا دیں۔ آپ نے فرمایا۔ قضاء سکھائی نہیں جاسکتی ہے کیونکہ یہ علم نہیں ہے

بلکہ قضاء تو فقط ایک سمجھ فہم کا نام ہے (جس شخص میں وہ سمجھ اور فہم اللہ کی طرف سے موجود ہو وہ علم پڑھنے کے ساتھ قاضی بن ہی جاتا ہے)

بلکہ تم یوں عرض کرو کہ مجھے کچھ علم سکھا دیجئے۔

100۔ حافظ نے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت ایاس بن معاویہ نے زمین کے اوپر صرف ظاہر حالت کو ملاحظہ کیا۔ فرمانے لگے اس کے نیچے کوئی جاندار چیز موجود ہے جب لوگوں نے اسے نیچے سے دیکھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں ایک سانپ موجود تھا۔ لوگ آپ کی بارگاہ میں عرض گزار ہوئے کہ آپ نے کہاں سے معلوم کر لیا؟ آپ نے فرمایا: میں نے دونوں سلوں کے درمیان ایک ندی دیکھی جو وادی کے ہر دو جانب بہاؤ کی تمام جگہوں سے نکل رہی تھی میں نے پہچان لیا کہ اس کے نیچے کوئی متنفس (سانس لینے والی چیز) موجود ہے۔

101۔ حافظ کہتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت ایاس حج کرنے گئے تو انہوں نے کتے کے بھونکنے کی آواز سنی فرمایا یہ کتا بندھا ہوا ہے۔ پھر کچھ دیر بعد اس کی آواز سنی تو فرمایا تو اب اسے چھوڑ دیا گیا ہے آپ کے ساتھی جلدی جلدی پانی کی طرف گئے اور اس بارے لوگوں سے دریافت کیا تو ایسا ہی تھا جیسے آپ نے فرمایا تھا۔ آپ سے پوچھا گیا آپ نے کیسے جانا؟ فرمایا جب وہ بندھا ہوا تھا تو اس کی آواز ایک ہی جگہ سے آ رہی تھی کچھ دیر بعد جب میں نے اس کی آواز سنی تو ایک مرتبہ قریب سے آتی تھی اور ایک مرتبہ وہ دور سے معلوم ہوتی تھی۔

102۔ ایک مرتبہ ایاس رات کے وقت پانی کے پاس سے گزرے تو فرمانے لگے میں مسافر کتے کی آواز سن رہا ہوں پوچھا گیا آپ نے کیسے پہچانا؟ فرمایا: میں نے اس ایک کتے کی آواز کی پستی سے اور دوسرے کتوں کی آواز کی سختی سے یہ اندازہ کر لیا ہے۔ ان لوگوں نے جا کر تلاش کیا تو ایسے دیکھا کہ ایک اجنبی و مسافر کتا تھا اور دوسرے سارے اسکو بھونک رہے تھے۔

قاضی شریح کی فراست

103۔ مجاہد بن سعید سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: میں نے امام شعبی کی بارگاہ میں عرض کیا: یہ مثل بیان کی جاتی ہے کہ قاضی شریح لومڑی سے زیادہ دھوکہ دینے والا اور حیلہ ساز ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ اس بارے میں انہوں نے مجھے یہ فرمایا (ایک واقعہ بیان کرتا ہوں

اس سے خود اندازہ لگالینا) کہ قاضی شریح طاعون کے دنوں میں نجف کی طرف نکلے اور جب وہ نماز پڑھنے کیلئے کھڑے ہوتے ایک لومڑی آکر ان کے سامنے کھڑی ہو جاتی وہ ان سے باتیں کرتی تھی اور ان کو تنگ کرتی تھی اور ان کو نماز سے غافل کر دیتی تھی جب یہ معاملہ لمبا ہوا تو آپ نے قمیض اتار دی اور اسے ایک لکڑی پر رکھ دیا اور اسکی آستینوں کو نکال کر ظاہر کر دیا اور ٹوپی اور عمامہ رکھ دیا لومڑی آئی اور حسب عادت کھڑی ہوگئی حضرت شریح اس کے پیچھے سے آئے اور جلدی سے اسے پکڑ لیا۔ پس اس وجہ سے کہا جاتا ہے:

هو ادهى من الثعلب واحيل (وہ لومڑی سے زیادہ ہوشیار اور حیلہ ساز تھے)

104۔مجاہد سے روایت ہے انہوں نے امام شعبی سے روایت کیا ہے کہ فرماتے ہیں کہ میں نے شریح کو اس حال میں دیکھا کہ ان کے پاس ایک عورت ایک مرد کے ساتھ جھگڑتی ہوئی آئی اور اس نے زار و قطار رونا شروع کر دیا میں نے ان سے عرض کیا اے ابو امیہ! (یہ ان کی کنیت ہے) میں اس مصیبت زدہ کو مظلوم ہی تصور کرتا ہوں۔ تو انہوں نے فوراً کہا کہ اے شعبی بیشک یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی عشاء کے وقت اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے تھے۔

105۔ایک قریشی بزرگ سے روایت ہے فرماتے ہیں ایک مرتبہ قاضی شریح نے اپنی اونٹنی بیچنے کیلئے پیش کی خریدار نے ان سے پوچھا اے ابو امیہ! اس کا دودھ کیسا ہے؟ آپ نے جواب دیا جس برتن میں مرضی آئے اس کا دودھ دوہ لینا، اس نے پوچھا کیسے چلتی ہے؟ آپ نے جواب دیا اور بستر بچھاؤ اور سو جاؤ، اس نے پوچھا اسکی رفتار کیسی ہے؟ آپ نے جواب دیا جب تو اس کو اونٹوں میں دیکھے گا تو اپنے کوڑے پر اسکی جگہ پہچان لے گا اس نے پوچھا اس کی قوت وطاقت کیسی ہے؟ تو آپ نے جواب دیا دیوار ہے اس پر جتنا چاہو وزن لاد دو۔ پھر اس نے آپکی اونٹنی خرید لی لیکن ان بیان کی گئی صفات میں سے کوئی نہ دیکھی وہ آپکی طرف واپس آیا اور کہا جو آپ نے اسکی صفات بیان کی ہیں میں نے ایک بھی نہیں دیکھی۔ آپ نے فرمایا میں نے تیرے ساتھ کوئی جھوٹ نہیں بولا اس نے کہا اقالہ کر لو (بیع کو فسخ کر کے اپنی اونٹنی واپس لے لو آپ نے کہا ٹھیک ہے)

106۔قرشی نے کہا ہے مجھے ابوالقاسم سلمی نے اپنے بہت سے بزرگوں سے روایت کر کے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ قاضی شریح ایک دن زیاد کے پاس سے نکلے جبکہ وہ بیمار تھے تو آپکی طرف مسروق ابن اجدع نے قاصد بھیجا تا کہ آپ سے پوچھے کہ تم نے امیر کو کس حالت میں پایا؟ آپ نے جواب دیا میں نے انہیں اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ امرونہی فرمارہے تھے یعنی بعض چیزوں کا حکم دے رہے تھے اور بعض سے منع کر رہے تھے اس کا مطلب انہوں نے یہ لیا کہ وہ وصیت کا حکم جاری کر رہے تھے اور نوحہ (آہ وزاری) سے روک رہے تھے۔

107۔شیخ (ابن جوزی بغدادی) کہتے ہیں کہ ہمیں روایت بیان کی گئی ہے کہ عدی بن ارطاۃ ایک دفعہ قاضی شریح کے پاس آیا جبکہ وہ مجلس قضاء لگائے ہوئے تھے یعنی وہ بیٹھ کر فیصلے کر رہے تھے اس نے قاضی شریح سے پوچھا تم کہاں ہو آپ نے جواب دیا تیرے اور دیوار کے درمیان ہوں اس نے عرض کی میری بات سنو آپ نے فرمایا اسی لئے میں اپنی مسند پر بیٹھا ہوں اس نے کہا میں شامی آدمی ہوں آپ نے فرمایا حبیب قریب ہی ہوتا ہے اس نے کہا میں نے اپنے قبیلہ کی ایک عورت سے شادی کی آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ خوشی اور بیٹوں کے ساتھ تیرے لئے شادی مبارک کرے۔اس نے عرض کیا میں نے اپنے گھر والوں سے شرط لگائی تھی کہ میں ان کو گھر سے نہیں نکالوں گا آپ نے فرمایا شرط پوری کرنا بہت ضروری ہے۔ اس نے عرض کی اب میں اسے نکالنا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا اللہ کی امان میں نکال دو اس نے عرض کی ہمارے درمیان فیصلہ فرماؤ آپ نے فرمایا فیصلہ تو میں نے کر دیا ہے۔

قاضی ابوحازم کی فراست

قاضی ابوحازم کی فراست کے سلسلہ میں عجیب صورت حال تھی اور وہ اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔لوگ انہیں معیوب ٹھہراتے تھے۔لیکن پھر حق اور سچ اسی چیز میں ظاہر ہوتا تھا جو آپ کرتے تھے۔

108۔مکرم بن احمد کہتے ہیں۔میں قاضی ابوحازم کی مجلس میں موجود تھا تو ایک بزرگ آدمی آیا اور اس کے ساتھ ایک بچہ تھا جس پر بزرگ آدمی ہزار دینار قرض کا دعویٰ کر رہا تھا۔

قاضی نے بچے سے پوچھا: تو کیا کہتا ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں مجھ پر قرض ہے قاضی نے بزرگ سے فرمایا: اب تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے جواب دیا: اسے قید کرانا چاہتا ہوں۔ قاضی صاحب فرمانے لگے نہیں اسے قید کرنا مناسب نہیں بزرگ نے کہا: اگر قاضی اسے قید کرنا مناسب سمجھے تو مجھے اپنے مال کے حصول کی زیادہ امید ہوسکتی ہے۔ قاضی صاحب نے ان دونوں کے بارے میں ایک گھڑی اپنی فراست کو استعمال کیا۔ یعنی ان کی ظاہر علامت دیکھ کر ان کے باطنی حالات کا پتا لگانا چاہا۔ پھر کہا: تم دونوں اکٹھے رہنا، میں تمہارے معاملہ میں غور وفکر کرتا ہوں دوسری مجلس میں تمہیں بلالوں گا میں نے ان سے عرض کیا: (یہ راوی کا قول ہے) آپ نے اس ملزم کے قید کرنے کو کیوں مؤخر کر دیا ہے؟ قاضی صاحب نے کہا: اللہ تیرا بھلا کرے۔ میں اکثر احوال میں جھگڑنے والوں کے چہروں سے صحیح اور غلط کو پہچان لیتا ہوں ان کے معاملہ میں مجھے کچھ عجیب سا ادراک ہوتا ہے امید ہے غلط نہیں ہوگا......

اور اس تاخیر سے شاید میرے لئے ان کا معاملہ واضح ہو جائے جس کے ساتھ میں بصیرت سے کام لینے والا ہوں گا کیا تو نے ان دونوں کے آپس میں جھگڑنے کے اندران دونوں کا ایک دوسرے پر غصہ کرنا بہت کم نہیں دیکھا ان دونوں کے اختلافات کی شدت بہت کم دیکھی ہے اور مال کے اتنا زیادہ ہونے کے باوجود دونوں کی طبیعتیں انتہائی پرسکون ہیں؟ عام طور پر واقعات اس طرح نہیں ہوتے کیونکہ لوگ اکثر ان سے بچتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس طرح خوشی کے ساتھ اور جلدی اس قسم کی رقم کا اقرار کھلے دل سے کرلے۔ راوی کہتا ہے ہم اسی طرح گفتگو کر ہی رہے تھے جبکہ اجازت لینے والا ایک تاجر کے لئے اجازت طلب کرنے کے لئے حاضر ہوا۔ اسے اجازت دی گئی۔ جب وہ مجلس میں داخل ہوا تو اس نے کہا: اللہ تعالیٰ قاضی کو مصلح بنائے۔ میں اپنے ایک بچے کے سبب آزمائش میں مبتلا ہوں جس نے سارا مال ضائع کر دیا ہے۔ جتنا بھی میرے پاس مال تھا وہ فلاں شیخ کے پاس اس سرائے کے اندر پہنچانے میں کامیاب ہو گیا ہے چنانچہ جب میں اسے روکتا ہوں تو وہ ایسے حیلے بہانے کرتا ہے جو مجھے اس کی طرف سے لازمی طور پر چٹی دینے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

اور آج اس سرائے کا مالک اٹھ کھڑا ہوا ہے جو فوراً ایک ہزار دینار لینے کا مطالبہ کر رہا ہے۔ اور مجھے خبر پہنچی ہے کہ وہ بچہ لے کر قاضی کے پاس آیا ہے تاکہ وہ سرائے کے مالک کیلئے ہزار دینار کا اقرار کرلے اور وہ آدمی اسے قید کرادے اور مطلوبہ رقم حاصل کرسکے۔

اور میں اس کی والدہ کے ساتھ ایسی حالت میں زندگی گزار رہا ہوں جس نے ہماری زندگی کو اجیرن بنادیا ہے۔ حتی کہ میں اس کے بارے حتمی فیصلہ کردوں۔ راوی کہتا ہے: پس جب میں نے اس تاجر کی گفتگو سنی تو میں جلدی جلدی قاضی کی طرف گیا تاکہ میں ان کے سامنے تاجر کے معاملہ کی وضاحت کروں قاضی میرے جلدی آنے کو دیکھ کر ہنس پڑے اور مجھ سے کہا۔ تو نے کیسے خیال کیا اور دیکھا؟ میں نے کہا یہ قاضی پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل اور مہربانی ہے۔ قاضی نے فرمایا: اس بچے اور اس کے ساتھ آنے والے شیخ کو میرے پاس لاؤ جب وہ آ گئے تو قاضی صاحب نے شیخ کو ڈرایا دھمکایا اور بچے کو وعظ و نصیحت کی دونوں نے اعتراف جرم کرلیا اور اصل حقیقت بتادی تاجر آدمی نے اپنے بیٹے کو لیا اور وہ دونوں لوٹ گئے۔

109۔ اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ ایک آدمی ابو حازم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے عرض کیا: بے شک شیطان میرے پاس آتا ہے اور کہتا ہے تو نے تو اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے چنانچہ وہ اس سلسلہ میں مجھے شک میں ڈالتا ہے۔ قاضی صاحب نے اس سے پوچھا: کیا تو نے اسے طلاق نہیں دی؟ اس نے کہا نہیں میں نے طلاق نہیں دی ہے قاضی صاحب نے فرمایا: کیا تو کل میرے پاس آیا نہیں تھا اور میری موجودگی میں تو نے اسے طلاق دی؟ اس نے جواب دیا: قسم بخدا! میں تو آپ کے پاس آج کے علاوہ کبھی نہیں آیا۔ اور نہ ہی میں نے اپنی بیوی کو طلاق کے طریقوں میں سے کسی طریقہ کے ذریعے طلاق دی ہے قاضی صاحب نے فرمایا: شیطان کے سامنے بھی اسی طرح قسم اٹھانا جس طرح تو نے میرے سامنے قسم اٹھائی ہے جب وہ اب تیرے پاس آئے تو عافیت میں رہے گا۔

ابن نسویٰ کی فراست

110۔ شیخ (ابن جوزی) کہتے ہیں مجھے ابو محمد عبداللہ بن علی مقری نے بیان کیا ہے انہوں

نے کہا ہے۔ حاجب بن نسوی بہت ذہین آدمی تھا۔ انہوں نے سردی کی ایک رات میں پھونک مارنے کی آواز سنی تو فوراً اس گھر پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا تو وہاں سے ایک مرد اور ایک عورت برآمد ہوئے۔ ان سے پوچھا گیا: کہاں سے آپ نے معلوم کیا؟ ان سے دریافت کیا گیا تو فرمایا: سردیوں میں پانی کو پھونک مار کر ٹھنڈا نہیں کیا جاتا یہ صرف ان دونوں (مرد و زن) کے جمع ہونے کی علامت ہوتی ہے۔

111۔ اور اسی کے ساتھ فقیہ ابو حکیم ابراہیم بن دینار نے مجھے بیان کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے میرے باپ نے بتایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ابن نسوئی کے پاس دو چوری کے ملزم لائے گئے اور ان کو آپ نے اپنے سامنے کھڑا کر دیا پھر فرمایا: پینے کا پانی لاؤ، وہ پانی لایا۔ تو آپ نے اسے پینا شروع کیا پھر پیتے ہوئے اسے جان بوجھ کر اپنے ہاتھ سے چھوڑ کر گرا دیا۔ پس وہ پیالہ نیچے گر کر ٹوٹ گیا۔ ان دونوں میں سے ایک اس کے ٹوٹنے کی وجہ سے چونک پڑا لیکن دوسرا سکون و وقار کے ساتھ کھڑا رہا۔ آپ نے پریشان ہونے والے فرمایا: تو جا سکتا ہے جا چلا جا۔ اور دوسرے سے فرمانے لگے جو مال تو نے چوری کے ذریعے حاصل کیا ہے اسے واپس کر دے۔

آپ سے عرض کی گئی آپ کو اس بات کا علم کہاں سے ہوا؟ تو فرمایا چور ہمیشہ مضبوط دل والا ہوتا ہے وہ معمولی باتوں سے پریشان نہیں ہوتا۔ یہ پریشان ہونے والا اس لئے آزاد کیا گیا کیونکہ اگر گھر میں کوئی چوہیا بھی حرکت کرتی تو یہ اپنی جگہ پریشان ہو جاتا اور چوری کرنے سے رک جاتا۔

112۔ اور اسی طرح ہمارے بعض مشائخ کرام نے ذکر کیا ہے کہ ابن نسوئی کا ایک پڑوسی لوگوں کو نماز پڑھایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ وہ بسلسلہ سفارش ابن نسوئی کے پاس آیا۔ اس وقت آپ کے سامنے بڑا پیالہ پڑا تھا جس میں میٹھے کھانے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے پڑے تھے۔ ابن نسوئی نے ان سے کہا: کھاؤ وہ کھانے سے رک گئے۔ تو ابن نسوئی نے کہا گویا کہ میں بھی تیرے ساتھ ہوں اور آپ شاید اپنے دل میں یہ کہہ رہے ہوں گے کہ ابن نسوی کے لئے حلال چیز کہاں سے آئی؟ لیکن جناب تناول فرمایئے اس سے بڑا حلال آپ نے کبھی نہ

کھایا ہوگا۔انہوں نے دل لگی کے انداز میں کہا: آپ کے لئے ایسی چیز کہاں سے آسکتی ہے جو شک وشبہ سے پاک ہو؟ ابن نسوئی نے کہا: اگر میں آپ کو تفصیل کے ساتھ اس کی خبر کر دوں تو کھالو گے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں ضرور کھالوں گا۔ابن نسوی کہنے لگے۔ چند روز قبل ایک رات بالکل اسی وقت گھر کے اندر موجود تھا۔ اچانک دروازہ کھٹکھٹایا گیا میری لونڈی نے دروازہ پر جا کر پوچھا: دروازے پر کون ہے؟ تو اس نے جواب دیا: ایک عورت اجازت مانگتی ہے اسے اندر داخل ہونے کی اجازت دی گئی۔ وہ داخل ہو کر جوں ہی آئی تو میرے قدموں پر جھک کر چومنے لگی۔ میں نے اس سے کہا: تیرا کام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا میرا ایک خاوند ہے اور اس سے میری دو بیٹیاں ہیں جن میں سے ایک کی عمر بارہ سال اور دوسری کی عمر چودہ سال ہے اس حال میں میرے خاوند نے میرے اوپر دوسری شادی کر لی ہے اب وہ میرے قریب تک نہیں آتا حالانکہ اولاد بھی اسے بہت چاہتی ہے۔ ان کی وجہ سے میرا سینہ تنگ ہو گیا ہے اور میری خواہش ہے کہ وہ ایک رات میرے حصہ کی بنائے اور ایک رات اس کے نام کرے۔

میں نے اس سے پوچھا اسکا کاروبار کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ وہ نانبائی ہے میں نے اس کی دکان کا پتہ پوچھا؟ اس نے کرخ میں بتائی اور وہ فلاں بن فلاں کے نام سے مشہور ہے۔ میں نے اس سے اس کے باپ کا نام پوچھا؟ اس نے بتایا کہ میں فلاں کی بیٹی ہوں۔ میں نے اس سے اس کی بیٹیوں کے نام دریافت کئے؟ اس نے وہ نام بتائے۔ میں نے اس سے وعدہ کیا کہ اگر اللہ نے چاہا تو میں ضرور اسے تیری طرف واپس کر دوں گا۔ یہ ایک کپڑے کا ٹکڑا ہے جسے میں نے اور میری دونوں بیٹیوں نے مل کر بنا ہے، یہ آپ کے لئے حلال ہے رکھ لیں۔ میں نے اس سے کہا اپنا ٹکڑا لے لو اور واپس چلی جاؤ پس وہ چلی گئی تو میں نے اس کے خاوند کی طرف دو آدمی بھیجے اور میں نے ان سے کہا: اس کو بلا کر میرے پاس لے آؤ لیکن اسے پریشان نہ کرنا۔ وہ دونوں آدمی اسے بلا کر لے آئے جبکہ اس کی عقل ہوا ہو گئی تھی۔ میں نے اس سے کہا: تجھ پر کوئی کیس نہیں ہے صرف میں نے تجھے اس لئے بلایا ہے تا کہ میں تجھے کھانے کا ایک کر (پیمانہ ہے) عطا کروں۔ اور ایک لونڈی بھی جو سفر کیلئے

روٹیاں تیار کرے۔ اس کا ڈر خوف ختم ہو گیا اور کہا اس کو پکانے کے لئے لونڈی کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے کہا: کیوں نہیں خسارہ دینے والا دوست کھلا دشمن ہوتا ہے تو مجھ سے گہرا تعلق رکھنے والا ہے اور میرے پاس آیا کر۔ تیری فلاں (نام لیا) بیوی کا کیا حال ہے وہ میرے چچا کی بیٹی ہے؟ اور اس کی فلاں فلاں (نام ذکر کیئے) بیٹی کا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا: انہیں ہر طرح کی خیریت ہے۔ میں نے اس سے کہا: اللہ سے ڈرنا اللہ سے اس کے بارے مجھے آپ کو کوئی نصیحت وصیت کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے اور نہ اس کا دل تنگ ہو۔ یہ سن کر اس نے میرے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور اپنی دکان کی طرف چلا گیا میں نے اسے کہا اور اگر تجھے کوئی کام ہو تو تیرا حکم پورا کرنے کیلئے میرا گھر حاضر ہے چنانچہ وہ چلا گیا جب یہ رات آئی تو اسکی بیوی آ گئی وہ اندر داخل ہوئی تو یہ بڑا پیالہ اس کے پاس تھا اور مجھ پر اللہ کی قسم پیش کر کے کہا: آپ اسے واپس نہیں لوٹائیں گے اور بتایا: تحقیق آپ نے میری اور میرے بچوں کی جدائی کو ختم کیا ہے اور ہمارے اتحاد و اتفاق کا سبب بنے ہیں قسم بخدا! یہ میرے سوت کی قیمت ہے۔ آپکو اللہ کا واسطہ آپ اسے رد نہ فرمائیں تو میں نے اسے قبول کر لیا۔ اب بتاؤ کیا یہ میرے لئے حلال ہے؟ اس نے کہا: قسم بخدا! ساری دنیا میں اس سے بڑا حلال کوئی نہیں ہو گا۔ اس نے عرض کی: تو پھر کھاؤ ناں اس نے کھا لیا۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کی فراست

113۔ حضرت امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ابو منصور خلیفہ نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کو بلایا تو منصور کے خادم خاص ربیع نے کہا جو کہ حقیقت میں دل کے اندر امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ سے دشمنی رکھتا تھا۔ اے امیر المومنین! یہ وہ ابو حنیفہ ہے جو تیرے دادا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی مخالفت کرتا ہے وہ فرماتے تھے جب کوئی آدمی قسم اٹھائے بعد میں ایک دن یا دو دن کے اندر اندر استثناء (یعنی جس چیز پر قسم اٹھائی اس میں سے کوئی جز جدا کر لے) کر لے تو اسکا استثناء کرنا جائز ہو گا لیکن ان کے مقابلے میں امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: استثناء صرف اس وقت تک صحیح اور جائز ہے جب تک کہ قسم کے ساتھ ملی ہوئی ہو بصورت دیگر ناجائز ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ پاس بیٹھے تھے فوراً گویا ہوئے: اے امیر المومنین! ربیع یہ گمان یعنی یقین رکھتا ہے کہ تیرے لشکر کی گردنوں میں تیری اطاعت و پیروی کی بیعت (اپنے آپ کو کسی کے نام پر بیچ ڈالنا) موجود نہیں ہے۔ خلیفہ نے کہا: وہ کیسے؟ آپ نے جواب دیا وہ آپ کے سامنے آپ کی بیعت کا حلف اٹھائیں پھر وہ اپنے گھروں کو چلے جائیں اور استثناء کر لیں تو (ربیع کے نظریہ کے مطابق) آپ کی بیعت کی قسمیں باطل ہو جائیں گی۔ یہ سن کر منصور ہنس پڑا اور کہنے لگا: اے ربیع! ابوحنیفہ سے تعرض نہ کیا کر۔ جب امام ابوحنیفہ باہر تشریف لے گئے تو ربیع نے ابوحنیفہ نے سے کہا: آپ نے مجھے قتل کیلئے سامنے لانے کا ارادہ کیا آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تو نے ضرور میرے خون سے ہولی کھیلنے کا ارادہ کیا میں نے تجھے بھی بچا لیا اور اپنے آپ کو بھی بچانے میں کامیاب ہو گیا۔

114۔ عبدالواحد بن غیاث سے روایت ہے کہ ابوالعباس طوسی حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں بری رائے رکھتا تھا جبکہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کو اس چیز کا علم بھی تھا۔ وہ آپ کے پاس آیا اور عرض گزار ہوا: اے ابوحنیفہ! بے شک امیر المومنین ہم دونوں میں سے ایک کو بلانا چاہتا ہے اور اسے حکم دے گا ایک ایسے آدمی کی گردن زنی کا جس کے بارے میں وہ پورے طور پر جانتا بھی نہیں کہ اس کو گردن کو مارنا اس کے لئے جائز بھی ہے یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا: اے ابوالعباس! یہ بتاؤ! امیر المومنین کا کام حق کا حکم دینا ہوتا ہے یا باطل کا بھی وہ حکم دیتا ہے؟ اس نے جواب دیا امیر المومنین تو ہمیشہ حق کا حکم ہی دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر تو حق کو نافذ کرنے میں دیر نہ کر اور تاویلات و توجیہات میں پڑتے ہوئے اس کے بارے کسی قسم کا کوئی جواب کرنے کی جرأت نہ کر۔ حق جہاں اور جیسے ہے اس کے بعد حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی ایک قریبی عزیز کو فرمایا: یہ مجھے باندھنے کا ارادہ لے کر آیا تھا لیکن اب میں نے اسے باندھ دیا ہے۔

115۔ علی بن عاصم سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ قدسیہ میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ دراں حالیکہ آپ کے پاس حجام موجود تھا جو آپ کے بال لے رہا تھا آپ نے حجام کو فرمایا: سفید سفید بال لے لے اور

اس سے تجاوز نہ کر۔ اس نے عرض کیا: کیوں سرکار اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: اس لئے کہ وہ زیادہ ہو رہے ہیں اس نے آپ کی بات سنکر سیاہ بال لے لئے شاید وہ زیادہ ہو جائیں یعنی وہ سمجھا کہ آپ کی خواہش ہے سیاہ بال زیادہ ہوں اور سفید کم اور آپ کے حکم کے مطابق جو بال لئے جائیں وہ زیادہ ہو جاتے ہیں تو اس نے سیاہ بال ہی لے لئے۔

116۔ یحییٰ بن جعفر سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے امام حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ سے سماعت کا شرف یوں حاصل کیا کہ آپ فرما رہے تھے: ایک دفعہ جنگل کے اندر مجھے پانی کی سخت ضرورت پیش آئی۔ اچانک میرے پاس ایک اعرابی (دیہاتی) پانی کی ایک مشک لیکر آیا۔ اس نے وہ مشک میرے ہاں پانچ درہموں سے کم قیمت پر بیچنے سے انکار کر دیا۔ میں نے پانچ درہم اس کے حوالے کر دیئے اور اس پوری مشک پر قبضہ کر لیا پھر میں نے اس سے کہا: اے اعرابی! ستو کے بارے تیری کیا رائے ہیں؟ یعنی مجھ سے خریدو گے یا نہیں اس نے کہا لاؤ: میں نے زیتون ملا ستو اسے دے دیا۔ اس نے کھانا شروع کر دیا یہاں تک کہ اس کا پیٹ بھر گیا پھر اسے پیاس لگی اس نے کہا: پانی پینا چاہتا ہوں میں نے کہا: پانچ درہم کے بدلے ملے گا۔ اور میں ایک پیالہ پانی کی قیمت پانچ درہم سے کم نہیں کروں گا چنانچہ میں نے پانچ درہم بھی اس سے واپس لے لئے اور پانی بھی کافی مقدار میں میرے پاس باقی رہ گیا۔

117۔ عبدالمحسن بن علی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: حاجیوں میں سے ایک حاجی نے کوفہ میں ایک آدمی کے پاس اپنا مال امانت کے طور پر رکھا چنانچہ اس نے حج کیا اور پھر واپس لوٹا اس نے اپنی ودیعت کا مطالبہ کیا۔ مستودع (جس کے پاس ودیعت رکھی گئی ہو) نے انکار کر دیا اور قسمیں اٹھانے لگا۔ وہ آدمی ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس مشورہ کرنے کیلئے حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے فرمایا: کسی آدمی کو اس کے انکار کی خبر نہ دینا۔ راوی کہتا ہے: وہ آدمی ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا ہم مجلس تھا۔ آپ نے اسے خلوت میں اپنے پاس بلایا اور اس سے فرمایا: حکومت والوں نے مجھ سے ایک ایسے شخص کے بارے مشورہ طلب کرنے کیلئے آدمی بھیجا ہے جو عہدہ قضاء پر فائز ہونے کے قابل ہو۔ کیا تو تیار ہو جائے گا اور اس عہدہ کے

لئے اپنے آپ کو پیش کر دے گا؟ وہ آدمی بظاہر تکلفاتی انداز میں تھوڑا سا انکار کرنے لگا۔ حضرت ابوحنیفہ اسے اس کی رغبت دلانے لگے اور وہ اس بات پر واپس لوٹا دراں حالیکہ وہ لالچ کر رہا تھا۔ پھر امانت کا مالک آیا تو امام حنیفہ نے اس سے فرمایا: اس کے پاس چلا جا اور اس سے کہہ دے میرا گمان ہے کہ آپ مجھے بھول گئے ہوں میں وہ شخص ہوں جس نے آپ کو فلاں وقت میں فلاں چیز بطور امانت دی تھی اور اس کی علامت یہ ہے۔ راوی کہتا ہے: وہ آدمی گیا اور اس سے جا کر کہا تو اس نے امانت والا مال اس کے سپرد کر دیا۔

چنانچہ جب مستودع (جس کے پاس امانت رکھی گئی) دوبارہ حضرت امام ابوحنیفہ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: میں نے تیرے معاملہ میں خوب غور و فکر کی ہے پس میری خواہش یہ ہے کہ تیری قدر و منزلت کو بلند کر دوں لیکن میں اس وقت تک تیرا نام پیش نہ کروں گا یہاں تک کوئی ایسا عہدہ آ جائے جو اس کی نسبت بہت زیادہ بزرگ و برتر ہو۔

118۔ ابن ولید سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں۔ حضرت ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے پڑوس میں ایک ایسا خوش بخت نوجوان رہائش پذیر تھا جو امام صاحب کی مجلس کا اہتمام کرتا اور آپ کے پاس کافی دیر تک ہم مجلس رہتا تھا۔ اس نے ایک دن امام صاحب کی خدمت میں عرض گزاری کہ میری خواہش ہے کہ میں اہل کوفہ کی فلاں قوم میں شادی کروں میں نے ان کی طرف نکاح کا پیغام بھجوایا ہے لیکن انہوں نے مجھ سے مہر اس قدر زیادہ مانگا ہے جو میری وسعت و طاقت سے بڑھ کر ہے۔ جبکہ میرا دل ان کے اندر شادی کرنے پر اڑا ہوا ہے۔

امام ابوحنیفہ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سے استخارہ (مشورہ طلب کرنا) کر اور جو مال وہ طلب کرتے ہیں وہ انہیں دینے کا وعدہ کر لے۔ بہر حال اس جوان نے ان کے مطالبہ مال کو قبول کر لیا چنانچہ جب انہوں نے اپنی قوم (کی عورت) اور اس کے درمیان نکاح باندھ دیا۔ تو وہ امام صاحب کی خدمت میں پھر حاضر ہوا اور عرض کی: جناب! میں نے ان سے اپیل کی ہے کہ مجھ سے مہر کا کچھ حصہ لے کر میری بیوی میرے حوالے کر دو کیونکہ سارے کا سارا مہر بیک مشت دینے کی مجھ میں طاقت و ہمت نہیں ہے لیکن انہوں نے لڑکی کی رخصتی کرنے سے انکار کر دیا ہے سوائے اس کے کہ میں سارے کا سارا (مہر جو بطور) قرض

میرے اوپر ہے ادا نہ کر دوں۔ آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا: حیلہ کر اور قرض لے لے یہاں تک کہ ایک مرتبہ تو اپنے اہل خانہ کے پاس داخل ہونے میں کامیاب ہو جائے کیونکہ یہ معاملہ اس قوم کی سختی کی نسبت تیرے اوپر آسان رہے گا۔ پس اس نے ایسا ہی کیا اور حضرت امام صاحب نے اس کو قرض دیا جتنی مقدار تھی۔

جب اپنے اہل کے پاس داخل ہوا اور وہ عورت اس سے حاملہ ہوگئی تو امام صاحب نے اس سے فرمایا: اب تجھ پر کوئی حرج نہیں ہے کہ تو اس بات کا برملا اظہار کر دے کہ تو اس شہر سے باہر دور جگہ پر جانے کا ارادہ رکھتا ہے اور یہ کہ تو چاہتا ہے کہ اپنے گھر والوں کو بھی اپنے ساتھ سفر پر لے جائے۔

بہر حال اس نے دو مزدور کرائے پر لئے اور ان کو گھر لے آیا اور اس بات کا اظہار کر دیا کہ وہ خراسان کی طرف روزگار تلاش کرنے کے سلسلہ میں جانا چاہتا ہے اور اپنے گھر والوں کو بھی اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہے عورت کے میکے والوں کو معلوم ہوا تو ان پر یہ بات انتہائی گراں گزری۔ وہ حضرت امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تا کہ آپ سے اپیل کر کے اس سلسلہ میں آپ سے مدد حاصل کریں۔ حضرت ابو حنیفہ نے ان سے فرمایا: اس کو شریعت کی طرف سے اجازت ہے جہاں چاہے اپنی بیوی کو لے جائے۔ انہوں نے حضرت امام صاحب سے عرض کی: ہمارے لئے ممکن نہیں کہ ہم اپنی بیٹی کو اتنے لمبے سفر پر جانے کی اجازت دے دیں۔ تو حضرت امام صاحب نے ان کی یہ بات سن کر فرمایا تم اسے اس بات پر راضی کر لو کہ جو کچھ تم نے مہر کے طور پر اس سے لیا ہے وہ تم اسے واپس کر دو گے امید ہے وہ راضی ہو جائے گا انہوں نے اس بات کو بخوشی مان لیا۔ تو امام ابو حنیفہ نے اس نوجوان سے بات کی کہ عورت کی قوم اس بات پر راضی ہوگئی ہے کہ جو کچھ انہوں نے تجھ سے لیا ہے مہر وغیرہ وہ تجھے لوٹا دیں گے اور تجھے اس قرض سے بری کر دیں گے۔ اس جوان نے حضرت امام صاحب کی خدمت عالیہ میں عرض کی: میں تو ان سے مہر وغیرہ سے زیادہ اور بھی کوئی چیز لینے کا خواہش مند ہوں۔ جو بھی چیز تجھے پسند ہو کہ تو اس پر راضی ہو جائے کہ جو انہوں نے تیرے لئے خرچ کیا ہے۔

ورنہ تیری بیوی نے آدمی کے حق میں قرض کا اقرار کیا ہے۔ لہٰذا تیرے لئے اسے ساتھ لے جانا ممکن نہیں ہے اور نہ ہی ساتھ لے کر سفر کر سکتا ہے جب وہ قرض ادا نہ کر دے جو اس کے ذمہ موجود ہے۔ راوی کہتا ہے یہ سن کر نوجوان کو سکون و قرار آ گیا اور آہستگی سے حضرت امام صاحب کی خدمت میں عرض کرنے لگا: یہ بات وہ نہ سنیں میں اللہ سے ڈرتا ہوں، میں اللہ سے ڈرتا ہوں' اور میں ان سے مزید کوئی چیز نہ لوں گا چنانچہ وہ بیوی کو وہیں بٹھانے پر راضی ہو گیا اور جو انہوں نے مہر لیکر خرچ کیا تھا ان سے وصول کر لیا۔

119۔ احمد بن دقاق سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ امام صاحب کے ساتھیوں میں سے ایک آدمی نے شادی کرنے کا ارادہ کیا۔ عورت والوں نے کہا: ہم اس آدمی کے بارے امام ابوحنیفہ سے دریافت کریں گے امام ابوحنیفہ نے اس آدمی کو وصیت فرمائی کہ جب تو میرے پاس آئے تو اپنا ہاتھ اپنے ذکر (عضو تناسل) پر رکھ دینا پس اس نے ایسا ہی کیا۔ جب ان لوگوں نے امام صاحب سے اس کے بارے سوال کیا تو فرمایا: تحقیق میں نے اس کے ہاتھ میں ایک ایسی چیز دیکھی جس کی قیمت دس ہزار درہم ہے۔

120۔ اور ہمیں یہ بات بھی موصول ہوئی ہے کہ ایک آدمی آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنی شکایت یوں عرض کرنے لگا کہ اس نے ایک جگہ اپنا مال دفن کیا لیکن اب اسے وہ جگہ یاد نہیں ہے۔

حضرت امام صاحب نے اس سے فرمایا: یہ کوئی فقہی مسئلہ تو ہے نہیں لیکن پھر بھی میں تیرے لئے حیلہ کرتا ہوں، امید ہے کوئی حل نکل آئے گا لیکن تو اس طرح کر کہ سیدھا مسجد میں چلا جا اور صبح تک مسلسل نفل نماز ادا کرنے کا پکا ارادہ کر لے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو ضرور تجھے یاد آ جائے گا۔ اس آدمی نے آپ کی نصیحت پر عمل کرنا شروع کر دیا ابھی رات کے چوتھائی حصہ سے کم رات گزرنے نہ پائی تھی کہ اسے وہ جگہ یاد آ گئی۔ فوراً وہ حضرت امام ابوحنیفہ کی خدمت میں آیا اور اپنے معاملہ کی خبر دی۔ تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: مجھے پہلے علم تھا کہ ایسا ہی ہوگا کیونکہ شیطان تجھے زیادہ دیر نماز نہیں پڑھنے دے گا حتی کہ وہ یاد دلا دے گا لہٰذا تو نے اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے ساری رات اپنے

آپ کو عبادت میں مشغول کیوں نہ رکھا۔

حضرت امام شافعی کی فراست اور آپ کی عقلمندی

121۔امام ابوحاتم رازی نے کہا ہے کہ ہمیں خبر دی ہے ابوالحسن نے، وہ فرماتے ہیں: ہمیں ابومحمد نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں: ہمیں احمد بن سلمہ بن عبداللہ نیشاپوری نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں: ابوبکر محمد بن ادریس وراق حمیدی نے بتایا۔ میں نے حمیدی کو فرماتے ہوئے سنا کہ محمد بن ادریس شافعی نے خود فرمایا ہے کہ ایک دفعہ میں یمن کی جانب روانہ ہوا۔ مقصد فراست کی کتابوں کو تلاش کرنا تھا۔ حتیٰ کہ وہاں پہنچ کر میں نے ان کو خوب جمع کیا پھر جب میرے واپس آنے کا وقت قریب ہوا تو اتفاقاً میں اپنے راستہ میں ایک ایسے آدمی پر سے گزرا جو اپنے گھر کے صحن میں اکڑوں براجمان تھا۔ نیلی آنکھوں والا، ابھری ہوئی پیشانی والا اور داڑھی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فارغ تھا یعنی کھودا تھا۔ میں نے اس سے کہا: کیا تیرا کوئی گھر بار بھی ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں بالکل میں گھر والا ہوں۔ امام شافعی اس مقام پر واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ صفات جو میں اس آدمی کی ملاحظہ کیں فراست کے حوالے سے یہ خبیث ترین آدمی کی صفات ہیں لیکن اس نے مجھے اپنے مکان میں عزت واحترام کے ساتھ مہمان بناتے ہوئے جگہ دیکر بٹھایا تو (اس آدمی کا موجودہ ظاہری سلوک دیکھ کر) میں نے اس آدمی کو معزز ترین سمجھا۔ اس آدمی نے میری طرف رات کا کھانا اور ساتھ خوشبو بھی بھجوائی اور میری سواری کیلئے گھاس کا انتظام کیا، بستر اور اوڑھنے بچھونے کا خوب اہتمام کیا۔

میں نے اس حال میں سوچا جبکہ ساری رات میں کروٹیں بدلتا رہا کہ ان کتابوں کا کیا کروں گا جبکہ یہ صفات میں نے اس آدمی کے اندر دیکھیں لیکن اس کے الٹ میں نے اسے مکرم ترین انسان پایا۔ میں نے دل ہی دل میں کہا کہ یہ کتابیں اب میں پھینک دوں گا؟ کیونکہ ان کا فائدہ کوئی نہیں کہ جو بات ان کے اندر لکھی ہوئی ہے عام مشاہدہ اس کے خلاف ہے۔

بہرحال جب میں نے صبح کی تو میں نے اپنے غلام سے کہا: سواری پر زین ڈالو اس

نے زین ڈالی پس میں اپنی سواری پر سوار ہوا اور اس آدمی کے پاس سے گزرتے ہوئے میں اس سے یوں کہا:

جب کبھی تمہاری مکہ میں آمد ہو تو تم ذی طویٰ کے مقام پر سے گزرنے لگو تو محمد بن ادریس شافعی کی منزل کا پتہ پوچھ لینا۔ لوگ تیری رہنمائی میرے گھر تک کریں گے اور میں وہاں موجود ہوں گا۔

میری یہ گفتگو سن کر اس آدمی نے مجھ سے کہا: کیا میں تیرے باپ کا غلام ہوں۔ میں نے جواب دیا نہیں اس نے کہا: کیا تیرا میری ذات پر کوئی خصوصی انعام تھا جو آج رات میں نے چکایا ہے۔ میں نے جواب دیا نہیں۔ اس نے کہا: گزشتہ رات میں نے تیرے لئے کہاں تک تکلیفیں اٹھائی ہیں؟ میں نے جواب دیا: بتاؤ وہ کیا ہیں؟ اس نے کہا: میں نے تیرے لئے دو درہموں کے عوض کھانا خریدا۔ اور اتنے کا سالن بھی اور تین درھم کے بدلے عطر (خوشبو) اور دو درہموں کے بدلے تیری سواری کیلئے گھاس خریدی اور بستر واوڑھنی کا کرایہ دو درہم ہے (حضرت امام شافعی فرماتے ہیں) میں نے کہا: اے غلام! یہ سارا حساب کتاب اسے چکا دے اس نے دے دیا میں نے پوچھا کیا کوئی اور چیز باقی ہے؟ اس نے کہا: مکان کا کرایہ ابھی باقی ہے کیونکہ میں نے تجھے کھلی جگہ مہیا کی اور خود تنگی میں رات گزاری۔ امام شافعی فرماتے ہیں یہ کتابیں موجود ہونے کے باعث میں نے اپنے آپ کو رشک بھری نگاہ سے دیکھا اور میں نے اس کے بعد ایک بار پھر کہا: کیا کوئی اور چیز باقی ہے؟ اس نے طرح جواب دیا: جا چلا جا، اللہ تجھے رسوائی کا شکار کر دے میں کبھی تجھ سے زیادہ برا آدمی نہیں دیکھا حضرت امام شافعی اپنے جی میں کہتے ہیں میرا یقین واعتقاد ان کتابوں کے ساتھ اور بڑھ گیا جو میں نے علم فراست کے موضوع پر جمع کی تھیں اور اس بات کا کامل یقین ہو گیا کہ یہ علم برحق ہے۔

122۔ ربیع بن سلیمان کہتے ہیں: میں حضرت امام شافعی کے پاس موجود تھا ایک آدمی آپ کے پاس خط کی صورت میں ایک رقعہ لیکر حاضر ہوا جس میں مرقوم تھا:

سل المفتي المكي هل في تزاور　　نظرة مشتاق الفؤاد جناح

''مکہ شریف کے مفتی سے سوال کر، کیا باہم زیارت کرنے اور دل مشتاق کو نگاہ ڈالنے میں کوئی گناہ ہے؟''

تو حضرت امام شافعی نے اس کا جواب اس انداز میں دیا:

معاذ الله العرش ان یذهب التقی تلاحق اکباد بهن جراح

''عرش کے مالک و معبود کی پناہ اس امر سے کہ زخمی دلوں کا ملنا تقوی کو ناپید کر دے''۔

ربیع نے کہا: میں نے اس پر تعجب کیا کہ وہ ایسے حادثات میں بھی اس انداز میں فتویٰ دے سکتے ہیں میں نے عرض کی: اے ابو عبداللہ! (امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کی کنیت ہے) اس طرح کے نوجوان کے لئے آپ اس قسم کا فتویٰ جاری فرماتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا: اے ابو محمد! یہ ہاشمی آدمی ہے جس نے اس ماہ یعنی رمضان المبارک کے مہینے میں شادی کی ہے اس کی اٹھتی جوانی ہے۔ اس نے سوال کیا ہے کہ کیا اس پر کوئی گناہ ہے کہ بغیر وطی کے وہ صرف بوس و کنار اور ضم وغیرہ ہو لے۔ اس کو میں نے یہ فتویٰ دیا ہے۔ ربیع کہتے ہیں میں نے جوان کا پیچھا کیا اور اس سے اس کی حالت دریافت کی تو اس نے مجھے وہی صورت حال بتائی جو حضرت شافعی نے کہی تھی۔ وہ کہتے ہیں: میں نے اس سے بہتر فراست کہیں نہیں دیکھی۔

123۔ روایت کی گئی ہے کہ ایک آدمی سونے والوں کو یکے بعد دیگرے بڑی غور سے دیکھ رہا تھا۔ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد رشید ربیع مزنی نے فرمایا اٹھ اور اس آدمی کی طرف جا کر کہہ کہ وہ ایک سیاہ رنگ کے غلام کو تلاش کر رہا ہے جسکی ایک آنکھ مرض کا شکار ہو گئی ہے۔

ربیع کہتے ہیں: میں اٹھا اور حکم بجالایا تو اس آدمی نے جواب دیا: ہاں یہ بات درست ہے۔ اور اس کے بعد وہ آدمی حضرت امام شافعی کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے سوال کیا میرا غلام کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا: اسے جیل میں تلاش کرو ممکن ہے وہاں ہو وہ آدمی وہاں سے کوچ کر کے جیل پہنچا تو وہاں جیل میں اس نے اپنا غلام باقاعدہ حاضر پایا

لیا۔اس کے بعد ربیع حضرت امام شافعی سے یہ کہتے ہوئے مخاطب ہوئے کہ میرے لئے وضاحت فرمائیں اس کی جو بھی واقعہ ہوا ہے کیونکہ آپ نے تو ہمیں حیرت کے سمندر میں غرق کر دیا ہے۔

آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: میں نے اس آدمی کو دیکھا کہ جامع مسجد کے دروازے سے داخل ہوا اور سونے والوں کے گرد گھیرا ڈال دیا میں سمجھ گیا اس کا غلام بھاگ گیا ہے جسے یہ تلاش کر رہا ہے جب سیاہ لوگوں کے قریب ہوتا تو غور سے دیکھتا اور سفید لوگوں سے بے پرواہی کا سلوک کرتا میں نے کہا: اس کے سیاہ غلاموں میں سے ایک غلام ہے جو بھاگ گیا ہے۔اور میں نے دیکھا کہ وہ بائیں آنکھ ہی توجہ کے ساتھ دیکھتا ہے تو میں نے یہ بات اخذ کر لی کہ ضروری طور پر اس کے غلام کی ایک آنکھ کو بیماری لگی ہوئی ہے۔ہم نے آپ سے یہ بھی عرض کیا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ جیل میں ہے آپ نے غلام پر حدیث فٹ کرتے ہوئے جواب دیا: (کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے)

"اذا جاعوا سرقوا واذا شبعوا نكحوا" (جب یہ غلام بھوکے ہوتے ہیں تو چوریاں کرتے ہیں اور جب سیر ہوں تو نکاح کرتے ہیں) میں نے اس بات کو نکالا کہ لازمی طور پر ان دو جرموں میں سے کسی ایک جرم کا اس نے ارتکاب کیا ہے اندریں حالات تم خود دیکھ سکتے ہو کہ معاملہ اسی طرح ہے۔

124۔روایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت امام شافعی اور محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہما (آپ کے استاد محترم اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید) صحن کعبہ میں تشریف فرما تھے تو ایک آدمی مسجد حرام شریف کے دروازہ سے اندر داخل ہوا۔ان دونوں حضرات میں سے ایک نے کہا: میں تو اسے بڑھئی گمان کرتا ہوں دوسرے نے کہا نہیں بلکہ یہ تو لوہار ہے۔حاضرین نے اس آدمی تک پہنچنے میں جلدی کی اور اس سے دریافت کیا تو اس نے ان لوگوں کو جواب دیا: میں پہلے بڑھئی تھا اور ان دنوں میں لوہے کا کام کرتا ہوں۔

125۔اور حرملہ بن یحییٰ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے امام شافعی کو کچھ کہتے ہوئے سماعت کیا جبکہ ایک آدمی ان سے پوچھ رہا تھا کہ میں نے طلاق کی قسم اٹھائی ہے کہ اگر میں

یہ پھل کھاؤں یا اسے پھینک دوں۔ آپ نے جواب دیا آدھا کھالے اور آدھا پھینک دے (کیونکہ اس نے سارا کھانے یا سارا پھینکنے کی قسم کھائی تھی اب اس نے نہ سارا کھایا اور نہ سارا پھینکا ہے)

ابن جوزی کہتے ہیں اور امام شافعی سے بھی یہی منقول ہے اور دو روایتوں میں سے ایک روایت میں حضرت امام احمد بن حنبل کا بھی یہی قول ہے اور تحقیق ہمارے اصحاب نے اس قسم کے بہت سارے مسائل ذکر کیے ہیں جن سے فتویٰ میں قریب قریب آگاہ نہیں ہو سکتے مگر انتہائی فطانت رکھنے والے۔ ان میں سے چند مسائل ذکر کیے جائیں گے کیونکہ اس جیسے مسائل کا تذکرہ ذہین وفطین (عقلمند) لوگوں کی ذہانت و فطانت کو بیدار کرنے اور طراوت بخشنے کا سبب بنتا ہے۔

ان مسائل میں سے ایک یہ ہے: جب کوئی خاوند اپنی بیوی کو کہے جبکہ وہ پانی میں موجود ہو کہ اگر تو اس پانی میں ٹھہری رہے تو بھی تو طلاق والی ہے اور اگر تو اس سے باہر نکل آئے تو بھی تو طلاق والی ہے۔

اب ہم غور وفکر کی نگاہ ڈالتے ہیں کہ اگر تو پانی جاری (چلنے والا) ہے اور خاوند نے کوئی معین نیت نہیں کی ہے تو اس کی عورت طلاق والی نہ ہوگی خواہ وہ باہر نکل آئے یا پانی میں رہے۔

اور اگر وہ پانی کھڑا ہے تو اس عورت کو اس صورت حال میں مجبور کی گئی عورت پر قیاس و محمول کیا جائے گا اسطرح کہ اگر ایک عورت سیڑھی پر موجود ہو اور اسکا خاوند اسے کہے کہ اگر تو اس سیڑھی میں اوپر چڑھتی جائے یا اس سے بذات خود اپنی مرضی سے اتر آئے یا تو اسی مقام پر ٹھہری رہے جس ڈنڈے پر موجود ہے یا اس سیڑھی سے بلاواسطہ اپنے آپ کو نیچے پھینک دے یا کوئی دوسرا آدمی تیری مرضی کے بغیر یا تیری مرضی کے ساتھ تجھے نیچے گرا دے تو ہر صورت مذکورہ میں تو طلاق والی ہے۔ اسکا حل یہ ہے کہ اس کے قریب ایک دوسری سیڑھی کھڑی کر دی جائے اور وہ عورت اس دوسری سیڑھی پر بلاواسطہ منتقل ہو جائے۔

پس اگر کسی آدمی نے بہت سارے تر پھل کھائے پھر اپنی عورت سے مخاطب ہو کر کہا:

اگر تو مجھے اس تعداد کی خبر نہ دے جو میں نے کھائی ہے تو تو طلاق والی ہے۔اس سے نجات کا طریقہ یہ ہے کہ وہ عورت ایک سے لیکر اس عدد تک شمار کرے جس سے یہ یقین ہو جائے کہ جتنی تعداد خاوند صاحب نے کھائی ہے وہ اس میں آ گئی ہے تو اس پر طلاق واقع نہ ہو گی۔

پس اگر کسی خاوند نے تر کھجوریں کھائیں اور اپنی بیوی سے کہا: تو طلاق والی ہے اگر تو علیحدہ نہ کر دے ان کھجوروں کی گٹھلیوں کو جو میں نے کھائی ہیں ان کھجوروں کی گٹھلیوں سے جو تو نے خود کھائی ہیں جبکہ اب وہ دونوں آپس میں خلط ملط ہو چکی ہوں اس کا حل یہ ہے کہ وہ عورت ہر ہر گٹھلی کو جدا جدا کر دے۔

اگر خاوند نے اپنی بیوی سے کہا: تو طلاق والی ہے اگر تو مجھے سچ سچ نہ بتا دے کہ کیا تو نے میری چوری کی ہے یا نہیں اس سے چھٹکارے کی صورت یہ ہے کہ جب عورت نے کہہ دیا میں نے چوری کی ہے جو بھی چوری کی ہے تو اسے طلاق نہ ہو گی۔

پس اگر کسی آدمی کی تین بیویاں تھیں اور وہ ان کے لئے دو چادریں خریدے یا ان دو چادروں پر ان تین عورتوں کا جھگڑا ہو گیا یہ سنکر خاوند نے کہا: تم سب طلاق والی ہو اگر تم میں سے ہر ایک اس ایک ماہ میں ان چادروں کو بیس دن نہ اوڑھے رکھے، اب اس میں تاویلی صورت یہ ہے کہ سب سے بڑی اور درمیانی بیوی مسلسل دس دن دونوں چادروں کو اوڑھے رکھیں پھر بڑی بی سب سے چھوٹی بیوی کو وہ چادر دے دے اور درمیانی بیوی کی چادر پورے بیس دن تک اسکے اوپر باقی رہے۔

پھر سب سے بڑی عورت درمیانی والی کی چادر لے لے یہاں تک کے وہ اس طرح مہینہ پورا کر دیں تو سب کی سب طلاق سے بچ جائیں گی۔

جب کوئی آدمی اپنی ساری 3 بیویوں کو سفر پر لے جائے جس کی مقدار تین فرسخ (برابر 9 میل ہاشمی) ہو اور اس کے پاس دو خچر ہوں وہ عورتیں ان پر سوار ہونے کے لئے آپس میں جھگڑ پڑیں۔ اور اس پر خاوند طلاق کی قسم اٹھا کر کہے کہ تم میں سے ہر ایک دو فرسخ ضرور بر ضرور سوار ہو۔ تو اس سے نجات کی صورت یہ ہو گی کہ بڑی اور درمیانی ایک ایک فرسخ سوار ہوں پھر درمیانی اتر پڑے اور بڑی اسکی جگہ سوار ہو جائے اور چھوٹی درمیانی کی جگہ سوار ہو

جائے اور تمام مسافت مکمل کرے اور دو فرسخ مکمل ہونے پر درمیانی بڑی کی جگہ سوار ہو جائے تو وہ طلاق سے بچ جائیں گی۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

جب کوئی آدمی تیس بوتلیں گھر لے آئے جن میں سے دس فل بھری ہوئی ہوں، دس آدھی آدھی ہوں اور دس مکمل طور پر خالی ہوں پھر وہ شخص کہے: تم سب یعنی تینوں عورتیں طلاق والی ہو اگر میں اس چیز کو (جو بوتلوں میں ہے) تمہارے درمیان برابر تقسیم نہ کر دوں بغیر اس کے کہ میں تقسیم کرنے کیلئے کسی ترازو یا کسی پیمانہ سے مدد لوں۔

اس کا حل یہ ہے کہ وہ آدمی نصف بوتلوں میں سے پانچ کو دوسری پانچ کے ساتھ بھر لے پھر ان میں سے ہر ایک کو پانچ بھری ہوئی اور پانچ خالی دے دے۔

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس ایک ایسا برتن دیکھے جس میں پانی ہو۔ اس نے کہا: یہ مجھے پلا دے وہ پلانے سے رک گئی۔ مرد نے طلاق کی قسم اٹھالی کہ نہ تو میں اس پانی کو پیوں گا، نہ تو اسے انڈیلے گی، نہ تو اس پانی کو برتن میں رہنے گی اور نہ ہی اس کے علاوہ کچھ کرے گی ورنہ تجھے طلاق۔ اس میں حیلہ یہ ہے کہ وہ عورت برتن کے اندر کپڑا ڈبو دے جو کپڑا سارے پانی کو پی جائے پھر اس کپڑے کو دھوپ میں رکھ کر خشک کر لے۔

یحییٰ بن اکثم کی فراست

126۔ ابو علی عیسیٰ بن محمد طوماری نے ذکر کیا ہے کہ وہ سماعت کرنے والے ہیں قاضی ابو حازم سے انہوں نے میرے باپ سے سنا وہ فرماتے تھے یحییٰ بن اکثم بصرہ کے قاضی بنے جبکہ انکی عمر بیس سال یا تقریبا اتنی ہی تھی ایک آدمی نے آپ سے عرض کیا: قاضی کی عمر کتنی ہے؟ آپ نے کہا اور آپ سمجھ گئے کہ وہ آپ کو حقیر جان رہا ہے۔ تو آپ نے اس سے کہا: میں اس عتاب ابن اسید سے بڑا ہوں جس کو فتح مکہ کے دن نبی کریم ﷺ نے مکہ والوں پر قاضی مقرر فرمایا تھا اور میں اس معاذ ابن جبل سے بھی بڑا ہوں۔ جس کو یمن پر قاضی مقرر فرمایا تھا اور میں اس کعب ابن شور سے بھی بڑا ہوں جن کو حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے بصرہ والوں پر قاضی مقرر فرمایا تھا۔

حضرت علامہ قاضی شامی (صاحب فتاویٰ شامی) کی فراست

127۔ابن سماک سے روایت ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن قاضی القضاۃ امام شامی کے پاس دوآدمیوں نے اپنا جھگڑا پیش کیا جبکہ آپ منصور کی جامع مسجد میں تشریف فرما تھے۔
ان میں سے ایک نے اپنا بیان یوں دیا کہ میں نے اس آدمی کودس دینار سپرد کئے اور دوسرے سے قاضی نے کہا: تو کیا کہتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اس نے کوئی چیز میرے حوالے نہیں کی قاضی صاحب نے مطالبہ کرنے والے سے کہا: کیا تیرے پاس گواہ ہیں؟ اس نے جواب دیا نہیں اور کہا تو نے یہ مال کسی شخص کی آنکھوں کے سامنے اس کے حوالے نہیں کیا تھا؟ اس نے جواب دیا نہیں اللہ کے سوا کوئی ذات موجود نہ تھی قاضی نے پوچھا تو نے کس مقام پر وہ مال اس کے حوالے کیا تھا؟ اس نے جواب دیا کرخ کی مسجد میں تو قاضی صاحب نے مطلوب (جسکے خلاف دعویٰ کیا گیا تھا) سے کہا کیا تو قسم اٹھاتا ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں۔قاضی صاحب نے مطالبہ کرنیوالے سے فرمایا اٹھ کر اس مسجد کی طرف چلو جس میں تو نے اپنا مال اسکے حوالے کیا تھا اور قرآن کے اوراق مجھے لاکر دوتا کہ میں ان کے ساتھ اس سے قسم لوں پس وہ آدمی چلا گیا تو قاضی صاحب نے غریم (جس پر چٹی واجب ہوئی) کو اپنے پاس روک لیا جب ایک گھڑی بیت گئی تو قاضی صاحب اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تیرا کیا خیال ہے کہ وہ اس مسجد میں پہنچ گیا ہوگا۔اس نے جواب دیا نہیں، وہ اس تک نہیں پہنچا ہوگا۔تو اسکا یہ بیان اقرار کی طرح ہوگیا تو قاضی صاحب نے''سونا''اس پر لازم کردیا تو اس نے اسکا اقرار کرلیا۔

کعب ابن سور کی فراست

128۔حضرت عمر کا دور تھا کہ ایک عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ کے پاس اپنے خاوند کا شکریہ ادا کرنے لگی اور کہا کہ وہ اس دنیا کے بہترین لوگوں میں ہے رات کو قیام کرنا شروع کرتا ہے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے اور صبح تا شام روزہ رکھتا ہے۔پھر اسے حیا آگئی اور خاموشی اختیار کرلی آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے بہترین جزاء عطا فرمائے تو نے

اپنے خاوند کی خوب تعریف کی ہے جب وہ واپس چلی گئی تو کعب ابن سور نے کہا: اے امیر المومنین! وہ تو آپکی طرف شکایت لے کر آئی تھی آپ نے فرمایا اس نے کیا شکایت کی ہے؟ کعب نے جواب دیا۔ اپنے خاوند کی شکایت کر رہی تھی آپ نے فرمایا دونوں کو میرے پاس بلاؤ اور کعب سے فرمایا تم ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرو کعب نے عرض کی میں فیصلہ کرونگا تو گواہ آپ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا آپ وہ چیز سمجھ گئے ہیں جو میں نہیں سمجھ سکا کعب نے عرض کیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ترجمہ: ''پس نکاح کرو عورتوں میں سے جو تمہیں پسند ہو دو اور تین اور چار''

فیصلہ: تو تین دن روزہ رکھ اور ایک دن اس کے پاس افطار کر اور تین راتیں قیام کر اور ایک رات اس (اپنی عورت) کے پاس گزار یہ سن کر حضرت عمر نے فرمایا یہ بات میرے لئے پہلی سے بھی زیادہ تعجب انگیز ہے۔ تو آپ کا یہ فیصلہ دیکھ کر حضرت عمر نے آپکو بصرہ کا قاضی بنا کر بھیج دیا۔ آپ کی فراست کے فیصلوں میں کئی عجیب و غریب امور واقع ہوئے۔

لیث بن سعد کی فراست

129۔ ابو علی حسن بن ملیح طرائفی مصری سے روایت ہے انہوں نے کہا ہمیں رشید کے خادم لولؤ نے بیان کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ

ہارون الرشید اور ان کے چچا کی بیٹی زبیدہ کے درمیان کسی معاملہ پر مباحثہ اور مناظرہ ہوا دوران گفتگو ہارون الرشید نے اس سے کہا اگر میں جنتی نہیں ہوں تو تو طلاق والی ہے پھر وہ نادم ہوا اور دونوں اس قسم سے بہت غمگین ہوئے اور ان دونوں پر بہت بڑی مصیبت آ ٹوٹی کیونکہ ہارون الرشید کے دل میں اپنے چچا کی بیٹی کا بڑا مقام تھا چنانچہ اس نے فقہاء کو جمع کیا اور اس قسم کے بارے میں ان سے دریافت کیا لیکن کوئی بھی اسکا حل نہ پا سکا پھر اس نے اپنے تمام علاقوں کے عمال کی طرف خط لکھا کہ وہ اپنے اپنے علاقے کے فقہاء کو اس کی طرف بھیجیں جب سب جمع ہو گئے تو ہارون الرشید ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔

اور میں اسکے سامنے کسی ایسے حکم کی انتظار میں کھڑا تھا کہ اگر انہیں کوئی چیز پیش آ جائے تو اس معاملہ جو چاہیں مجھے حکم دیں بادشاہ نے ان سے اپنی قسم کے بارے سوال کیا اور میں

ان کی عبارت کا ترجمان تھا کیا خلیفہ کیلئے اس سے خلاصی کی کوئی صورت موجود ہے تو فقہاء نے اس کے سامنے مختلف جوابات دیئے جبکہ انہیں فقہاء میں لیث ابن سعد بھی موجود تھے جو مصر کے بڑی عمر کے لوگوں میں سے تھے آپ مجلس کے آخر میں بیٹھے ہوئے تھے اور کوئی گفتگو نہ کی اور ہارون الرشید ایک ایک فقیہ کی طرف باری باری متوجہ ہوتا تھا حاجب نے بادشاہ کو بتایا۔

مجلس کے آخر میں ایک وہ بزرگ باقی رہ گئے ہیں جنہوں نے کوئی کلام نہیں کیا ہے میں نے ان سے عرض کی بے شک امیر المومنین آپ سے فرمارہے ہیں کیا وجہ ہے آپ نے کلام نہیں کیا جیسے آپ کے ساتھی کلام کر چکے ہیں؟ انہوں نے فرمایا تحقیق امیر المومنین نے تمام فقہاء کے اقوال سماعت فرمالئے اور ان میں ایسے دلائل موجود تھے جو کفایت کرنے والے تھے۔

بادشاہ نے کہا کہ تم اسے کہو کہ بے شک امیر المومنین کہہ رہے ہیں کہ اگر ہم چاہتے کہ صرف فقہاء سے باتیں سنیں تو ہم آپ حضرات کو اپنے علاقوں سے یہاں آنے کی تکلیف نہ دیتے اور میں مجلس برپا نہ کرتا انہوں نے فرمایا: اگر امیر المومنین اس بارے میرا کلام سننا چاہتے ہیں تو وہ خلوت میں تشریف رکھیں چنانچہ امیر المومنین کی مجلس میں جو بھی فقہاء اور دوسرے لوگ تھے سبھی لوٹ گئے پھر بادشاہ نے کہا: کلام کرو۔ انہوں نے فرمایا: امیر المومنین! میرے قریب ہو جائیں۔

بادشاہ نے کہا اس غلام کے علاوہ ہمارے پاس کوئی فرد بشر موجود نہیں ہے۔ اور آپ پر اس سے زیادہ کوئی قریب نہیں ہے۔ حضرت لیث نے کہا: اے امیر المومنین! میں جان بخشی کی شرط پر کلام کروں گا۔ اور آپ بخوشی اس پر عمل کریں، میری ہیبت وجلالت علم قائم رہے گی۔

اور امیر المومنین کی طرف سے میری ہر وہ بات مانی جائے گی جو میں کہوں گا۔

امیر المومنین نے جواب دیا: تمہیں ساری اجازتیں ہیں جیسے کہیں گے ویسے ہوگا۔ آپ نے فرمایا:

امیر المومنین! سب سے پہلے مسجد سے قرآن کریم منگوالیں۔ اس نے قرآن مجید لانے

کا حکم دیا فوراً قرآن لا کر پیش کر دیا گیا۔ آپ نے فرمایا: اب امیر المومنین اس قرآن شریف کو اپنے ہاتھ میں لے لیں اور اس کے اوراق الٹنا شروع کر دیں یہاں تک کہ سورہ رحمان تک پہنچ جائیں چنانچہ بادشاہ نے قرآن پاک کو پکڑا اور صفحے پہ صفحے کھولنے شروع کر دیئے یہاں تک سورہ رحمٰن تک پہنچ گیا۔ حضرت لیث نے کہا اب امیر المومنین پڑھنا شروع کر دیں۔ امیر المومنین نے پڑھا پس جب وہ اس آیت پر پہنچے: وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ترجمہ: "اور وہ آدمی جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اس کے لئے دو جنتیں ہیں"۔

تو حضرت لیث نے فرمایا: اے امیر المومنین! یہاں ٹھہر جاؤ۔ پس وہ ٹھہر گئے تو آپ نے فرمایا: اب امیر المومنین کہیں واللہ...... یہ بات امیر المومنین ہارون الرشید پر بہت سخت تھی۔ لہٰذا اس پر وہ بولے یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اے امیر المومنین! اسی پر تو شرط واقع ہوئی ہے۔ امیر المومنین نے اپنا سر جھکا لیا دراں حالیکہ زبیدہ بھی اس مکان میں موجود تھی جن کے سامنے پردہ لٹکا دیا گیا تھا اور وہ مجلس کے بالکل نزدیک تھا۔ وہ سارا خطاب سن رہی تھی۔ پھر ہارون نے اپنا سر اوپر اٹھایا اور زبان سے کہا: واللہ۔ تو آپ نے کہا: الّذی لا الٰہ الّا ھو الرّحمٰن الرّحیم......

یہاں تک کہ یمین (قسم) کے آخر تک پہنچ گئے پھر فرمایا: اے امیر المومنین! آپ اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتے ہیں۔

امیر المومنین گویا ہوئے: بے شک میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہوں تو آپ نے فرمایا: اے امیر المومنین! یہ تمہارے لئے دو جنتیں ہیں نہ کہ صرف ایک جنت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے یہ ساری کارروائی ہونے پر میں نے سیٹی بجائی اور خوشی و سرور کا نعرہ پردہ کے پیچھے سے سنا اور ہارون الرشید نے کہا: آپ نے قسم بخدا! بہت اچھا کیا۔ اللہ تعالیٰ تجھے مبارک کرے۔

پھر لیث بن سعد کے لئے انعامات اور خلعت فاخرہ کا حکم دیا۔ پھر ہارون بولا: اے شیخ! چن لے جو چاہے اور مانگ لے جو چاہے تیری بات مانی جائے گی۔

آپ کہنے لگے یہ خادم جو آپ کے سر پر کھڑا ہے اے امیر المومنین! مجھے عنایت فرما

دیجئے۔

امیر المومنین نے کہا! یہ خادم تیرا ہوا۔ آپ نے کہا: اے امیر المومنین! وہ جاگیریں جو آپ کی مصر میں ہیں اور آپ کے چچا کی بیٹی کی ہیں، میں ان کا نگران ہوں گا، ان کے معاملات میرے سپرد کر دیں تاکہ میں ان کے امور پر غور و فکر کر سکوں۔ خلیفہ نے کہا صرف یہی نہیں بلکہ ان میں سے کچھ قطعات اراضی ہم آپ کے نام کر دیں گے۔ آپ کہنے لگے: اے امیر المومنین! مجھے ان میں سے کسی کو اپنے نام لگوانے کی قطعاً کوئی خواہش نہیں ہے۔ بلکہ صرف امیر المومنین کی طرف سے ایک اجازت نامہ میرے ہاتھ میں ہو۔

خلیفہ نے کہا: تیرے لئے یہ سب کچھ تیری خواہش کے مطابق ہے اور حکم دیا کہ ان کو اجازت نامہ لکھ کر مہر لگا دی جائے اس پر جو وہ کہتے ہیں۔ حضرت لیث بن سعد امیر المومنین کے سامنے سے اس حال میں روانہ ہوئے کہ تمام انعامات، فاخرہ لباس اور خادم خاص سب چیزیں ان کے پاس تھیں۔

یہ دیکھ کر زبیدہ نے اس سے دوگنا کر دیا جو ہارون الرشید نے حکم دیا تھا۔ آپ نے ان کو اٹھایا۔ مصر کی طرف واپس جانے کی اجازت طلب کی تو آپ کو عزت و تکریم سے رخصت کیا گیا یا جیسا کہ اس نے کہا ہے۔

ابوبکر باقلانی کی فراست

130۔ حسین ابن عثمان اور ان کے علاوہ سے روایت ہے۔ کہ عضد الدولہ نے قاضی ابوبکر باقلانی کو روم کے بادشاہ کی طرف ایک خصوصی پیغام کے سلسلہ میں بھیجا۔

چنانچہ جب آپ اس کے شہر میں داخل ہوئے تو بادشاہ کو بھی آپ کی آمد کی خبر دی گئی اور آپ کے علمی مقام کی بھی وضاحت بتا دی گئی، بادشاہ آپ کے معاملے میں سوچ و بچار کرنے لگا بادشاہ کو معلوم ہو گیا کہ وہ قاضی صاحب کے بارے یہ بات قطعاً نہ سوچے کہ جب وہ اس کے پاس داخل ہو گا تو رعیت کی جاری رسم کی طرح بادشاہ کے سامنے زمین کو بوسہ دے گا۔ اس نے ایک تدبیر سوچی کہ وہ اپنی بیٹھنے والی چارپائی ایک نازک و لطیف دروازے کے پیچھے اس طرح رکھ دے کہ کسی کے لئے ممکن ہی نہ ہو کہ وہ جھکے بغیر اندر داخل

ہو سکے تا کہ قاضی صاحب بھی آپ کے سامنے اپنی سوچ و بچار کرنے کے بجائے اس حالت میں داخل ہو۔

چنانچہ جب قاضی صاحب اس جگہ پہنچے تو سارا قصہ سمجھ گئے اور اس کا توڑ آپ نے اس طرح کیا کہ اپنی پیٹھ کو پھیر دیا اور اپنے سر کو جھکا لیا اور وہ دروازے سے اس حال میں داخل ہوئے کہ اپنے پیچھے کی جانب چل رہے تھے اور آپ نے بادشاہ کا استقبال اپنی الٹی طرف کے ساتھ کیا یہاں تک کہ اس طرح چلتے چلتے بادشاہ کے سامنے ہو گئے پھر سر کو اٹھا کر اپنے چہرے کو سیدھا کیا اور اب اس وقت اپنا چہرہ بادشاہ کی طرف کیا۔ یہ دیکھ کر بادشاہ انکی عقل مندی و ذہانت کو جان گیا اور وہ آپ کی تعظیم بجالایا۔

عمارہ بن حمزہ کی ذہانت و فراست

131۔عمارہ بن حمزہ کے بارے نقل کئے گئے واقعات میں سے ہے کہ عمارہ بن حمزہ کے بارے ہمیں یہ بات موصول ہوئی ہے کہ آپ ایک مرتبہ منصور کے پاس تشریف لے گئے اور اپنے مخصوص و معین مقام پر براجمان ہو گئے، چنانچہ ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا: میں مظلوم ہوں اے امیر المومنین! خلیفہ نے کہا: کس نے تجھ پر ظلم کیا ہے؟ اس نے کہا: عمارہ نے میری ساری پونجی چھین لی ہے یہ سن کر منصور نے کہا: اے عمارہ اٹھو اور اپنے مدمقابل (مدعی) کے پاس جا کر بیٹھ جاؤ آپ نے کہا:

یہ میرا خصم نہیں خلیفہ نے کہا وہ کیسے یہ تو تجھ پر ظلم ہو جانے کا دعویٰ کر رہا ہے؟ آپ نے کہا اگر تو اس جاگیر کا مالک وہ ہے تو میں اس میں اس کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں کرتا اور اگر وہ جاگیر میری ملک ہے تو میں راہ اللہ اس کی خاطر اسے چھوڑتا ہوں۔ لیکن میں بیٹھنے کی جگہ سے نہ اٹھوں گا جس میں بیٹھنے کی رفعت و بلندی کے ساتھ امیر المومنین نے مجھے شرف و بزرگی عطا فرمائی ہے اور اپنی عارضی جاگیر کے سبب اس سے کمتر درجہ میں نہ بیٹھوں گا۔

پس جب ہم نکلے تو قاسم بن عبید اللہ نے مجھ سے کہا آپ نے امیر المومنین کے حکم کو ٹال کر رد کر دیا کیونکہ انہوں نے آپ کو ایک چیز کہی اور تم نے کہا نہیں تو میں نے اس جواب دیا: یہ سمجھ مجھے کہاں سے آئی؟

ایک بادشاہ کی فراست

132۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بادشاہ کے راز اکثر اس کے دشمنوں پر ظاہر ہو جاتے تھے اور اس کی تدابیر کا محل یک دم دھڑام سے گر پڑتا تھا اور اپنے دشمنوں کے خلاف کسی تدبیر میں کامیاب نہ ہوتا تھا چنانچہ اسے بھی اس کی حقیقت کا علم ہو گیا اس نے اپنے خصوصی خیر خواہوں میں سے ایک کے سامنے شکایت کی۔ اور اس سے کہا کہ ایک گروہ میرے رازوں پر مطلع ہو جاتا ہے اور ان کیلئے اسرار ظاہر کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں لیکن میں اس بات کو معلوم نہیں کر پا رہا کہ ان میں سے کون اس کو دشمنوں پر ظاہر کرتا ہے اور میں یہ بات بھی ناپسند کرتا ہوں کہ ان میں سے بری الذمہ شخص وہ سزا پانے والا بن جائے جس کا خیانت کرنے والا مستحق ہے تو اس معاملہ کا حل نکالنے کیلئے اس نے ایک کاغذ منگوا کر اس میں مملکت کی خبروں میں سے بعض ایسی خبریں لکھ دیں جو ساری کی ساری جھوٹی اور من گھڑت تھیں۔ پھر اس نے ایک ایک کر کے آدمیوں کو بلانا شروع کیا لیکن ہر ایک کو اس کے ساتھی کے بغیر اکیلے بلایا انکا تعلق ان لوگوں سے تھا جن کے سامنے پہلے بادشاہ راز افشاء کیا کرتا تھا۔

بعد ازاں اس بادشاہ نے کہا: ان میں سے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ خبر سے خبردار کرنا جس کا اظہار اس کے علاوہ ساتھیوں پر نہ ہو۔ اور ہر ایک کو یہ حکم دے کہ وہ اس راز کو راز میں رکھے جو راز میں نے اس کو بتایا ہے اور ہر خبر پر اس خبر والے کا نام لکھوا دو۔ تھوڑا عرصہ نہ گزرا تھا کہ خیانت کرنے والوں نے ظاہر کر دیا، وہ راز جو ان کے سامنے اس نے فاش کیا تھا۔ اور مخلص و خیر خواہ لوگوں کی خبریں چھپی رہیں بڑی آسانی کے ساتھ بادشاہ نے ان لوگوں کو پہچان لیا جو اس کے رازوں کو فاش کرتے تھے۔ وہ ان سے محتاط ہو گیا۔

علامہ ابن جوزی کی فراست

علامہ عبدالرحمٰن بن جوزی انتہائی تنقید کرنے والے علماء سے شمار کئے جاتے ہیں اور وہ تیز ذہن اور حاضر جوابی کے مالک تھے جس پر درج واقعات دال ہیں:

133۔ حکایت بیان کی جاتی ہے کہ بغداد شریف میں اہل السنّت والجماعت اور شیعہ کے

درمیان حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی آپس میں باہمی فضیلت کے مسئلہ پر جھگڑا واقع ہو گیا۔ تو سارے حضرات اس بات پر متفق ہو گئے کہ جو جواب شیخ ابو الفرج (عبدالرحمٰن بن جوزی) دیں گے وہ سب کی طرف سے ہوگا چنانچہ انہوں نے ایک شخص کو ان سے اس بارے سوال کرنے کے لئے کھڑا کیا جبکہ آپ اپنی مجلس وعظ میں کرسی پر براجمان تھے آپ نے فرمایا: ان دونوں معزز ہستیوں میں سے زیادہ فضیلت رکھنے والا وہ ہو گا۔ مَنْ كَانَتِ ابْنَتُهٗ تَحْتَهٗ (جس کی بیٹی اس کے نیچے ہوگی اور فوراً کرسی سے نیچے اتر آئے یہاں تک کہ اس بارے میں کسی ایک نے بھی مراجعت نہ کی۔ پس اہل سنت نے کہا وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ ان کی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اللہ کے رسول ﷺ کی بیوی ہیں۔ اور گروہ اہل تشیع نے کہا وہ حضرت علی بن ابو طالب ہیں کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا ان کی بیوی ہیں۔

تبصرہ: اب جو عبارت (من كانت ابنته تحته) علامہ ابن جوزی نے ذکر کی ہے۔ اس میں دو ضمیریں غائب کی ذکر کی گئی ہیں پہلی ابنتہ کی ''ہ'' اور دوسری تحتہ کی ''ہ'' ضمیر۔ ان میں سے پہلی حضرت ابوبکر کی طرف اور دوسری حضور ﷺ کی طرف لوٹائی جائے تو جو معنی نکلتا ہے وہ سنیوں کا عقیدہ ہے اور علامہ صاحب کی بھی یہی مراد ہے۔

لیکن اگر پہلی ضمیر حضور ﷺ کی طرف اور دوسری حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف تو جو معنی نکلے گا وہی شیعوں کے حق میں ہے۔ اور شیعوں نے اس معنی کو مراد لیا ہے۔

☆ اور اس مقام پر ایک مؤقف اور بھی ہے کہ یہ واقعہ مستضی باللہ کے زمانہ میں اس کے ساتھ پیش آیا اس کے حوالے سے ابن جوزی نے حق کو سچ والے تک اشارہ کنایہ کے اسلوب کی پیروی کرتے ہوئے پہنچا دیا چنانچہ ہمارے لئے علامہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''مرآۃ الجنان'' آنے والا قصہ ذکر کیا ہے۔

134۔ ابن جوزی نے بعض علماء سے یہ سنا کہ خلیفہ مستضی باللہ اپنے حاشیہ نشینوں میں سے ایک آدمی پر ناراض ہوا ہے۔ اس کو سزا دینے کا ارادہ کیا تو وہ بھاگ گیا تو خلیفہ نے اس کے بھائی کو پکڑ لیا۔ اور اس سے اصرار کے ساتھ مطالبہ کیا کہ وہ اپنے بھائی کو پیش کرے اور اس کا

مال لے لیا۔ اس مصادر (جس سے مطالبہ کیا گیا) نے ابن جوزی کے پاس شکایت کی اور سارا واقعہ سنایا۔ علامہ صاحب نے اس سے کہا جب میری مجلس وعظ اختتام پذیر ہو تو میرے سامنے کھڑے ہو کر مجھے یاد دلا دینا جبکہ خلیفہ بھی پردے کے پیچھے سے ان کے وعظ کو سنا کرتا تھا۔ سو جب ان کی پہلی مجلس وعظ منعقد ہوئی اور مقررہ وقت پر اختتام پذیر ہونے لگی تو وہ مصادر انسان کھڑا ہو گیا جوں ہی شیخ ابوالفرج نے اسے دیکھا تو اعراض کرتے ہوئے فی البدیہ شعر پڑھ دیا جسکا مفہوم تھا۔ گناہ ہر جرأت کرنے والے کے بدلے گناہ سے بری ہونے والے کا مواخذہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔

خلیفہ کو عدل واحسان پر اکساتے ہوئے اور یہ کہ لیا ہوا مال اس انسان کو واپس کر دیا جائے مزید یوں کہا:

قفي ثم اخبرينا يا سعاد بذنب الطرف لم سلب الفواد

واي قضية حكمت اذاما جني زيد به عمرو يقاد

يعاد حديثكم فيزيد حسنا وقد يستحسن الشي المعاد

"اے سعاد! تم ٹھہرو پھر ہمیں خبر دو طرف کے گناہ کی کیوں دل کو لوٹا گیا"۔

کیسا یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ جب قصور زید نے کیا ہے اور عمرو کو دھر لیا گیا ہے۔

تمہاری بات لوٹ جائے گی تو از روئے خوبصورتی اضافہ ہوگا اور کبھی لوٹائی جانے والی چیز بھی مستحسن ہوتی ہے۔

خلیفہ مستضی باللہ نے پردہ کے پیچھے سے آواز دی: یُعَادُ یعنی المال (مال لوٹا دیا جائے گا)۔

پس اس شخص کا مال واپس کر دیا گیا اور اس کے خستہ حال کی اصلاح کر دی گئی۔

حضرت امام نووی کے بارے شیخ یاسین زرکشی کی فراست

امام نووی 631ھ میں پیدا ہوئے ان کا نام یحیٰی بن شرف بن مری بن حسن محی الدین ابوزکریا تھا۔ یعنی محی الدین انکا لقب اور ابوزکریا ان کی کنیت تھی۔

اور آپ کی وفات 676ھ میں ہوئی۔ یقیناً وہ زہد، پرہیز گاری، تقویٰ، علم کو تلاش

کرنے، اس پر عمل کمانے اور اس کی طرف لوگوں کو بلانے جیسی صفات سے متصف تھے۔ یہاں تک کہ وہ مذہب شافعی کے نشانیوں میں سے ایک عظیم نشانی تھے۔

ان کے بارے میں شیخ یاسین بن یوسف زرکشی نے اپنی فراست کا اظہار کیا ہے۔ اس کو آپ ابھی آنے والے عمدہ قصہ کے اندر دیکھ لیں گے جس سے داعیان علم و دین و دانش کو دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ فائدہ حاصل کرنا چاہیے۔

شیخ یاسین زرکشی فرماتے ہیں:

135۔ میں نے شیخ محی الدین کو اس وقت دیکھا جب وہ ابھی دس سال کی عمر میں تھے اور نویٰ کے مقام پر موجود تھے بچے ان کو اپنے ساتھ کھیلنے پر مجبور کرتے تھے اور وہ خود ان سے دور بھاگنے کی کوشش کرتے تھے اور ان کے مجبور کرنے کے باعث روتے تھے۔ وہ ایسی حالت میں بھی قرآن پڑھتے تھے، میرے دل میں ان کی محبت گھر کر گئی تھی ان کے باپ نے ان کو ایک دکان میں بٹھا دیا اور خرید و فروخت کا مشغلہ ان کو قرآن پڑھنے سے غافل نہ کر سکا؟ وہ (شیخ یاسین) فرماتے ہیں کہ میں اس بزرگ استاد کے پاس آیا ان کی سفارش کرنے کیلئے جو ان کو قرآن پڑھاتے تھے اور میں نے ان سے عرض کیا: اس بچے کے بارے امید کی جا سکتی ہے کہ یہ اپنے زمانہ کے سب لوگوں سے بڑا عالم ہو اور ان سے زہد و تقویٰ میں بھی نمبر لے جائے اور لوگ اس سے نفع حاصل کریں۔ یہ سن کر انہوں نے مجھ سے کہا: کیا تو نجومی ہے؟ میں نے جواب دیا نہیں اور یہ باتیں مجھ سے صرف میرا رب کہلوا رہا ہے۔ انہوں نے یہ باتیں ان کے والد صاحب کو بتائیں اور انہوں نے اس پر تحریص دلائی یہاں تک کہ آپ نے قرآن حفظ کر لیا اور سن بلوغت کو پہنچ گئے۔

حازمی عفی اللہ عنہ نے کہا ہے: امام نووی اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم اور زاہد ہوئے اور ان سے اور ان کی کتابوں سے ایک خلقت نے نفع حاصل کیا حتی کہ موجودہ دور میں بھی ان کی کتابوں سے استفادہ کیا جا رہا ہے۔

سلطان العلماء عز بن عبد السلام کی فراست اور عقلمندی

حضرت عز بن عبد السلام اعلام اسلام سے شمار ہوتے ہیں۔ اور ساتویں ہجری کے کبار

(بڑے) مفکرین میں ان کا نام نمایاں ہے۔ ان سلاطین علماء میں سے ایک ہیں جنہوں نے ظلم اور سرکشی سے جنگ کر کے ان کے دانت کھٹے کر دیئے۔ وہ نیکی کا حکم دیتے رہے، برائی سے منع کرتے رہے اور برائی کو نیکی میں یعنی برے لوگوں کو نیک بنا دیا، اس عظمتوں والے دین کی عزت کو برقرار رکھنے کی راہ میں ان پر اپنی جانیں قربان کر دینا آسان ہو گئیں۔ اسی سبب سے مولیٰ عزوجل نے آپ کو فراست، ذہانت، پیچیدہ گتھیوں کو سلجھانے اور مستقبل کی باتوں کو دیکھ کر بیان کرنے کا ملکہ وافر مقدار میں ارزانی فرمایا۔

آئندہ قصہ پڑھنا آپ پر لازم ہے۔

136۔ روایت بیان کی جاتی ہے کہ ان کے پاس ایک شخص آیا۔ اور ان سے عرض کی: میں نے نیند اور خواب کے عالم میں آپ کو یہ شعر گنگناتے ہوئے سنا دیکھا ہے۔

وكنت كذى رجلين رجل صحيحة ورجل رمى فيها الزمان فشلت

''اور میں دو آدمی رکھنے والے کی طرح ہوں جن میں سے ایک تندرست ہے اور دوسرے میں زمانے نے اپنے تیر چلائے اور وہ شل ہو گیا ہے''۔

یہ سن کر آپ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر گویا ہوئے، میں اپنی عمر کے تراسی 83 سال زندہ رہوں گا بے شک یہ شعر عزت کثیر کے لئے ہے۔ میرے اور اس کے درمیان سوائے عمر کے اور کوئی نسبت و تعلق نہیں ہے کیونکہ میں سنی ہوں، وہ شیعہ ہے، میں کوتاہ قد نہیں ہوں، وہ کوتاہ قد ہے، میں شاعر نہیں، وہ شاعر ہے، میں صحیح سلامت ہوں وہ تندرست و توانا نہیں ہے۔ لیکن وہ بھی اتنی مقدار زندہ رہے گا۔ میں کہتا ہوں (صاحب کتاب طبقات شافعیہ) اسی طرح ہوا جس طرح انہوں نے فرمایا تھا۔

درج عمدہ قصوں کو پڑھنا لازمی ہے۔

ان کے شاگرد رشید علامہ ابن قیم جوزی نے کہا ہے اور اسی طرح ان کے شاگرد حافظ ابن کثیر بھی لکھتے ہیں:

137۔ جب ان کا دشمن والی مقرر ہوا جس کا لقب جاشنکیر بادشاہ تھا لوگوں نے ان کو اس کی خبر دی اور کہا وہ اب تجھ سے اپنی مراد کو پہنچ جائے گا۔

انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک لمبا سجدۂ شکر ادا کیا۔ ان سے پوچھا گیا اس سجدۂ کا باعث کیا چیز ہے؟ تو جواب دیا: اب سے یہ اس کی ذلت اور عزت سے جدائی کی ابتدا ہو گئی ہے۔ پھر سوال ہوا: یہ کب تک؟ تو جواب دیا: لشکر کے گھوڑوں کو کھونٹیوں پر نہیں باندھا جائے گا کہ اس کی حکومت وسلطنت مغلوب ہو جائے گی۔ معاملہ اسی طرح واقع ہوا جس طرح انہوں نے خبر دی تھی۔

ابن قیم کہتے ہیں۔

138۔ ایک دفعہ انہوں نے کہا: میرے چند دوست اور کچھ ان کے علاوہ لوگ میرے پاس آئے تو میں نے ان کے چہروں اور آنکھوں میں ایسی چیزیں دیکھ لیں جو میں ان کے سامنے بیان نہ کر سکتا۔ تو میں نے ان سے عرض کی: کیا میرے علاوہ بھی کوئی ہے۔ اگر میں ان کو خبر دے دوں؟ تو جواباً کہا: کیا تمہاری یہ خواہش ہے کہ میں بھی اسی طرح کاہن بن جاؤں جیسے والیوں کے کاہن ہوتے ہیں؟

اور میں نے ایک دن ان سے عرض کیا: اگر آپ ہمارے ساتھ وہی معاملہ فرماتے تو یہ چیز استقامت علی الحق اور درستگئ اعمال کی طرف زیادہ دعوت دینے والی ہوتی تو انہوں نے جواب دیا: تم لوگ میرے ساتھ اس چیز پر ایک جمعہ فرمایا یا ایک ماہ بھی صبر وشکر کے ساتھ نہیں چل سکو گے۔

139۔ اور انہوں نے کئی بار مجھے ایسے باطنی امور کی خبر دی جو میرے ساتھ خاص تھے اور ان کا تعلق ان چیزوں سے تھا جن کا میں پختہ ارادہ کر چکا تھا لیکن ابھی تک اپنی زبان پر نہ لایا تھا۔

140۔ انہوں نے اپنے دوستوں کو خبر دی تھی کہ تاتاری لوگ 699ھ میں شام کے اندر داخل ہوں گے اور یہ کہ مسلمانوں کے لشکر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائیں گے اور دمشق میں قتل عام نہ ہوگا اور نہ ہی عام لوگوں کو قیدی بنایا جائے گا۔ لشکر مالوں میں لالچ کرتے ہوئے اکیلا ٹوٹ پڑے گا۔

تاتاری قبیلہ والوں نے ابھی تحریک چلانے کا ارادہ ہی نہ کیا تھا کہ انہوں نے یہ خبر دی۔

141۔ انہوں نے لوگوں کو اور امراء سلطنت کو خبردار کیا 702ھ کے سال میں جب تاتاری

حرکت میں آگئے اور انہوں نے شام کا ارادہ کرلیا کہ آفت اور شکست آخر کار انہیں پر لوٹے گی اور کامیابی و نصرت مسلمانوں کے حصے میں آئے گی شیخ تقی الدین بن تیمیہ حماۃ سے واصل کی طرف آئے۔ ان کو ایک مجلس میں جمع کیا ان کو اس چیز سے آگاہ کیا جس پر امراء اور عام لوگوں نے دشمن کے حملہ کے وقت باہم قسمیں اٹھائیں اور انہوں نے اس بات کو قبول کیا۔

اور شیخ تقی الدین بن تیمیہ امراء اور عام لوگوں کے سامنے قسمیں اٹھا اٹھا کر کہتے تھے کہ یقیناً تم کامیاب ہو امراء آپ سے کہتے تھے: ساتھ ان شاء اللہ بھی کہو۔ تو وہ کہتے: ان شاء اللہ تحقیقی ہوگا تعلیقی نہیں ہوگا۔

تحقیقی: تعلیمی:

میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ انہوں نے کہا: جب بھی لوگ مجھ پر دباؤ ڈالتے تھے تو میں کہتا: مجھے زیادہ تنگ نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں یہی بات لکھ دی ہے۔ یقیناً وہ لوگ اس حملہ میں شکست کھائیں گے اور کامیاب صرف اسلامی لشکر ہوں گے۔

انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں نے کچھ امراء اور لشکر کو مدد و کامیابی کی مٹھاس ان کے دشمن پر حملہ کرنے کی طرف نکلنے سے قبل ہی چکھا دی تھی۔

اور وہ اس سلسلہ میں کتاب اللہ سے کچھ اشیاء کی تاویل پیش کرتے تھے۔ ان آیات قرآنی میں سے ایک یہ ہے: ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ (سورہ حج:60) پھر زیادتی کی گئی ہے اس پر تو اللہ تعالیٰ ضرور اسکی مدد فرمائے گا، اس معرکہ کو واقعہ شقحب کہا جاتا ہے۔

ان کی فراست آسمانی بارش کی مانند تھی۔ تحقیق مسلمانوں کو نصرت ایزدی حاصل ہوئی اور وہ کامیاب ہوگئے اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور اسی کے سب احسانات ہیں۔

142۔ جب ان کو دیار مصر کی طرف بلایا گیا۔ اور ان کے قتل کا ارادہ کیا گیا۔ اس کے بعد ان کے لئے ہنڈیاں پکائی گئیں اور حاسدوں و بدخواہوں کی طرف سے ان کے لئے امور کو الٹ پلٹ کر دیا گیا۔ انکے دوست ان کو الوداع کہنے کے لئے اکٹھے ہوئے اور کہنے لگے: متواتر خطوط (خبریں) اس بات پر شاہد ہیں کہ قوم آپ کے قتل پر عملدرآمد کرنے والی ہے۔

انہوں نے جواب دیا: قسم بخدا! وہ اس چیز تک کبھی بھی نہ پہنچ پائیں گے۔

پھر انہوں نے کہا: کیا آپ کو قید کر دیا جائے گا؟ جواب دیا: ہاں اور میری قید کا زمانہ لمبا ہوگا پھر میں قید سے رہا ہو کر لوگوں کے سروں پر سوار ہو کر سنت پر کلام کروں گا۔

وہی بات ہوئی جس کی شیخ کو امید تھی۔ اے اللہ کے بندے! تو تعجب نہ کر۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام امور کے اندرونی، اصلی اور حقیقی حالات کو جاننے والا ہے۔ اور وہ اپنے ولیوں اور دوستوں کو ان امور کا الہام کر دیتا ہے۔ جو ابھی واقع نہیں ہوئے ہوتے۔ اور اپنے دوستوں کا دفاع بھی کرتا ہے۔

قیافہ شناسی کا علم (یعنی آدمی کا ظاہری اعضاء کو دیکھ کر باطنی صفت پر دلیل پکڑنا)

مجزز مدلجی کا قیافہ اور وہ اعور بن جعدہ کنانی کے بیٹے تھے

143۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں: ایک دن بہت زیادہ خوشی کے عالم میں اللہ کے رسول ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے عائشہ! کیا تو نے نہیں دیکھا کہ مجزز مدلجی میرے پاس آیا۔ اور اس نے اسامہ اور زید کو دیکھا یعنی حارثہ کے بیٹے کو۔ ان دنوں کے اوپر ایک چادر تھی جس کے ساتھ انہوں نے اپنے سروں کو ڈھانپ رکھا تھا لیکن ان دونوں کے قدم (پاؤں) ظاہر تھے۔ تو اس نے کہا: ان ھذہ الاقدام بعضھا من بعض "بے شک یہ پاؤں ایک دوسرے سے معلوم ہوتے ہیں۔ یعنی یہ دونوں افراد ایک ہی قبیلہ سے متعلق ہیں۔

144۔ ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ اس خبر کو سن کر نبی کریم ﷺ بہت زیادہ خوش ہوئے۔ اس پر تعجب کیا اور عائشہ کو اس کی خبر دی۔

وحشی کی فراست اور قیافہ شناسی

145۔ عبداللہ بن فضل سے روایت ہے۔ انہوں نے سلیمان بن یسار سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں جعفر بن عمرو ضمری نے بیان کیا ہے۔ انہوں نے کہا:

میں عبداللہ بن عدی بن خیار کے پاس سے روانہ ہوا تو اس نے مجھ سے کہا: کیا وحشی کے بارے تجھے کچھ معلوم ہے؟ چنانچہ ہم آئے اور اس کے پاس کھڑے ہو گئے، ہم نے سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب لوٹا دیا دراں حالیکہ عبیداللہ نے اپنے عمامہ سے اُپنے آپ کو ڈھانپ رکھا تھا۔ وحشی نے صرف ان کی آنکھیں اور پاؤں دیکھے تو عبیداللہ نے پوچھا: اے وحشی! مجھے پہچانتے ہو؟ وحشی نے اس کی طرف نظر کی اور کہا: نہیں قسم بخدا۔ مگر اتنی بات میں ضرور جانتا ہوں کہ عدی بن خیار نے ایک عورت سے شادی کی تھی۔ اس عورت نے اس سے ایک بچہ جنا۔ عدی نے اس بچے کو دودھ پلانے کے لئے دایہ کو بلایا وہ اس بچے اور اس کی ماں دونوں کو لے کر روانہ ہو گئی اور ماں اور اس کے بیٹے دونوں کو اپنے پاس رکھا گویا کہ میں اس کے دونوں پاؤں دیکھ رہا ہوں۔

امیہ بن ابی الصلت کی فراست وعقلمندی

امیہ بن ابی الصلت عبداللہ بن ربیعہ بن عوف بن ثقیف منبہ بن بکر بن ہوازن سے شمار کیا جاتا ہے اس کی کنیت ابوعثمان اور بعض کے نزدیک ابوالحکم ہے۔ بڑے بڑے جاہلی شعراء میں سے ایک ہے کہا جاتا ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں استقامت کے ساتھ اسلام قبول کیا۔ پھر اس سے اعراض کیا ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت اور سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔

اس کے اشعار کے نمونے:

باتت ھمومی تسری طوارقھا اکف عینی والدمع سابقھا

"میرے غم واندوہ میرے ہاں دروازہ کھٹکھٹا رہے ہیں میں آنکھوں کو بند کرتا ہوں تو آنسو اس سے سبقت لے جاتے ہیں"۔

یہ ایک لمبا قصیدہ ہے اور اس کے شعروں میں سے یہ بھی ہے۔

ان تغفر اللھم تغفر جما والی عبد لك ما الما

"اے اللہ! اگر تو گناہ معاف کرنے کی مہربانی کرتا ہے تو سارے گناہ معاف فرما تیرا کونسا ایسا بندہ ہے جو تجھ سے دور بھاگے"۔

کل عیش وان تطاول دھرا صائر مرۃ الی یزولا

لیتنی کنت قبل ماقد بدالی فی قلال الجبال ادعی الوعولا

''زندگی خواہ کتنی ہی لمبی ہو جائے بالآخر ایک دن اسکا انجام زوال وفنا ہے''۔

''کاش میں اپنی اس حالت کے رونما ہونے سے پہلے پہاڑوں کی چوٹیوں میں بارہ سنگھوں کو چرایا کرتا''۔

امیر کے شعروں میں عبداللہ بن جدعان کی مدح بیان کی جاتی ہے۔

أ اذکر حاجتی ام قد کفانی حیائوك ان شیمتك الحیاء

''کیا میں اپنی ضرورت پیش کروں یا میرے لئے تیرا حیا ہی کافی ہے کیونکہ تیری صفت ہی حیا والی ہے''۔

أذا اثنی علیك المرء یوماً کفاہ من تعرضہ الثناء

''جب کسی دن کوئی آدمی تجھ پر ثناء کے پھول نچھاور کرتا ہے تو تیری ثناء اسے کافی ہو جاتی ہے''۔

اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن شرید کی حدیث روایت کی ہے شرید کہتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سواری پر سوار تھا تو آپ نے مجھے فرمایا کیا تیرے پاس امیہ بن ابی الصلت کے اشعار میں سے کوئی شی ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں آپ نے فرمایا: ایک بیت مجھے سناؤ آپ مسلسل فرماتے رہے۔ جب بھی میں ایک شعر کہہ کر فارغ ہوتا اور (مزید سناؤ) یہاں تک کہ میں نے آپ ﷺ کو سو شعر سنا دیئے۔

وہ کہتے ہیں پھر حضور ﷺ خاموش ہو گئے اور میں بھی خاموش ہو گیا (اس کو مسلم نے روایت کیا ہے)

کئی سندوں سے روایت کیا گیا ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: قریب تھا کہ وہ اسلام قبول کر لیتا یعنی امیہ بن ابی الصلت اور وہ صاحب فراست اور سچا قیافہ شناس تھا ان میں سے درج ذیل واقعات ہیں۔

146۔روایت کی جاتی ہے کہ امیہ بن ابی الصلت کے پاس سے ایک مرتبہ ایک اونٹ گزرا جس پر ایک عورت سوار تھی اونٹ بار بار اپنا سر اوپر اٹھا کر کچھ پکارتا تھا۔ تو امیہ نے کہا: بے

شک اونٹ تجھ سے کہتا ہے کہ تمہاری پالکی کے اندر سوئی ہے جو اسے چبھ رہی ہے۔ چنانچہ عورت نے اس کو اوپر اٹھا کر دیکھا تو ہودج (پالکی) کے اندر سوئی گڑی ہوئی تھی جو کہ اونٹ کے کوہان میں چبھ رہی تھی۔

147۔اور کئی اوقات میں وہ جانوروں کی زبانوں کو سمجھ کر بھی اپنی فراست کا اظہار کر دیا کرتا تھا۔ چنانچہ وہ ایک سفر میں پرندوں پر سے گزرا تو اپنے دوستوں کو بتانے لگا۔ بے شک یہ پرندہ ایسے ایسے کلام کر رہا ہے پس دوست کہنے لگے ہم معلوم نہ کر سکے کہ وہ جو کچھ کہتا ہے سچ ہے یا نہیں یہاں تک کہ وہ سارے بکریوں، بھیڑوں کے ریوڑ کے پاس سے گزرے جن میں سے ایک بکری اپنے بچے سمیت ریوڑ سے جدا ہو چکی تھی۔ ماں اپنے بچے کی طرف متوجہ ہوئی اور اپنی زبان کے اندر ممیائی (یعنی بکری کی آواز نکالنے کو ممیانا کہتے ہیں) گویا کہ وہ اسے ابھار رہی ہے تو امیہ یہ سنکر بول پڑا۔ بتاؤ کیا تم جانتے ہو کہ ماں اپنے بچے سے کیا کہہ رہی ہے؟ دوستوں نے جواب دیا نہیں ہم تو جانوروں کی بولیاں نہیں سمجھتے۔ اس نے کہا: یہ کہہ رہی ہے کہ جلدی کرو جلدی کرو کہیں بھیڑیا آ کر تجھے کھا نہ جائے جیسے پچھلے سال وہ تیرے بھائی کو کھا گیا تھا۔ ہم نے جلدی جلدی جا کر چرواہے سے پوچھا: کیا پچھلے سال اس دلدل والی جگہ کے پاس بھیڑیا اسکا کوئی میمنہ اٹھا کر لے گیا تھا؟ اس نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے ہاں کہہ دیا۔

148۔ابن سکیت نے ذکر کیا کہ امیہ بن ابی الصلت اسی دوران کہ وہ ایک دن پانی پی رہا تھا جب کوے نے آواز نکالی امیہ نے اسے جواب دیا: تیرے منہ میں دو مرتبہ مٹی پڑے۔ اس سے پوچھا گیا کہ کوا کیا کہتا ہے؟ امیہ نے جواب دیا کہ وہ کہہ رہا ہے بے شک تو یہ پیالہ (موت کا) پی رہا ہے جو تیرے ہاتھ میں ہے پھر تو مر جائے گا۔

پھر تھوڑی دیر بعد کوے نے کائیں کائیں کی تو امیہ نے کہا یہ کہتا ہے کہ اس کی نشانی یہ ہے کہ میں کوڑا کرکٹ کے ڈھیر پر اتروں گا اور اس سے کچھ کھاؤں گا تو میرے حلق میں ہڈی اٹک جائے گی جس سے میں مر جاؤں گا۔ کچھ دیر گزری تو وہ کوا اس ڈھیر پر اترا، کوئی چیز کھائی جو اس کے حلق میں اٹک گئی اور وہ مر گیا فوراً امیہ پکار اٹھا: یہ دیکھو اس کا اپنے بارے میں سچ

ظاہر ہو گیا۔لیکن اب میں انتظار کرتا ہوں کیا اس نے میرے بارے سچ بولا ہے یا نہیں پھر امیہ نے وہ پیالہ پی لیا جوان کے ہاتھ میں تھا پھر ٹیک لگائی اور فوت ہو گیا۔

149۔امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں۔عمرو بن معدیکرب ایک دن نکلا یہاں تک کہ وہ ایک محلّہ تک جا پہنچا۔اچانک اس کی نگاہ ایک بندھے ہوئے گھوڑے اور گڑے ہوئے نیزے پر پڑی۔انکا مالک ایک کھائی میں قضائے حاجت کر رہا تھا۔میں نے اس سے کہا: سنبھل جا، میں تیرا قاتل ہوں۔اس نے کہا: تو کون ہے؟ میں نے جواب دیا: میں عمرو بن معدیکربؔ ہوں۔اس نے کہا: اے ابوثور! تو نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا تو اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر ہے جبکہ میں کنویں میں ہوں۔مجھ سے پکا وعدہ کرو کہ تم مجھے اس وقت تک قتل نہیں کرو گے جب تک میں اپنے گھوڑے پر سوار نہ ہو جاؤں اور پوری طرح محتاط نہ ہو جاؤں۔

میں نے اسے وعدہ دیا کہ میں اسے قتل نہ کروں گا یہاں تک کہ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر سنبھل نہ جائے۔

وہ اس جگہ سے باہر نکلا جس میں موجود تھا یہاں تک کہ آ کر اپنی تلوار پر ٹیک لگائی اور تسلی سے بیٹھ گیا میں نے اس سے کہا: یہ کیا ہے؟

اس نے جواب دیا: نہ میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوں گا نہ تو مجھے قتل کرے گا۔

اگر تو اپنے وعدہ کو توڑنے والا ہو گا تو اس بارے میں تو خود بہتر اور زیادہ جانتا ہے۔

چنانچہ میں نے اسکو اسی حالت پر چھوڑ دیا اور چلا گیا۔یہ آدمی ان سب آدمیوں سے بڑا حیلہ گر تھا جن کو میں نے دیکھا۔

150۔ابو حاتم اصمعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں بنوعنبرہ کے ایک بزرگ نے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ بنی شیبان نے بنوعنبرہ کا ایک آدمی قید کر لیا تو اس آدمی نے قبیلہ والوں سے کہا: میں اپنے گھر والوں کو پیغام بھجواتا ہوں کہ وہ میرا فدیہ ادا کر کے مجھے آزاد کروا لے جائیں۔

انہوں نے کہا: تو اپنے قاصد کے ساتھ صرف ہمارے سامنے ہی کلام کر کے پیغام بھیج

سکتا ہے بصورت دیگر نہیں بھیج سکتے ہو۔

چنانچہ وہ اس کے پاس قاصد کو لے آئے اس آدمی نے قاصد سے کہا میری قوم کے پاس چلے جاؤ اور ان سے کہو کہ درخت پتے لایا ہے اور عورتوں نے شکایت کی ہے پھر اس نے قاصد سے کہا کیا تم میری بات سمجھ گئے ہو اس نے جواب دیا ہاں میں سمجھ گیا اس نے ہاتھ کے ساتھ اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا یہ رات ہے اس نے کہا میرا خیال ہے تو سمجھدار ہے اب چلا جا اور میرے گھر والوں سے کہہ دے میرے اصہب نامی اونٹ کی پیٹھ کو ننگا کر دو اور میری سرخ اونٹنی پر سوار ہو جاؤ اور میرے معاملہ میں حارثہ سے پوچھو کہ کیا کرنا ہے۔ پس قاصد ان کے پاس آیا تو انہوں نے حارثہ کو بلایا اور قاصد نے ان سب کے سامنے قصہ بیان کیا۔ جب حارثہ ان کے ساتھ اکیلا ہوا تو کہا اسکے قول ''ان الشجر قد اورق'' کا معنی یہ ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ قوم اسلحہ اٹھا لے اور اسکے قول ''قد اشتکت'' کا مطلب ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ معاملہ جنگ تک پہنچے گا اور عورتیں پانی پلانے والی ہونگی اور اسکے قول (ھذا اللیل) کا مطلب ہے کہ وہ تمہارے پاس رات کے اندر حملہ کریں گے اور وہ اپنے قول ''عزو جلی الاصہب'' سے چاہتا ہے وہ حملہ کرنے کیلئے چل پڑے ہیں اور وہ ''ارکبو ناقتی'' سے مراد لیتا ہے کہ تم بیابانوں میں نکل جاؤ جب حارثہ نے ان سے یہ کہا تو یہ لوگ اپنے مکانوں سے رخصت ہو گئے جب وہ قوم حملہ کرنے کے لئے آئی تو انہوں نے ان میں سے کسی ایک کو وہاں موجود نہیں پایا۔

ایک نوجوان آدمی کی ذہانت

151۔ ابن جوزی نے کہا: ابوالاعرابی سے مجھے یہ بات پہنچی ہے اس نے کہا کہ قبیلہ طی نے ایک عربی جوان کو قیدی بنالیا، تو اس کے پیچھے اس کا باپ اور چچا آئے تا کہ اس کا فدیہ ادا کر کے رہائی دلا سکیں۔ انہوں نے فدیہ ان دونوں کو حد سے زیادہ بتایا تو ان دونوں نے اپنی حیثیت کے مطابق اس کے بدلے جو عطیہ دینے کی کوشش کی وہ اس پر راضی نہ ہوئے۔

اس لڑکے کے باپ نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے فرقدین (قطب شمالی اور قطب جنوبی پر دو ستارے اور فرقد کا معنی سخت ہموار زمین) کو بنایا وہ جبل طی (طی کے پہاڑ)

پر صبح وشام کرتے ہیں میں نے جو کچھ تمہیں دینے کی کوشش کی ہے اس پر قطعاً کوئی چیز زیادہ نہ کروں گا پھر دونوں واپس لوٹ گئے۔ راستے پر جاتے ہوئے اسکے باپ نے اس کے چچا سے کہا کہ میں نے اپنے بیٹے کے دل ودماغ میں ایک بات ڈالنے کی کوشش کی ہے اگر اس میں کچھ بھی عقل ہوئی تو وہ اسے ضرور نجات دے دیں گے۔

پس تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ وہ آیا اور ان کے اونٹوں کا ایک گلہ اکٹھا کر کے ہانک لیا اور لیکر چلا گیا گویا کہ اس کے باپ نے اس سے کہا تھا۔ جبل طی کی سخت ہموار زمین (فرقدین) پر پہنچ جانا کیونکہ وہ دونوں ابن پر چڑھ کر غائب نہیں ہوں گے بلکہ وہیں رہیں گے۔

152۔ ابن اعرابی سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ دیہاتیوں میں سے ایک آدمی نے اپنے بھائی سے کہا کیا تو خراب دودھ پی لیتا ہے اور کسی کو جھڑکتا نہیں ہے۔

اس نے کہا: ہاں انہوں نے ایک شرط لگائی۔

پس جب انہوں نے دودھ پیا تو اس نے اسکو تکلیف دی تو اس نے کہا مینڈھا نمکین ہے۔ گھاس خراب ہے اور میں اس کے اندر مقفی و مسجع کلام کہنے والا ہوں۔

(تو اس کے بھائی نے کہا: مجھے کھانسی آتی ہے اس نے کہا جسے کھانسی آئے وہ فلاح نہیں پا سکتا)

ایک دیہاتی کی عقلمندی وذہانت

153۔ ابراہیم بن منذر حزامی سے مروی ہے کہ جنگل میں رہنے والوں میں سے ایک دیہاتی شہریوں میں سے ایک آدمی کے پاس بطور مہمان آیا۔ راوی کہتے ہیں:

اس شہری کے پاس مرغیاں بہت زیادہ تھیں۔ اس کی بیوی تھی جس سے دو بیٹے اور بیٹیاں تھیں (وہ گھر کے کل افراد چھ تھے) وہ بیان کرتا ہے کہ میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ میرے لئے ایک مرغی بھون دو اور اسے ہمارے سامنے پیش کرو تا کہ ہم غذا حاصل کریں۔

جب صبح کا کھانا پیش کیا گیا تو ہم تمام بیٹھ گئے یعنی میں، میری بیوی، دونوں بیٹے، دونوں بیٹیاں اور وہ اعرابی وہ کہتا ہے: ہم نے مرغی اس کے حوالے کر دی کہ تو ہمارے درمیان تقسیم کر دے اس سے ہمارا مقصد یہ تھا کہ ہم اس پر ہنسیں (وہ جو دیہاتی ہے) اس

نے جواب دیا: میں اچھی طرح تقسیم کرنا نہیں جانتا لیکن اگر تم سب میری تقسیم پر راضی ہو تو میں تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا ہوں۔ ہم نے کہا: ہم راضی ہیں تم تقسیم کرو شہری بیان کرتا ہے کہ اس نے سب سے پہلے مرغی کا سر پکڑا، اسے جدا کیا اور میرے حوالے کر کے کہا: ''الرأس للرَّئیسِ'' ''سر سردار کے لئے''

پھر دو پر جدا کئے اور کہا: ''بازو دو بیٹوں کے لئے''۔ پھر دونوں ٹانگیں الگ کیں اور دونوں ٹانگیں دونوں بیٹیوں کے لئے پھر دم علیحدہ کیا اور کہا: ''اَلْعَجُزُ لِلْعَجُوْزِ'' یعنی دم بیگم صاحبہ کیلئے'' پھر کہا: ''اللزَّوْرُ لِلزَّائِرِ'' یعنی سینہ کی ہڈی ملاقاتی مہمان کے لئے'' اور باقی تمام کی تمام مرغی کو لے لیا، اور کھا گیا۔

بہر حال جب دوسرا دن آیا، میں نے اپنی بیوی سے کہا: ''ہمارے لئے پانچ مرغیاں روسٹ کرو'' پس جب صبح کا کھانا پیش ہوا، ہم نے کہا: ہمارے درمیان تقسیم کرو'' اس نے کہا: میرا خیال ہے کل میری تقسیم کو تم لوگوں نے محسوس کیا ہے، ہم نے کہا نہیں کوئی ایسی بات نہیں ہم نے بالکل محسوس نہیں کیا، بس تم ہمارے درمیان تقسیم کرو۔

اس نے کہا: ''جفت یا طاق'' ہم نے کہا: ''طاق'' اس نے کہا: اچھا ٹھیک ہے۔ یہ ''تو'' تیری بیوی اور ایک مرغی ''تین'' اور ایک مرغی ہماری طرف پھینک دی، پھر کہا: ''تیرے دو بیٹے اور ایک مرغی ہوئے تین اور دوسری مرغی ان کی طرف کر دی پھر کہا: ''تیری دو بیٹیاں اور ایک مرغی، تین ہوئے، پھر کہا: ''میں اور دو مرغیاں تین ہوئے اور دو مرغیاں لے لیں، پس اس نے ہمیں دیکھا اور ہم سب نے اس کی دو مرغیوں کی طرف دیکھا۔ اس نے کہا: تم کیا دیکھتے ہو شاید تم نے میری اس تقسیم کو ناپسند کیا ہے۔

طاق تقسیم تو اسی طرح ہی ہوتی ہے۔ ہم نے کہا: جفت تقسیم کر دو۔ شہری کہتا ہے: اس نے وہ سب مرغیاں دوبارہ اپنے قبضے میں لے لیں۔ اور کہا: تو تیرے دو بیٹے اور ایک مرغی چار ہوئے۔ ایک مرغی ان کی طرف کر دی۔ بڈھی اس کی بیٹیاں اور ایک مرغی چار ہوئے۔ ایک مرغی کی طرف ان کی طرف کر دی اور پھر کہا: ایک میں اور تین مرغیاں کل چار ہوئے اور تین مرغیاں اپنے قریب کر کے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور کہا۔ الحمد اللہ (اللہ کا شکر

ہے) تو نے مجھے یہ تقسیم سمجھادی۔

شن کی ذہانت وعقلمندی

154۔شرقی بن قطامی نے کہا: شن نامی آدمی عرب کے دھوکہ بازوں میں مشہور تھا۔اس نے ایک مرتبہ قسم کھائی اور کہا: قسم بخدا! میں اس وقت تک چکر لگا تا رہوں گا جب تک کہ اپنے جیسی عورت نہ پالوں۔ پھر اس سے شادی کروں گا۔

پس وہ چل پڑا یہاں تک کہ ایک ایسے آدمی سے ملا جو اس گاؤں کی طرف جارہا تھا۔ شن نے جس گاؤں جانے کا ارادہ کرلیا تھا تو یہ اس کے ساتھ ہولیا۔ جب دونوں کچھ فاصلہ چلے تو شن نے اس آدمی سے کہا: کیا تو مجھے اٹھائے گا یا میں تجھے اٹھاؤں؟ تو اس آدمی نے جواباً کہا اے جاہل بے وقوف! سوار کیسے سوار کو اٹھا سکتا ہے (یعنی دونوں پہلے ہی اپنی اپنی سواری پر سوار تھے) پس وہ دونوں مزید آگے چلے یہاں تک کہ انہوں نے ایک کھیتی کو دیکھا جو کاٹنے کے قریب تھی۔تو شن نے کہا: تیرا کیا خیال ہے یہ کھیتی کھائی جا چکی ہے یا نہیں؟ اس نے کہا: اے اجڈ آدمی! کیا تو اسے کھڑا نہیں دیکھ رہا ہے، کچھ دیر بعد دونوں ایک جنازہ پر سے گزرے تو شن نے کہا: تیرا کیا خیال ہے کیا یہ جنازے والا زندہ ہے یا مردہ؟ تو اس نے کہا۔ میں نے تجھ سے بڑا کوئی جاہل نہیں دیکھا کیا تیرا خیال ہے کہ وہ زندہ آدمی کو قبرستان کی طرف اٹھا کر لے جارہے ہیں؟

پھر وہ آدمی شن کو اپنے گھر لے آیا۔اس کی بیٹی تھی جسکا نام طبقہ تھا۔اس آدمی نے اس کے سامنے وہ سارا قصہ بیان کیا تو اس نے کہا: بہرحال اس کے قول ''أتحملني ام احملك'' (کیا تو مجھے اٹھاتا ہے یا میں تجھے اٹھاؤں) سے اس کی مراد یہ تھی کہ کیا تو مجھے باتیں سنائے گا یا میں تجھے باتیں سناؤں کہ ہمارا راستہ آسانی سے طے ہو جائے۔اور اس کے دوسرے قول ''أتری هذا الزرع قد اكل ام لا'' (یہ کھیتی کھائی گئی یا نہیں) سے اس کی مراد یہ تھی کہ اس کے مالکوں نے اسے بیچ دیا ہے اور اس کی قیمت کھالی ہے یا نہیں اور اس کی میت کے بارے قول سے مقصود یہ تھا کہ کیا اس نے اپنے پیچھے کوئی اعمال چھوڑے ہیں جن سے اسکا ذکر زندہ رہے گا یا نہیں۔

پس وہ آدمی اپنے گھر سے نکلا اور اس سے گفتگو کی پھر اسے اپنی بیٹی کی باتوں سے آگاہ کیا۔ تو شن نے اس آدمی کو اس بیٹی سے منگنی کے بارے کہا تو اس آدمی نے شن کی شادی اس لڑکی سے کر دی۔ تو وہ اس کو اپنے گھر والوں کے پاس لے آیا۔

تو جب لوگوں نے اس لڑکی کی عقلمندی اور چالاکی کو پہچان لیا تو کہا: ''وَافَقَ شَنٌّ طَبَقَة'' (شن نے طبقہ سے موافقت حاصل کر لی) یا (شن کا معنی چمڑے کا ظرف اور طبقہ کا معنی برتن کا غلاف)

ایک لڑکے کی ذہانت

155۔ عبدالملک بن عمیر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے مغیرہ بن شعبہ سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ مجھے بنی حارث قبیلہ کے ایک لڑکے کے علاوہ کبھی کسی نے دھوکہ نہیں دیا۔ کیونکہ ایک مرتبہ میں نے اس قبیلہ کی ایک عورت کا تذکرہ کیا جبکہ میرے پاس بنی حارث کا ایک جوان بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا: اے امیر! تیرے لئے اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے میں نے کہا کیوں؟ اس نے کہا: میں نے ایک آدمی کو اسے بوسے دیتے ہوئے دیکھا ہے تو میں وہاں چند دن مقیم ہو گیا پھر مجھے پتہ چلا کہ اس نوجوان نے اس عورت کے ساتھ شادی کر لی ہے۔ میں نے پیغام بھیج کر اسے بلوایا اور اس سے کہا: کیا تو نے مجھے بتایا نہیں تھا کہ تو نے ایک آدمی کو اس عورت کے بوسے لیتے ہوئے دیکھا ہے؟ اس نے کہا: ہاں! میں نے اس کے باپ کو دیکھا جو اسے بوسہ دے رہا تھا جب بھی میں اس نوجوان کو یاد کرتا ہوں مجھے از حد افسوس ہوتا ہے۔

مقصد تک پہنچنے کے لئے ذہانت وفراست کے ذریعے حیلہ

156۔ ہیثم کہتے ہیں: ہمیں فرات بن احنف بن مرخ عبدی نے اپنے باپ سے روایت کر کے بتایا کہ ایک آدمی نے ایک قوم کی طرف منگنی کا پیغام بھیجا تو انہوں نے کہا: تو کیا کرتا ہے۔ اس نے جواب دیا (دواب) یعنی مال مویشی بیچتا ہوں۔ انہوں نے اس کی شادی کر دی۔ پھر انہوں نے اس کے بارے پوچھ گچھ کی تو وہ سنانیر (بلّے) بیچنے والا تھا انہوں نے

قاضی شریح کے پاس دعویٰ دائر کیا تو انہوں نے فیصلہ دیتے ہوئے کہا سنانیر (بلّے) دواب (زمین پر چلنے والے) ہی ہیں اور اس کے نکاح کو نافذ کر دیا

سعید بن عثمان کی ذہانت

157۔ داؤد بن رشید سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے ہیثم بن عدی سے یہ بات کی کہ کس بناء پر سعید بن عثمان اس چیز کا مستحق تھا کہ مہدی نے اسے قضاء کا عہدہ سونپ دیا اور اس کو اس بلند و بالا مقام پر فائز کر دیا؟

اس نے جواب دیا کہ اس کی مہدی کے ساتھ تعلقات کی کہانی بڑی دلچسپ ہے اگر آپ پسند کریں تو میں تمہارے لئے اس کی وضاحت کروں وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا قسم بخدا! مجھے وہ از حد پسند ہے۔ اس نے کہا: مجھے اتنا معلوم ہے کہ جب مہدی تخت خلافت پر متمکن ہوئے تو سعید بن عثمان نے اس کے خادم خاص ربیع کے ساتھ تعلقات قائم کئے وہ کہتے ہیں ایک دن وہ خلیفہ کے دربار میں حاضر ہوا اور امیر المومنین سے ملاقات کی اجازت طلب کی۔ تو ربیع نے اس سے کہا: پہلے یہ تو بتاؤ تم کون ہو اور تمہارا خلیفہ سے کام کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: میں وہ آدمی ہوں جس نے خلیفہ کے لئے نیک خواب دیکھا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں بذات خود امیر المومنین کو وہ خواب سناؤں۔

تو ربیع نے اس سے کہا: اے بھائی! لوگ اس خواب کا یقین نہیں کرتے جو وہ اپنے لئے بذات خود دیکھتے ہیں پس وہ کیسے ایسے خواب کی تصدیق کریں گے جو کسی دوسرے نے دیکھا ہے؟

اس نے ایک ایسی تدبیر سوچی جس کی تفصیل میں آپ کو ابھی بتاتا ہوں:

اس نے ربیع سے کہا: اگر تو امیر المومنین کو میرے مقام سے آگاہ نہیں کرتا تو میں ایسا آدمی تلاش کر لوں گا جو مجھے اس تک پہنچا دے گا اور جب میں اس تک پہنچ گیا تو میں اسے یہ بتا دوں گا کہ میں نے تجھ سے اس کے پاس جانے کی اجازت مانگی تھی۔ لہٰذا تو میرے ساتھ ایسا رویہ اختیار کیوں کر رہا ہے۔ چنانچہ ربیع مہدی کے پاس گیا اور اس سے کہا: اے امیر المومنین! تم نے لوگوں کو اپنے معاملے میں ایسا لالچی اور بے باک بنا دیا کہ وہ تمہارے تک

رسائی حاصل کرنے کے لئے ہر حیلہ کرنے کو تیار ہیں۔ امیر المومنین نے اس سے کہا: بادشاہ ایسا ہی کرتے ہیں تم بتاؤ کیا بات ہے؟ اس نے کہا: دروازے پر ایک آدمی ہے جو گمان کرتا ہے کہ اس نے امیر المومنین کے بارے ایک خوبصورت خواب دیکھا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ امیر المومنین کے سامنے وہ خود خواب بیان کریں۔ مہدی نے اس سے کہا: اے ربیع! اللہ تیرا بھلا کرے قسم بخدا! میں نے بھی اپنے بارے ایک خواب دیکھا ہے جو میرے لئے صحیح نہیں ہے۔ پس وہ عمدہ کیسے ہوسکتا ہے جب اسکا دعویٰ ایک ایسا شخص کرے جس نے شاید خواب دیکھا بھی ہے یا نہیں؟

ربیع نے کہا: قسم بخدا! میں نے بھی اس سے بالکل یہی بات کہی ہے لیکن وہ نہیں مانا اس نے کہا: اس آدمی کو بلاؤ، ربیع نے سعید بن عبد الرحمٰن کو خلیفہ کے سامنے پیش کیا، اس کی ظاہری حالت بڑی خوبصورت تھی شرافت کا مالک تھا، بڑی عمدہ داڑھی اور زبان کا تیز تھا۔

پس مہدی نے اس سے کہا۔ اللہ تجھ پر برکت فرمائے، بتاؤ تم نے کیا دیکھا ہے؟

اس نے کہا: اے امیر المومنین! میں نے نیند کے عالم میں اپنے پاس ایک آنے والے کو دیکھا پس اس نے مجھ سے کہا: امیر المومنین مہدی کو بتادو کہ اسکا زمانہ خلافت تیس سال ہو گا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اسی رات اس نے اپنے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا وہ یاقوت رول رہا ہے۔ پھر وہ انہیں گنتا ہے۔ تو وہ تیس یاقوت تھے گویا کہ وہ اسے عطا کئے گئے تھے۔

مہدی نے کہا! جو کچھ تو نے دیکھا بہت عمدہ ہے۔ لیکن ہم تیرے اس خواب کی تیرے کہنے کے مطابق آنے والی اس رات میں آزمائش کریں گے۔ اگر معاملہ اسی طرح ہوا جس طرح تو نے ذکر کیا ہے تو ہم تجھے منہ مانگا انعام دیں گے اور اگر معاملہ اس کے خلاف ہوا تو ہم یہی سمجھیں گے کہ خواب کبھی سچے ہوتے ہیں اور کبھی جھوٹے بھی ہوتے ہیں۔ تو سعید نے ان سے کہا: اے امیر المومنین! میں اس گھڑی کیا کروں گا جب میں اپنے گھر اہل و عیال میں پہنچوں گا تو کیا میں ان کو یہی بتاؤں گا کہ امیر المومنین کے دربار میں گیا تھا اور خالی ہاتھ لوٹ آیا ہوں یہ تیری شان کے خلاف ہے؟ تو مہدی نے اس سے کہا: پھر تم ہی بتاؤ اب ہم کیسے کریں؟ اس نے کہا: جو امیر المومنین کو پسند ہو میرے ساتھ وہی سلوک کرے لیکن

میں طلاق کی قسم کھانے کو تیار ہوں کہ میں نے جو کچھ کہا ہے سچ ہے۔ مہدی نے اس کے لئے دس ہزار درہم دینے کا حکم نامہ جاری کر دیا۔ اور یہ بھی حکم دیا کہ اس سے ایک ضامن لیا جائے جو اس بات کی ضمانت دے کہ کل صبح وہ اسے حاضر کرے گا۔ پس اس نے مال پر قبضہ کر لیا تو اس سے کہا گیا کہ تیرا ضامن کون ہے؟ تو اس نے اپنی آنکھیں ایک خادم کی طرف پھیریں جس کو اس نے خوبصورت چہرے والا اور خوش لباس دیکھا اور کہا یہ میری ضمانت دے گا۔ تو مہدی نے اس سے کہا: کیا تو اس کا ضامن بنے گا؟ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور کہا ہاں! میں ہی اسکا ضامن ہوں۔ سعید نے اسے کفیل بنایا اور چلا گیا۔ جب وہ رات آئی تو مہدی نے وہ سب کچھ اس طرح دیکھ لیا جس طرح سعید نے اسے حرف بحرف ذکر کیا تھا۔

سعید نے صبح ہوتے ہی دروازہ کھٹکھٹایا اور اجازت طلب کی۔ اسے اجازت دے دی گئی جوں ہی مہدی کی نگاہ اس پر پڑی تو کہا: جو کچھ تو نے ہم سے کہا اسکا مصداق کہاں ہے؟ سعید نے خلیفہ سے کہا کیا امیر المومنین نے کوئی چیز خواب میں دیکھی ہے؟

اس نے جواب میں پس و پیش کی تو سعید نے کہا: میری بیوی کو طلاق اگر آپ نے کوئی چیز نہ دیکھی ہو مہدی نے اس سے کہا۔ اللہ تیرا بیڑا غرق کرے کس وجہ سے تو طلاق کی قسم اٹھانے پر جرأت مند ہوا ہے اس نے کہا: کیونکہ میں سچ پر قسم اٹھا رہا ہوں اور اسی سچ نے مجھے قسم کھانے کی جرأت دی ہے۔ مہدی نے اس سے کہا: قسم بخدا! میں نے وہ سب کچھ واضح و عیاں دیکھا ہے جو تو نے کہا تھا سعید نے اس سے کہا: اللہ اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے) اے امیر المومنین! اپنا کیا وعدہ پورا کرو مہدی نے اس سے کہا: کیوں نہیں بھرپور محبت اور مکمل عزت و کرامت کے ساتھ پورا کروں گا۔ پھر اس کے لئے تین ہزار دینار کا حکم دیا۔

مختلف رنگوں کے دس کپڑے کے تھان، اپنی خاص سواریوں میں سے آراستہ پیراستہ تین سواریاں۔ سعید نے ان تمام چیزوں کو وصول کیا اور دربار خلافت سے چلا گیا تو اسے وہ خادم ملا جس نے اس کی ضمانت اٹھائی تھی۔ اس نے سعید سے کہا: میں تجھے اللہ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کیا اس خواب میں کوئی حقیقت بھی تھی جو تو نے خلیفہ کو سنائی۔ سعید نے جواب دیا: قسم بخدا! بالکل نہیں۔ خادم نے اس سے کہا: تو پھر امیر المومنین نے وہ خواب بعینہ اس

طرح کیسے دیکھ لیا جیسے تو نے ذکر کیا تھا۔اس نے کہا: یہ بڑی خرق عادت (خلاف معمول) باتیں ہوتی ہیں تم جیسے لوگ جن کا انکار نہیں کر سکتے ہیں۔اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب میں نے خلیفہ کو یہ کلام سنائی۔تو اس نے اس کے دل کا دروازہ کھٹکھٹایا اور انہوں نے اس کے باعث اپنے نفس سے گفتگو کی اور اپنے دل سے سرگوشی کی تو ان کی سوچوں کے دھارے اس میں گم ہو گئے اور جس گھڑی وہ سوئے تو وہی چیز ان کے خیالوں پر چھائی رہی جوان کے دل میں ڈیرے ڈال چکی تھی۔خادم نے کہا: تو نے طلاق کی قسم اٹھائی تھی اس کا کیا بنے گا۔اس نے کہا: میں نے ایک طلاق دی رجوع کرلوں گا اور دو طلاقوں کا حق میرے پاس باقی ہے۔ پس میں مہر میں دس درہم دے لوں گا اور اس طرح دی ہوئی طلاق سے مجھے خلاصی حاصل ہو جائے گی جبکہ میں نے دس ہزار درہم، تین ہزار دینار، مختلف قسم کے دس تھان کپڑے اور تین سواریاں حاصل کر لی ہیں خادم کے چہرے پر مردنی چھا گئی اور وہ اس بات سے از حد متعجب و حیران ہوا۔سعید نے اس سے کہا بے شک میں نے سچ کہا۔

اور تیرے لئے میرا سچ اس طرح ظاہر ہو گا کہ میں تجھے بدلہ دوں گا کہ تو نے میری ضمانت دی ہے اس شرط پر کہ تو اس کو صیغہ راز میں رکھے گا۔لہٰذا اس نے ایسا ہی کیا۔

مہدی نے اسے اپنے خاص آدمیوں میں شمار کر لیا اور میرا حصہ اس کے پاس تھا اسکو مہدی کے لشکر کا قاضی مقرر کر دیا گیا۔

چنانچہ وہ مہدی کی وفات تک مسلسل اس عہدہ پر فائز رہا۔

ایک بڑے آدمی کی عقلمندی

158۔عوف بن مسلم نحوی سے روایت ہے۔انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا: ایک مرتبہ عمر بن محمد والی سندھ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ نکلا وہ مشرکوں کے علاقے کا چکر لگا رہے تھے کہ انہوں نے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا جس کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا۔تو عمر نے کہا: اے بوڑھے! ہم تجھے امن دیتے ہیں اس شرط پر کہ تو ہمیں اپنی قوم کا پتہ بتادے اس نے کہا: مجھے خوف ہے کہ اگر میں تیری رہنمائی کر دوں تو یہ بچہ بادشاہ تک پہنچ کر میری شکایت لگا دے گا اور وہ مجھے قتل کر دے گا۔لیکن پہلے تو اس بچہ کو قتل کر دے تا کہ

میں تیری رہنمائی کروں، اس نے غلام کی گردن اڑا دی۔ شیخ نے کہا! بے شک مجھے بات ناپسند لگی کہ اگر میں تمہیں خبردار نہ کروں تو ممکن ہے یہ بچہ تمہیں خبر کر دے پس اب میں اس بات سے مامون ہو گیا ہوں کہ میرے سوا کوئی خبر دینے والا نہیں۔ قسم بخدا! میری قوم والے اگر یہاں میرے قدم کے نیچے ہوں تو بھی میں اپنا قدم اپنی جگہ سے نہ اٹھاؤں گا۔ عمر نے یہ سن کر اس کی بھی گردن اڑا دی۔

ایک طالب علم کی ذہانت

159۔ حمیدی سے روایت ہے انہوں نے کہا ہم سفیان بن عیینہ کے پاس تھے۔ انہوں نے ہمیں حدیث زمزم سنائی تو ایک آدمی مجلس سے اٹھا پھر لوٹ آیا اور ان سے کہا: اے ابو محمد! کیا وہ حدیث صحیح نہیں ہے جو آپ نے زمزم کے بارے میں ہمیں سنائی ہے۔

سفیان نے کہا: ہاں صحیح ہے تو اس نے کہا یقیناً میں نے ابھی زمزم کا پورا ڈول اس لئے پیا ہے کہ آپ مجھے ایک سو حدیث سنائیں گے۔ سفیان نے کہا: بیٹھو پھر سنو۔ انہوں نے سو حدیثیں بیان کر دیں۔

160۔ ابن ابی ذر سے روایت ہے انہوں نے کہا: جب حاجی لوگ مکہ وارد ہوتے تو حضرت سفیان بن عیینہ باب بنی ہاشم پر بلند مقام پر تشریف فرما ہوتے تا کہ لوگ آپ کو آسانی سے دیکھ سکیں چنانچہ اصحاب حدیث میں سے ایک آدمی آیا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ کہا: اے ابو محمد! مجھے حدیث سنایئے۔ آپ نے اسے کئی احادیث سنائیں تو اس نے کہا: مجھے اور سنایئے۔ آپ نے اور سنائیں۔ اس نے انہیں اپنے سینے میں محفوظ کر لیا اور وہاں سے چل کر وادی میں آیا اور ہذیان بکنے لگا۔

یہ دیکھ کر حاجی جمع ہو گئے وہ کہنے لگا: سفیان بن عیینہ نے ایک حاجی کو قتل کر دیا ہے۔

آپ اس آدمی کے پاس آئے اور اسکا سر اپنی گود میں رکھ لیا اور فرمایا: تجھے کیا ہو گیا ہے؟ تجھے کیا تکلیف پہنچی ہے، وہ آدمی ایڑیاں رگڑتا رہا اور اس کے منہ سے جھاگ نکل رہی تھی اور اس کی چیخ و پکار میں اضافہ ہو گیا (بلند آواز سے کہتے ہوئے) سفیان بن عیینہ نے ایک آدمی کو قتل کر دیا۔

حضرت سفیان بن عیینہ نے اس سے کہا: اللہ تیرا بھلا کرے اٹھ کیا لوگوں کو بولتے ہوئے نہیں دیکھتا ہے؟ اس نے آپ سے اپنی آواز کو پست کرتے ہوئے عرض کیا: قسم بخدا! میں اس وقت تک نہیں اٹھوں گا یہاں تک کہ آپ مجھے "عن الزهری و عمرو بن دینار" کی سند سے سو احادیث نہیں سنائیں گے آپ نے ایسا ہی کیا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

ایک تاجر، محسن کی فراست

161۔ محسن بن علی اتنوخی نے اپنے باپ سے روایت کر کے بیان کیا ہے: انہوں نے کہا کہ میں نے 42ھ میں حج کیا میں نے بہت زیادہ مال اور کثیر کپڑے دیکھے جو مسجد حرام میں بکھرے پڑے تھے۔ میں نے کہا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا: خراسان میں ایک بڑے مال ونعمت کا مالک ایک آدمی ہے جس کا نام علی زراد ہے اس نے ایک سال قبل بہت سا مال اور کپڑے اپنے ایک بااعتماد آدمی کے ہاتھ بھجوائے تھے۔ اور حکم دیا تھا کہ وہ قریش کی چھان بین کرے پس ان میں سے جس کو وہ حافظ قرآن پاک پائے اسے فلاں فلاں مال اور کپڑے دے دے چنانچہ پہلے سال وہ آدمی آیا تو اس نے قریش میں یقینی طور پر کوئی ایسا آدمی نہ پایا جو قرآن حفظ کرتا ہو سوائے ایک آدمی کے جسکا تعلق بنی ہاشم سے تھا۔ پس اس نے اسکا حصہ اسے دے دیا اور لوگوں کو تمام باتیں وضاحت سے بیان کیں اور باقی مال اپنے دوست کو واپس کر دیا۔

لیکن جب اس سال وہ مال اور کپڑے لایا۔ تو اس نے قریش کے تمام قبیلوں سے ایک جم غفیر کو پایا جنہوں نے قرآن پاک حفظ کر لیا تھا اور تمام نے اس کے سامنے تلاوت کی طرف ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے میں جلدی کی۔ اور کپڑے اور درا ہم حاصل کئے حتی کہ مال ختم ہو گیا اور ان میں سے کچھ ایسے لوگ باقی رہ گئے ہیں جن کو کچھ نہیں ملا اور وہ مال کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ راوی کہتا ہے: میں نے کہا اس آدمی نے قریش پر ان کے فضائل لوٹا دینے کے لئے زبردست حیلہ کیا ہے اس پر اللہ تعالیٰ اسے جزائے خیر سے خوب نوازے۔

ایک بیوی کی فراست

162۔راوی نے کہا کہ کوفہ میں ایک عورت تھی جس کے خاوند کی معاشی زندگی تنگ تھی۔اس عورت نے اپنے خاوند سے کہا: اگر تو گھر سے باہر چلا جائے تو مختلف شہروں کا سفر اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کا فضل (رزق) تلاش کرے۔

پس وہ ملک شام کی طرف نکلا، تین سو درہم کمائے اور ان کے ساتھ ایک سبک رفتار اونٹنی خریدی وہ بڑی زور آور تھی۔اس اونٹنی نے اسے خوب تنگ کیا چنانچہ وہ اس سے اور اپنی بیوی سے جس نے اسے خروج کا مشورہ دیا تھا بہت غصے ہوا، اور طلاق کی قسم اٹھائی کہ جس دن وہ کوفہ میں داخل ہوگا تو اسے ایک درہم کے بدلے بیچ ڈالے گا پھر وہ اس پر شرمندہ ہوا اور اپنی بیوی کو اس کی خبر دی۔وہ عورت ایک سنور (بلی) خرید لائی اور اسے اونٹنی کے گلے میں لٹکا دیا اور کہا۔اسے لیکر بازار میں داخل ہو جاؤ اور اعلان کرو۔جو شخص اس سنور (بلی) کو تین سو دراہم کے بدلے خریدے گا اسے یہ اونٹنی ایک درہم کے بدلے دی جائے گی۔اور دونوں کو الگ الگ نہیں کیا جائے گا۔چنانچہ اس آدمی نے ایسا ہی کیا۔تو ایک اعرابی آکر اونٹنی کے گرد گھومنے لگا اور زبان سے گویا ہوا (اونٹنی سے مخاطب ہوتے ہوئے) تو کتنی خوبصورت ہے۔تو کس قدر سبک رفتار ہے اگر یہ منکا نہ ہو جو تیری گردن میں ہے۔

ابودلامہ کی فراست

163۔ابی دلامہ سے روایت ہے کہ وہ مہدی کے دربار میں حاضر ہوا اور اس کی شان میں قصیدہ پڑھ دیا مہدی نے اس سے کہا: مجھ سے اپنی ضرورت و حاجت کا سوال کرو۔تو ابو دلامہ نے کہا: اے امیر المومنین! مجھے ایک کتا عنایت فرما دیں۔مہدی (اسکا یہ سوال سنکر) ناراض ہو گیا اور کہا: میں نے تجھے کہا ہے اپنی حاجت مانگو اور تو کہتا ہے۔مجھے ایک کتا ہبہ کر دو۔پھر اس نے عرض کی اے امیر المومنین! ضرورت میری ہے یا آپ کی؟ خلیفہ نے کہا: مجھے نہیں بلکہ تجھے ہے۔ابودلامہ نے کہا: بس مجھے ایک شکاری کتا دے دو۔خلیفہ مہدی نے کتا دینے کا حکم جاری کر دیا۔تو ابودلامہ نے کہا: اے امیر المومنین! فرض کرو میں شکار پر نکلا

تو کیا خیال ہے میں پیدل دوڑوں گا؟ مہدی نے اسے ایک سواری دینے کا بھی حکم دے دیا۔ پھر اس نے عرض کی: اے امیر المومنین! اس کی دیکھ بھال کون کرے گا تو اس نے ایک غلام عطا کرنے کا حکم دیا پھر اس نے گزارش کی اے امیر المومنین! فرض کرو میں شکار کر کے گھر لاؤں گا تو اسے پکائے گا کون؟ تو خلیفہ نے ایک لونڈی دے دینے کا حکم دیا پھر اس نے عرض کی اے امیر المومنین! یہ سارے لوگ رات کہاں گزاریں گے سر چھپانے کے لئے کوئی جگہ تو خلیفہ نے ایک کوٹھی اسکے نام الاٹ کر دی۔ پھر اس نے التماس کی: اے امیر المومنین! اب آپ نے میری گردن پر اتنے بڑے کنبہ کا بوجھ ڈال دیا ہے۔ ان کا رزق کہاں سے آئے گا جس کو یہ کھائیں پئیں گے؟ تو امیر المومنین نے کہا: تیرے لئے ایک ہزار جریب زمین عامر (آباد) اور ایک ہزار جریب غامر (غیر آباد) الاٹ کر دی تو ابودلامہ نے کہا امیر المومنین عامر کا معنی تو میں جانتا ہوں لیکن غامر کا کیا مطلب ہے اس نے کہا غامر اس خراب زمین کو کہا جاتا ہے جس میں کوئی چیز پیدا نہ ہوتی ہو تو ابودلامہ نے کہا اے امیر المومنین! آپ کے نام ایک لاکھ غیر آباد زمین دو کے صحرا میں الاٹ کرتا ہوں۔ لیکن میں امیر المومنین سے دو ہزار جریب آباد زمین کا سوال کرتا ہوں تو اس نے کہا کہاں سے انہوں نے کہا بیت المال سے تو مہدی نے کہا: مال کو تبدیل کر دو اور اسے زمین اتنی مقدار میں عطا کر دو تو ابودلامہ نے عرض کی: امیر المؤمنین! اگر انہوں نے مال تبدیل کر دیا تو ساری ہی غیر آباد ہو جائے گی یہ سن کر مہدی ہنس پڑا اور اسکو راضی کر کے رخصت کیا۔

ضحاک بن مزاحم کی فراست

164۔ ایک نصرانی ضحاک بن مزاحم کے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ ضحاک نے ایک دن اسے کہا: تو اسلام قبول کیوں نہیں کرتا؟ اس نے جواب دیا: کیونکہ میں شراب کو پسند کرتا ہوں اور اس کے بغیر رہ نہیں سکتا کیا آپ شراب پینے کی اجازت دیں گے۔ آپ نے کہا: تو اسلام تو قبول کر، شراب پیتے رہنا۔ چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا۔ تو ضحاک نے اس سے کہا: اب تو مسلمان بن گیا ہے (اس نے کہا ہاں) آپ نے فرمایا: اگر تو شراب پیئے گا تو ہم تجھے حد لگائیں گے۔ اور اگر اسلام سے روگردانی کی تو تجھے قتل کریں گے۔

ایک آدمی کی فراست

ضمرہ نے شوذب سے روایت کی ہے: اس نے کہا: ایک آدمی کے پاس لونڈی تھی چنانچہ اس نے خفیہ طور پر اس سے وطی (ہم بستری) کی (اب انہوں نے غسل کرنا تھا تو وہ خفیہ ہو ہی نہیں سکتا تھا) اپنے گھر والوں سے کہنے لگا: بے شک حضرت مریم سلام اللہ علیہا اس رات میں غسل فرمایا کرتی تھیں تو تم سب بھی غسل کرو چنانچہ اس نے بھی غسل کیا اور اس کے سب گھر والوں نے بھی غسل کیا۔

165۔ جاحظ نے کہا: ایک آدمی داڑھ کا دم کیا کرتا تھا اور لوگوں سے کچھ بٹورنے کی خاطر ان سے طرح طرح کے مذاق کرتا تھا اور جسے دم کرتا اس سے کہا کرتا تھا: خبردار! رات کو تمہارے دل پر بندر کا خیال نہ گزرنے پائے۔ وہ رات بڑے درد کے عالم میں گزارتا اور صبح اس کے پاس حاضر ہوتا تو وہ کہتا: شاید رات تم نے بندر کو یاد کیا۔ وہ کہتا: ہاں، وہ آدمی کہتا: پھر تجھے میرا دم نفع نہیں دے گا۔

عقبہ ازدی کی فراست وذہانت

166۔ ابن جوزی نے کہا: ہمیں عقبہ ازدی کے بارے میں یہ خبر پہنچی ہے کہ لڑکی کے پاس اسے لایا گیا جس پر اس رات جنون کا اثر ہوا تھا جب اس کے گھر والوں نے اسے اپنے خاوند کے پاس بھیجنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ جب وہ اس کے قریب گیا تو اچانک کیا دیکھتا ہے کہ وہ گری پڑی ہے اس نے لڑکی کے گھر والوں سے کہا: اگر تم اس کا درست اور مکمل علاج چاہتے ہو تو مجھے اس کے ساتھ خلوت میں وقت دو تو انہوں نے اجازت دے دی۔

عقبہ نے اس عورت سے کہا: مجھے اپنے بارے سچ سچ بتا دے میں تیری خلاصی کا ضامن ہوں اس عورت نے بتایا: میرا ایک دوست تھا جبکہ میں اپنے گھر والوں کے پاس رہتی تھی اب یہ چاہتے ہیں کہ مجھے میرے خاوند کے پاس بھیج دیں جبکہ میں باکرہ (کنواری) نہیں ہوں۔ مجھے اپنی رسوائی کا بہت خوف ہے۔ اب تم بتاؤ تمہارے پاس مجھے رسوائی سے بچانے کا کوئی حیلہ ہے؟ اس نے کہا: ہاں حیلے بہت ہیں۔ پھر وہ اس کے گھر والوں کے پاس گیا اور

کہا: بے شک جن نے اس لڑکی سے نکلنے کا میرے ساتھ وعدہ کیا ہے لیکن اختیار تمہارے ہاتھ میں ہے۔ جس عضو سے تم پسند کرو۔ میں جن کو لڑکی کے اسی عضو سے نکال دوں۔

ساتھ یہ بات یاد رکھو۔ بے شک وہ عضو جس سے جن نکلے گا وہ ضائع ہو جائے گا۔

بہر حال اگر وہ اس کی آنکھ سے نکلا تو وہ اندھی ہو جائے گی، اگر وہ اس کے کان سے خارج ہوا تو وہ بہری ہو جائے گی۔ اگر وہ اس کے منہ سے باہر ہوا تو وہ گونگی ہو جائے گی۔ اگر وہ اس کے ہاتھوں سے باہر آیا تو وہ شل ہو جائیں گے۔ اگر اس نے اس کے پاؤں سے نکلنے کی کوشش کی تو وہ لنگڑی ہو جائے گی۔ اور اگر اس جن نے اس کی فرج سے نکلنے کا ارادہ کیا تو صرف اس کی بکارت (کنوارا پن) ختم ہو گی۔ اس لڑکی کے گھر والوں نے کہا: اس کی بکارت کے خاتمے سے زیادہ آسان کوئی چیز نہیں ہے چنانچہ تم شیطان کو اس کی فرج سے نکالو پس عقبہ نے ان کو یہی وہم دلایا کہ اس نے ان کے کہنے کے مطابق کام کیا ہے۔ اور عورت اپنے خاوند کے پاس چلی گئی۔

احنف بن قیس کی فراست

167۔ ایک آدمی نے ایک مرتبہ احنف بن قیس کو طمانچہ دے مارا تو آپ نے اس سے کہا: تو نے مجھے طمانچہ کیوں مارا ہے؟ تو اس نے کہا: میں نے اپنے لئے شرط باندھی تھی کہ میں بنی تمیم کے سردار کو طمانچہ ماروں گا۔ آپ نے کہا تو نے کوئی بڑا کام نہیں کیا۔ تجھ پر لازم ہے کہ تو حارثہ بن قدامہ کو طمانچہ مارے کیوں کہ وہ بنی تمیم قبیلے کا سردار ہے پس وہ گیا اور اسے طمانچہ دے مارا۔ حارثہ نے اس آدمی کا ہاتھ کاٹ دیا۔ اور یہی ارادہ حضرت احنف نے کیا تھا۔

(اگر یہ آدمی حارثہ کو طمانچہ مارے گا تو ضرور وہ اس کا ہاتھ کاٹ ڈالے گا)

ایک حکیم آدمی کی فراست ذہانت

168۔ شیخ نے کہا کہ ابو محمد خشاب نحوی نے ہمارے سامنے حکایت بیان کرتے ہوئے کہا: کہ ایک باقندہ کسی طبیب کے پاس آیا اور دیکھا کہ وہ کسی مریض کے لئے کوئی شربت اور کسی کے لئے کوئی معجون تجویز کر رہا ہے۔ اس نے کہا کون ہے جو اس جیسا علاج نہیں کر سکتا ہے؟

چنانچہ وہ لوٹ کر اپنی بیوی کے پاس آیا اور کہا میرا عمامہ بڑا بناؤ۔ بیوی نے اس سے کہا: تیرا خانہ خراب ہو تجھ پر کیا نئی مصیبت آ ٹوٹی ہے؟ اس نے کہا: میں طبیب بننا چاہتا ہوں۔ بیوی نے کہا: تو ایسا مت کر کیونکہ تو لوگوں کی جانیں ضائع کرے گا اور وہ تجھے قتل کر دیں گے۔ اس نے کہا: یہ کام کرنا بہت ضروری ہے اب اس کے بغیر چارہ نہیں۔

چنانچہ وہ پہلے دن نکلا اور لوگوں کے لئے دوائیں تجویز کرنے بیٹھ گیا چند ایک بوتلیں مختلف رنگوں کی حاصل کر لیں شام کو آیا پھر اپنی بیوی سے کہنے لگا میں ہر روز ایک حبہ (دانہ) کا کام کرتا تھا۔

اب دیکھنا میں کیا کچھ حاصل کرتا ہوں۔ بیوی نے پھر کہا: تو ایسا نہ کر۔ لیکن اس نے جواب دیا نہیں یہ کام ضروری ہے جب دوسرا دن آیا تو ایک لونڈی گزری۔ اس نے طبیب کو دیکھ کر اپنی مالکہ سے کہا جبکہ وہ سخت بیمار تھی میری خواہش ہے کہ یہ طبیب تمہیں دوائی دے۔ مالکہ نے کہا: تم اسے بلا بھیجو چنانچہ وہ آیا درانحالیکہ اس کی بیماری تقریباً ختم ہو چکی تھی صرف تھوڑی سی کمزوری باقی تھی۔ طبیب نے کہا: پکی ہوئی مرغی میرے پاس لاؤ پس وہ لائی گئی اس مریضہ نے مرغی کھائی اسے طاقت حاصل ہوئی پھر وہ جانبر ہوگئی۔

یہ خبر بادشاہ کو پہنچی وہ بھی اس حکیم کے پاس آیا اور اس کے سامنے اپنی وہ مرض بیان کی جس کی اسے شکایت تھی اتفاقاً اس نے بادشاہ کے لئے جو دوائی تجویز کی اس سے بادشاہ صحت یاب ہو گیا۔

اس کی شہرت ہوتی دیکھ کر اس بافندہ کو پہچاننے والی ایک جماعت بادشاہ کے پاس آ اکٹھی ہوئی انہوں نے بادشاہ سے کہا: یہ تو بافندہ ہے حکمت وطب کے بارے کچھ بھی نہیں جانتا۔ بادشاہ نے کہا: یہی وہ طبیب ہے جس کے ہاتھ پر مجھے شفا ہوئی ہے اور اس عورت کو بھی صحت یابی ہوئی ہے لہٰذا میں تو تمہاری بات ماننے کو قطعاً تیار نہیں ہوں انہوں نے کہا: ہم کو کچھ سوالوں کے ذریعے اس کی آزمائش کرنے کی اجازت دی جائے بادشاہ نے کہا: ایسا کر دیکھو۔ انہوں نے حکیم سے پوچھنے کیلئے کچھ سوال ترتیب دیئے۔ جب انہوں نے حکیم سے ان سوالوں کے بارے استفسار کیا تو اس نے کہا اگر میں تمہیں ان سوالوں کے جواب

دوں تو تمہارے اندر ان جوابات کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہے کیونکہ ان سوالوں کے جواب کوئی حکیم ہی سمجھ سکتا ہے تم حکیم نہیں ہو۔

لیکن کیا تمہارے نزدیک کوئی ہسپتال نہیں ہے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں بالکل ہے اس نے کہا۔ کیا اس میں کافی مدت سے موجود مریض نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! ضرور ہوں گے۔ اس نے کہا میں ان کا علاج کرتا ہوں یہاں تک کہ تمام کے تمام صحت کے ساتھ آن واحد میں اٹھ کھڑے ہوں گے۔ کیا اس سے زیادہ مضبوط دلیل بھی میرے علم پر کوئی ہوسکتی ہے؟ انہوں نے کہا: کوئی نہیں ہوسکتی چنانچہ وہ ہسپتال کے دروازے پر آیا اور کہا: تم سب یہاں بیٹھ جاؤ تم میں سے کوئی ایک میرے ساتھ داخل نہ ہو۔ پھر اکیلا داخل ہوا اس کے ساتھ صرف شفا خانہ کا مالک تھا سب سے قبل وہ شفا خانہ کے مالک سے مخاطب ہوا اور اس سے کہا تیرے شفا خانہ کے اندر جو کچھ میں کروں قسم بخدا اگر تو نے وہ کسی کو بتایا تو میں تجھ سولی پر لٹکا دوں گا۔ اور اگر تو خاموش رہا تو میں تجھے غنی کر دوں گا۔ اس نے وعدہ کیا کہ میں نہیں بولوں گا۔ اس حکیم نے کہا: اس پر طلاق کی قسم کھاؤ پھر اس نے اس سے کہا: کیا اس شفا خانہ میں تیرے قبضے میں تیل ہے اس نے کہا ہاں ہے حکیم نے کہا: لاؤ۔ وہ ایک بڑی چیز میں ڈال کر بہت سارا تیل لے آیا۔ حکیم نے اس سارے تیل کو کڑاہی میں ڈال کر نیچے آگ جلا دی جب سخت جوش مارنے لگا تو حکیم نے ایک بلند رعب دار آواز میں مریضوں کے گروہ کو پکارا اور ان میں سے ایک کو مخاطب کر کے کہا: تیری بیماری کا سوائے اس کے کوئی علاج نہیں ہے کہ تو اس کڑاہی میں اترے پس تو اس تیل میں بیٹھ جائے۔ مریض خوف کے مارے پکار اٹھا۔ میرے معاملے میں خدا کا خوف کرو۔ حکیم نے کہا: اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے اب تو ضرور ایسا کرنا پڑے گا۔ مریض بولا: بس میری بیماری یکسر ختم ہوگئی ہے صرف تھوڑا سا درد ہے وہ بھی جلدی ٹھیک ہو جائے گا حکیم نے کہا: پھر کس چیز نے تجھے شفا خانہ میں بٹھائے رکھا ہے۔ جبکہ تو تندرست و توانا ہے؟ مریض نے کہا کوئی چیز نہیں حکیم نے کہا جلدی نکلو اور دروازے پر بیٹھے آدمیوں کو خبر دو کہ میں تندرست ہو گیا ہوں۔

وہ مریض دوڑتا ہوا باہر آیا اور زبان سے پکار رہا تھا: میں اس حکیم کے آنے سے شفا

یاب ہو گیا ہوں۔ پھر وہ دوسرے مریض کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: تیری مرض کا علاج بس یہ ہے کہ تو اس تیل میں بیٹھ جائے۔ اس مریض نے کہا: اللہ اللہ۔ میں اس تیل میں کیوں بیٹھوں میں تو صحت مند ہوں۔ اس نے کہا: اس میں تو بیٹھنا پڑے گا۔ مریض نے کہا: ایسا مت کرو۔ کیونکہ میں گزشتہ کل سے یہ ارادہ کر رہا تھا کہ میں نکل جاؤں۔ حکیم نے کہا۔ اگر تم صحت مند ہو تو جلدی یہاں سے نکلو اور دروازے پر براجمان لوگوں کو اطلاع کرو کہ میں صحت یاب ہو گیا ہوں وہ بھاگتا ہوا باہر آیا اور زبان سے کہہ رہا تھا: اس حکیم کے تشریف لانے کی برکت ہے مجھے شفا مل گئی ہے۔ حکیم صاحب نے ہر مریض کے ساتھ یہی طریقہ جاری رکھا حتی کہ ان میں سے ہر ایک اس کے گن گاتا ہوا شفا خانہ سے باہر آیا اور وہ حکیم یوں اس آزمائش میں کامیابی سے ہم کنار ہوا اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

ایک لشکری کی فراست

169۔ لشکریوں میں سے ایک آدمی سے روایت ہے اس نے کہا ہے کہ میں شام کے دیہاتوں میں سے ایک دیہات کا ارادہ لیکر اس کے ایک شہر سے نکلا جب میں راستہ میں پہنچا۔ میں ابھی چند میل ہی چلا تھا کہ میں تھک گیا حالانکہ میں سواری پر تھا اور اسی سواری پر میرا زادراہ اور ساز و سامان تھا۔ شام ہونے کو تھی اچانک میری نظر ایک بہت بڑے قلعہ پر پڑی اس کے اندر ایک گرجا میں راہب موجود تھا۔ وہ میری طرف آیا، میرا استقبال کیا اور اپنے پاس رات گزارنے کا مجھ سے مطالبہ کیا اور اس بات کا وعدہ بھی کیا کہ وہ میری میزبانی کے فرائض باحسن وخوبی سرانجام دے گا۔ میں اس کے جھانسے میں آکر ایسا کر بیٹھا۔

چنانچہ جب میں نے گرجا میں قدم رکھا تو وہاں میرے علاوہ کوئی آدم زاد موجود نہیں تھا۔ پس اس نے میری سواری کو پکڑا، میرا سامان ایک کمرہ میں رکھا، میری سواری کے سامنے جو ڈالے۔ میرے لئے گرم پانی لایا جبکہ سخت سردی کا موسم تھا، برف باری ہو رہی تھی۔ میرے سامنے کافی آگ جلائی اور میرے لئے عمدہ کھانا لے کر آیا۔ میں نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ اور رات کا کچھ حصہ گزار کر میں نے سونے کا ارادہ کیا اور اس سے سونے کے راستہ کے بارے سوال کیا اس نے کہا ابھی بڑی رات پڑی ہے سو لیتے ہو۔

میں نے کچھ دیر گزرنے کے بعد پھر آرام کرنے کے انتظام وانصرام کا پرزور مطالبہ کیا
تو اس نے اس کے راستہ کی طرف میری راہنمائی کی جو کہ ایک کمرہ میں تھا۔ چنانچہ میں چلا
پس جب آرام کرنے والے کمرہ کے دروازے پر پہنچا تو اچانک کیا دیکھا کہ بڑی قالین
ہے جب میرے دونوں پاؤں اس کے اوپر چلے گئے تو میں خود بخود نیچے اترتا چلا گیا۔
اچانک میں تھا اور ایک بہت بڑا صحراء۔

جبکہ وہ چٹائی بغیر چھت کے بچھائی گئی تھی پھر اس رات سخت برفباری بھی ہو رہی تھی میں
نے ایک لمبی چیخ ماری لیکن اس نے مجھ سے کوئی کلام نہ کی۔ چنانچہ میں کھڑا ہوا، میرا بدن
زخمی ہو چکا تھا مگر میرا ہر عضو ٹوٹنے سے بچ گیا میں وہاں سے نکل کر آیا اور قلعہ کے دروازے
کے پاس ایک چبوترے کے نیچے برف سے پناہ حاصل کی جبکہ وہ ایک پتھر نما تھا اگر وہ مجھ پر
گر پڑتا اور میرے دماغ میں پیوست ہو جاتا تو اسے پیس کے رکھ دیتا چنانچہ میں وہاں سے
دوڑتا اور چیختا ہوا نکلا پس وہ راہب مجھے برا بھلا کہہ رہا تھا میں نے جان لیا کہ یہ کارروائی اسی
کی طرف سے ہے اور وہ میرا ساز وسامان ہتھیانا چاہتا ہے چنانچہ جب میں وہاں سے نکلا تو
مجھ پر برف گرنے لگی اور میرے کپڑے بھیگ گئے اور میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ پوری
طرح برف اور سردی کی لپیٹ میں ہوں۔

میرے ذہن میں ایک سوچ آئی کہ میں ایک پتھر تلاش کروں جسکا وزن تقریباً تیس
رطل ہو۔ پس میں نے وہ پا لیا اور اسے اپنے کندھے پر رکھ لیا اور صحرا میں لمبا سفر کرنا اور دوڑنا
شروع کر دیا۔ تاکہ میں تھک جاؤں اس ترکیب پر عمل کر کے جب میں تھک گیا۔ میرا جسم
خوب گرم ہو گیا اور مجھے پسینہ آنا شروع ہو گیا تو میں نے وہ پتھر زمین پر پھینک دیا اور آرام
کرنے بیٹھ گیا۔ پھر جب مجھے اچھی طرح سکون مل گیا اور مجھے سردی لگنے لگی تو میں نے پتھر کو
اٹھا لیا اور اسی طرح صبح تک کوشش کرتا رہا چنانچہ جب صبح طلوع ہونے سے پہلے کا وقت ہوا
میں قلعہ کے پیچھے تھا جب میں نے گرجا کا دروازہ کھلنے کی آواز سنی تب میں نے محسوس کیا کہ
راہب نکلا ہے۔ وہاں سے نکل کر وہ سیدھا اس جگہ پر آیا جہاں سے میں گرا تھا جب اس نے
مجھے نہ دیکھا تو کہا: ہائے قوم! یہ کیا ہو گیا؟ میں اس کی یہ بات سن رہا تھا اور اسے سخت منحوس

خیال کر رہا تھا۔ اس نے اپنے قریب والی بستی کو دیکھا اور اس کی طرف چلنا شروع کر دیا اور کہنے لگا اب میں اس کو تلاش کرنے کی کیا صورت اختیار کروں حالانکہ وہ چل رہا تھا۔

اب میں اس کی مخالف سمت دروازے کی طرف گیا اور قلعہ میں داخل ہو گیا اور وہ اس جگہ سے چل کر قلعہ کے آس پاس مجھے تلاش کرنے لگا۔ اتنے میں قلعہ کے دروازے کے پیچھے میں نے چھپنے کی جگہ حاصل کر لی۔ میرے جسم کے ساتھ چھری لٹکی ہوئی تھی جسکا راہب کو کوئی علم نہ تھا۔ میں دروازے کے پیچھے اس کے انتظار میں کھڑا ہو گیا۔ راہب نے قلعہ کا پورا چکر لگایا۔ چنانچہ جب وہ نشانات کے ذریعے میرے بارے نہ جان سکا تو واپس لوٹا، اندر داخل ہوا اور دروازہ بند کر دیا۔ اب میں ڈرا کہ کہیں وہ مجھے دیکھ نہ لے، میں نے اسکا پیچھا کیا اور چھری سے اسپر حملہ آور ہوا۔ میں نے اسے گرا لیا اور ذبح کر ڈالا بعد ازاں قلعہ کا دروازہ خوب اچھی طرح بند کر دیا اور مخصوص کمرہ کی طرف چڑھ گیا، آگ تاپی جو وہاں جل رہی تھی اور اپنے اوپر سے وہ گیلے کپڑے اتار دیئے۔ اپنا سامان کھولا اور اس میں سے کپڑے نکال کر زیب تن کئے۔ راہب کا جبہ حاصل کر لیا اور اس میں آرام سے سو گیا۔ مجھے کہیں عصر کے قریب جاگ آئی کچھ دیر بعد میں جاگ کر اٹھا سارے قلعہ کا چکر لگایا۔ یہاں تک کہ کھانا میرے ہاتھ لگ گیا پس میں نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا اور اپنے آپ میں سکون محسوس کیا۔ اس کے بعد قلعہ کے تمام کمروں کی چابیاں بھی مجھے مل گئیں اور میں نے ایک ایک کر کے کمروں کو کھولنا شروع کر دیا وہاں بے شمار مال موجود تھا۔ کہیں سونا، کہیں چاندی، کہیں گھر کا دوسرا سامان، کپڑے، ہتھیار، قوم کے کجاوے، اسکا ساز و سامان اور بار بردار جانور بھی موجود تھے۔ معلوم ہوا، راہب کی یوں ہی عادت تھی کہ وہ یہی حال کرتا ہر اس آدمی کے ساتھ جو اکیلا وہاں اس کے قریب سے گزرتا اور وہ اس پر قادر ہو جاتا، جو حال اس نے میرے ساتھ کیا۔

اب میرے ذہن میں کوئی خاص ترکیب نہیں آ رہی تھی کہ میں اس عظیم مال پر قبضہ کرنے کیلئے اس میں کیسے عمل درآمد کروں؟ پس پہلے تو میں نے راہب کے کپڑوں میں سے کچھ کپڑے پہن لئے۔ اور کچھ دن کے لئے اس کے گرجا میں براجمان ہو گیا کہ اس جگہ میں

بیٹھ کر دور سے ہر اس شخص کو دیکھنے کے درپے ہو جاؤں تا کہ وہ میرے بارے شک کا شکار نہ ہوں کہ میں وہی راہب ہوں یا کوئی اور؟ پس جب وہ قریب آتے تو میں ان کے لئے اپنے چہرے کو ظاہر نہ کرتا یہاں تک میری خبر مخفی رہی۔ پھر میں نے وہ راہب والے کپڑے اتار دیئے۔ اور اس سامان میں سے جو گرجے میں پڑے تھا دو بورے لئے اور ان کو مال سے بھر دیا۔ ان دونوں کو اپنی سواری پر لادا اور سواری کو ہانک کر قریب ترین گاؤں میں لے گیا اور وہاں ایک گھر کرایہ پر حاصل کیا اور اس سے سونا، چاندی، مال ناطق، سامان مسلسل منتقل کرتا رہا۔ یہاں تک کہ تمام کو اٹھا کر وہاں کرایہ کے مکان میں پہنچا دیا۔ کچھ عرصہ بعد وہ مہنگا ہو گیا اور اس کی قیمت زیادہ ہو گئی۔ یہاں تک کہ میں نے بھاری سامان کے علاوہ کچھ نہ چھوڑا جو میرے لئے اٹھانا ممکن نہ تھا۔

میں نے چند سواریاں، خچر اور پیادے آدمی کرائے پر حاصل کئے اور یکبارگی ان کو لیکر آیا اور ہر وہ چیز اٹھالی جس پر میں قادر تھا۔ اور اپنی سرکردگی میں ایک عظیم قافلہ کی صورت میں وہ بہت بڑا مال غنیمت لے کر چل پڑا یہاں تک کہ میں اپنے شہر پہنچ گیا۔ سامان کی قیمت کے ساتھ مجھے اس گرجا سے دس ہزار درہم و دینار حاصل ہوئے اور میں زمین میں ایسے گم ہوا کہ کسی کو میری خبر تک نہ ہوئی۔

عیسیٰ بن موسیٰ کی ذہانت اور فراست

170۔ ابن جریر وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ منصور نے عبداللہ بن علی کو رات کے وقت خفیہ طور پر عیسیٰ بن موسیٰ کی طرف بھیجا اور کہا اے عیسیٰ! بے شک یہ میری اور تیری نعمت کو زائل کرنا چاہتا ہے جبکہ مہدی کے بعد تو میرا جانشین ہے، خلافت تیری طرف چل کر آرہی ہے، پس تو اس کو پکڑ لے اور اس کی گردن مار دے۔ اور تو اس میں سستی اور کمزوری دکھانے سے بچ۔

پھر اس کی طرف ایک مکتوب لکھا کہ جو میں نے تمہیں حکم دیا تھا تو نے اس کا کیا کیا؟

اس نے جواب میں تحریر کیا: جو حکم تو نے مجھے دیا تھا میں نے وہ پورا کر دیا ہے۔ پس اسے اس بات میں شک بھی نہ ہوا کہ اس نے اسے قتل کر دیا ہے۔ اور عیسیٰ نے اپنے کاتب کو ساری صورت حال بتا دی تھی تو اس نے کہا: کہ وہ تجھے اور اسے دونوں کو قتل کرنا چاہتا ہے۔

کیونکہ اس نے آپ کو حکم دیا ہے کہ تو اسے خفیہ طور پر قتل کر دے پھر وہ تجھ پر علانیہ طور پر دعویٰ کر دے گا اور اس کے بدلے تجھے قید کرے گا عیسیٰ نے کہا: پھر تیری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا بہتر یہ ہے کہ تو اس کو اپنے گھر میں قید کر دے کیونکہ جب وہ تجھ سے علانیہ اس کو طلب کرے تو تم اسے علانیہ طور پر ظاہر کر دینا۔

پھر منصور نے اسکے چچاؤں کے خلاف سازش کرتے ہوئے ایک آدمی تیار کیا جو ان کو جا کر اس کے چچا عبداللہ بن علی کے مسئلہ پر حرکت دلائے اور انہیں اس بات میں طمع دلائے کہ میں ضرور بہ ضرور ایسا کروں گا۔ وہ اس کے بارے میں کلام کریں اور اسکا معاملہ اٹھائیں۔ اس کے بعد اس نے کہا۔ عیسیٰ بن موسیٰ کو میرے سامنے پیش کیا جائے چنانچہ وہ اس کے پاس آیا تو منصور نے کہا: اے عیسیٰ! یقیناً تجھے معلوم ہوگا کہ میں نے عبداللہ بن علی کو تیرے پاس بھیجا تھا۔ اب وہ کہاں ہے: انہوں نے اس کے بارے مجھ سے بات کی ہے۔ اب فوراً اسے لاؤ ورنہ تیرا انجام خطرناک ہوگا۔ اس نے جواباً کہا: اے امیر المومنین! کیا آپ نے مجھے اسکو قتل کر دینے کا حکم نہیں دیا تھا؟ میں نے تو اسے قتل کر دیا ہے۔

پھر منصور نے اسکے چچاؤں سے مخاطب ہو کہا: یقیناً اس نے تمہارے سامنے تمہارے بھتیجے کو قتل کرنے کا اقرار کر لیا ہے۔ اور دعویٰ یہ کرتا ہے کہ میں نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا تھا یہ سب جھوٹ بولتا ہے۔ انہوں نے کہا: پھر اسے ہمارے حوالے کر دو، ہم اسے قید کر دیتے ہیں اور اس سے اپنے بھتیجے کا قصاص لیں گے۔ منصور نے کہا: اب اسکا معاملہ تمہارے سپرد ہے جیسے چاہو کرو۔ چنانچہ وہ عیسیٰ کو وہاں سے نکال کر کھلے میدان میں لے گئے اور لوگ بھی اکٹھے ہو گئے۔ ان لوگوں میں ایک آدمی نے اپنی تلوار سونت لی اور عیسیٰ کی طرف بڑھا تاکہ اس کی گردن مار دے۔ عیسیٰ نے اس سے کہا: کیا تو مجھے قتل کرنے والا ہے؟ اس نے کہا ہاں خدا کی قسم میں ایسا ہی کروں گا۔ عیسیٰ نے کہا: ایک مرتبہ مجھے امیر المومنین کے پاس لے چلو۔ پس وہ اسے لے گئے۔ عیسیٰ نے امیر المومنین سے کہا: پس صرف تم نے یہی ارادہ کیا تھا کہ اس کے قتل کے بدلے تو مجھے قتل کر دے تو دیکھ لے تیرا چچا زندہ ہے، صحیح سلامت ہے، اور فوراً اس کو منصور کے پاس لے آیا۔

ایک طبیب کی ذہانت

171۔ حارثی سے روایت ہے اس نے کہا: مقتدر کی امارت کے دونوں میں بغداد کی گلیوں سے میں گزرا۔ دراں حالیکہ میں خود علمائے حدیث کی ایک جماعت سے محو گفتگو تھا۔ اچانک میری نظر ایک خادم خصی پر پڑی جو کہ راستے میں ایک کونہ میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کے سامنے کچھ دوائیاں، سرمہ دانیاں اور کچھ دوسرا سامان تجارت موجود تھا۔ اور اس کے اوپر ایک پرانی چھتری بطور سائبان کھڑی تھی جس طرح کہ عام طور پر سنیاسی حکیموں پر ہوتی ہے۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ کسی طبیب کا خادم ہے جو لوگوں کے لئے دوائی تجویز کرتا ہے۔ ان کا علاج کرتا ہے اور ان سے دراہم حاصل کرتا ہے۔

یہ بغداد کی عجیب وغریب چیزوں میں سے ایک ہے چنانچہ میں نے کہا: کہ میرے دل میں یہ خواہش ابھر رہی ہے کہ میں اس سے بات کروں تا کہ میں اس کی سمجھ کا اندازہ کروں کہ کیسی ہے؟ ان میں سے ایک نے کہا: کہ اس کی سمجھ کے بارے تو مجھے کچھ پتا نہیں لیکن ہمیں یہ بات پسند ہے کہ تو اس سے مذاق میں کھیل تماشا کرے۔

پس وہ اس کے پاس چلا گیا اس حال میں کہ بظاہر اس پر غشی کے دورے پڑ رہے تھے اور وہ جھوٹ موٹ مریض تھا۔ اس نے کئی مرتبہ یوں کہا: یا استاذ، یا استاذ

پس خادم اکتا کر بولا: اللہ تجھے کبھی شفا نہ دے کچھ منہ سے بول۔ تجھے کیا مصیبت آ پڑی ہے؟ کیا طاعون تیری گردن مار رہا ہے؟ اس نے یہ بات کہی:

تو وہ خادم سے کہنے لگا: اے استاذ! میں اپنی آنتوں میں درد محسوس کر رہا ہوں اور بالوں کے کنارے میں بھی درد محسوس ہوتا ہے۔ اور جو کچھ آج میں کھاؤں کل مردار کی مانند باہر نکلے میرے لئے میری بیماری کے مطابق دوائی تجویز کر

راوی کہتا ہے: خادم نے پہلے جواب تیار کر رکھا تھا۔ اس نے کہا: یہ جو تو اپنے بالوں کے کناروں میں تنگی محسوس کرتا ہے۔ اسکا علاج یہ ہے کہ تو اپنے سر اور داڑھی کے سارے بال کٹوا دے تا کہ تیری یہ تنگی ختم ہو جائے۔ (نہ رہے بانس نہ بجے بانسری)

دوسرا جو تو اپنی آنتوں میں درد محسوس کرتا ہے۔ اس کے علاج کے طور پر تو اپنے کمرے

کے دروازے پر ایک روشن چراغ لٹکا دے جیسا کہ چھت والی گلی میں لٹکا ہوتا ہے۔

لیکن تیری تیسری بات کہ جو کچھ آج کھائے کل مردار کی مانند باہر آئے۔ اس کے لئے تو اپنا ہی پاخانہ کھا اور تجارت سے خوب نفع حاصل کر۔ آس پاس کھڑی عوام نے ہماری کلام کو خلط ملط کر دیا اور وہ ہم پر ہنسنے لگے۔ اور وہ طنز و مزاح جس کا ہم نے خادم سے ارادہ کیا تھا الٹا ہم پر لوٹ آیا۔ اور ہم طنز کا نشانہ بن کر رہ گئے اب ہماری آخری اور شدید خواہش یہ بن گئی کہ کسی طریقے سے وہاں سے بھاگ جائیں۔ اور آخر ہمیں بھاگنا ہی پڑا۔

سراقہ بن مرداس کی فراست

172۔ ابوالحسن مدائنی کا قول ہے کہ احمد بن سمیط نے پانچ سو آدمیوں کو گرفتار کیا اور انہیں مختار کے پاس لے آیا۔ اس نے دو سو چالیس کو قتل کر دیا اور کچھ کو قید کر دیا اور کچھ پر محض احسان کر کے چھوڑ دیا گرفتار شدگان میں سے جن کو اس نے قید کا حکم سنایا۔ ان میں سراقہ بن مرداس بارقی بھی تھا۔ پھر اس نے سراقہ کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس نے کہا: مجھے قتل نہ کرو قسم بخدا مجھے قتل نہ کرو یہاں تک کہ میں تیرے ساتھ مل کر اپنے گھر کو توڑ کر اس کی اینٹ سے اینٹ نہ بجا دوں۔

اس نے کہا: تو کیا جانتا ہے؟ اس نے کہا: ''اخبار صادقہ'' جن کو ناطق کتب لے کر آئی ہیں مختار نے عبداللہ بن کامل اور ابی عمر کی طرف متوجہ ہو کر کہا: کون ہماری راز والی باتوں کو ظاہر کرتا ہے اس نے اسے اکیلا کرنے کا حکم دیا تو سراقہ بولا: ہمیں ایسی قوم نے گرفتار کیا ہے جنہیں اب ہم یہاں نہیں دیکھ رہے۔ اس نے کہا: نہیں وہ تمہیں گرفتار کرنے والے یہی ہیں۔ اور یہ اللہ کے لشکر ہیں سراقہ نے کہا: نہیں! قسم بخدا ہمیں جس قوم نے گرفتار کیا ہے ان کے سروں پر سرخ عمامے بندھے ہوئے تھے۔ وہ اعلیٰ نسل کے گھوڑوں پر سوار تھے اور وہ زمین و آسمان کے درمیان پرواز کر رہے تھے۔ اس نے کہا: یہ تو ملائکہ کی صفت ہے پھر وہ ملائکہ تھے۔ اس نے کہا ہاں۔ مختار نے کہا: اے سراقہ پھر ایسا کر وا سے تمام لوگوں کو آگاہ کر دو۔ اس نے کہا ٹھیک ہے۔ سراقہ کہتا ہے میں منارہ پر چڑھ گیا اور میں نے لوگوں کو اچھی طرح آگاہ کر کے ان کے سامنے حلف اٹھایا تو مختار نے مجھے آزاد کر دیا۔

ایک مومن کی فراست

173۔ابن عیاض سے روایت ہے اس نے کہا: حرہ کے دن مسلم بن عقبہ سے عباس بن سہل بن سعد کے لئے امان طلب کی گئی تو اس نے امان دینے سے انکار کر دیا۔ پس لوگ عباس کو پکڑ کر اس کے پاس لے آئے اور اس نے صبح کا کھانا منگوایا۔ تو عباس کہنے لگا: اللہ تعالیٰ امیر کو سلامت رکھے، قسم بخدا! یوں معلوم ہوتا ہے جیسے دونوں پیالے تیرے والد گرامی کے ہیں حر کے مقام پر مطرف نے اس کے سامنے پیش کئے تھے۔ یہاں تک کہ وہ ان کو لے کر ان کے صحن میں تشریف فرما ہوئے پھر انہوں نے انتہائی سخاوت سے کام لیتے ہوئے اپنا پیالہ حاضرین کے سامنے رکھ دیا۔

مسلم نے کہا: تو نے بالکل سچ کہا۔ وہی ہے۔ اب تجھے امان ہے۔

بعد میں عباس سے کسی نے کہا۔ اسکا باپ ایسے ہی تھا جس طرح تو نے کہا؟

اس نے جواب دیا: نہیں قسم بخدا! حرہ کے مقام پر تو میں نے اسے سخت مصیبت کا شکار دیکھا تھا اور ہمیں اپنی سواریوں اور ساز و سامان پر صرف اسی سے چوری کا خوف ہوتا تھا۔

اصمعی کی فراست وذہانت

174۔درید سے مروی ہے۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن اخی اصمعی سے اور انہوں نے اپنے چچا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ رشید (امیر المومنین ہارون الرشید) نے مجھے بلا بھیجا چنانچہ میں اس کے پاس داخل ہوا تو اچانک میری نگاہ ایک کم عمر بچی پر پڑی، ساتھ ہی اس نے سوال کر دیا: یہ بچی کون ہے؟ میں نے جواب دیا: میں نہیں جانتا۔

اس نے بتایا: امیر المومنین کی بیٹی ''مواسۃ'' ہے پس میں نے اس بچی اور امیر المومنین کو دعا دی۔ اس نے کہا: ہاں ٹھیک ہے لیکن تم اس بچی کے سر پر بوسہ دو۔ میں نے دل میں کہا: اگر میں اس کے حکم کو بعینہ بجالاتا ہوں تو یہ غیرت کھائے گا اور مجھے قتل کر دیگا اور اگر میں اس کے حکم کو بالکل ہی رد کر کے نافرمانی کا مرتکب ہوتا ہوں تو یہ نافرمانی کی پاداش میں مجھے قتل کر دے گا۔ میں نے اپنی آستین اس کے سر پر رکھ کر اپنی آستین کو بوسہ دے دیا۔ تو اس نے کہا:

اے اصمعی! قسم بخدا اگر آج تو غلطی کرتا تو یقیناً میں تجھے قتل کر دیتا اس نے اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ اسکو دس ہزار درہم عطا کر دو۔

واصل بن عطا کی فراست

175۔ ابن بہلول سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ابو حذیفہ واصل بن عطا سفر کا ارادہ کرتے ہوئے ایک گروہ میں گھر سے نکلا۔ آگے خارجیوں کے ایک لشکر نے ان سب کا راستہ روک لیا۔ تو واصل نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا: تم میں سے کوئی ایک نہ بولے بس تم مجھے ان کے ساتھ چھوڑ دو میں جانوں اور وہ جانیں۔ چنانچہ واصل سیدھا انہیں کا قصد کر کے چل پڑے۔ جب وہ سارے ان کے قریب ہوئے تو خارجیوں نے ان پر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا تو واصل بولا: تم ہمارے ساتھ قتال کرنا کیسے حلال سمجھتے ہو۔ جبکہ تمہیں معلوم ہی نہیں کہ ہم کون ہے اور کس مقصد کی خاطر ہم آئے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں بات تو تمہاری درست ہے۔ بھلا بتاؤ تو سہی تم کون ہو؟ واصل نے کہا: ہم ایک ایسی قوم ہیں جو مشرکین میں سے نکل کر تمہارے پاس اللہ کا کلام سننے کے لئے آئے ہیں۔

راوی کہتا ہے: یہ بات سن کر انہوں نے ان سے اپنے ہاتھ روک لئے اور ان میں سے ایک آدمی نے ان پر قرآن کی تلاوت شروع کر دی۔ چنانچہ جب وہ تلاوت کرتے کرتے رک گیا۔ تو واصل بولا: یقیناً ہم نے اللہ تعالیٰ کا کلام سماعت کر لیا اور اس نے ہمیں امن والی جگہ پر پہنچا دیا۔ اب ہم اس میں غور و فکر کریں گے۔ یہ ہمیں حق حاصل ہے اور اللہ کا حکم بھی ہے اور دیکھیں گے کہ ہم کیسے کامل طور پر اللہ کے دین میں داخل ہو سکتے ہیں۔

خارجی قاری نے کہا: یہ تو ضروری ہے۔ چلو اب چلے جاؤ ہماری طرف سے کھلی اجازت ہے۔

چنانچہ ہم خارجیوں کے ساتھ مل کر چلے۔ قسم بخدا وہ ہمارے ساتھ حفاظت کرتے ہوئے کئی میل تک چلتے آئے یہاں تک کہ ہم اس شہر کے قریب آ گئے جہاں پر ان کا کوئی بس نہ چلتا تھا۔ تو اس کے بعد وہ واپس لوٹ گئے اور ہم بحفاظت اپنے گھر پہنچ گئے۔ (الحمد للہ)

مطلب کی عقلمندی

176۔ابو اسحٰق جہمی نے کہا ہے۔ جب حجاج کو والی بنایا گیا تو اس نے اپنے ایک غلام خاص سے کہا: آؤ ہم بھیس بدل کر نکلیں اور اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کریں کہ لوگوں کے نزدیک ہمارا کیا مقام ہے؟ دونوں نے بھیس بدلا اور نکل کھڑے ہوئے چنانچہ وہ چلتے چلتے ابولہب کے غلام مطلب کے پاس سے آ گزرے۔ دونوں نے کہا: اے فلاں! حجاج کے بارے تیری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: حجاج پر اللہ کی لعنت ہو (میرے سامنے اسکا نام نہ لو) ان دونوں نے کہا وہ کب اپنے محل سے نکلتا ہے؟ اس نے کہا: اس کے پہلوؤں سے اللہ تعالیٰ اس کی روح کو باہر نکال دے مجھے کیا معلوم کہ وہ کب نکلتا ہے؟ حجاج کو غصہ آ گیا اس سے کہنے لگا کیا تو مجھے پہچانتا ہے؟ اس نے کہا: نہیں، اس نے کہا: میں ہی حجاج بن یوسف ہوں۔

اسے اب جان کا خطرہ لاحق ہوا۔ فوراً کہا: کیا تو مجھے جانتا ہے؟ حجاج نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا: میں مطلب ابی لہب کا غلام ہوں۔ مشہور ہے کہ مجھے ہر ماہ تین دن مرگی کا دورہ پڑتا ہے ان میں سے آج پہلا دن ہے چنانچہ حجاج نے اسے چھوڑ دیا اور چلا گیا۔

ایک مالی کی ذہانت

177۔ابوالحسن بن ہلال صابی نے حکایت بیان کی ہے کہ ایک دن حجاج اپنے لشکر سے جدا ہو گیا وہ ایک ایسے مالی کے پاس سے گزرا جو اپنے باغ کو پانی دے رہا تھا۔ حجاج نے کہا: اپنے بادشاہ حجاج کے ساتھ تمہارا حال کیسا ہے؟ اس نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ اس پر لعنت فرمائے، وہ نیکی کو ختم کرنے والا اور بہت بڑا حاسد ہے۔

اللہ تعالیٰ اس سے اس کے اعمال کا انتقام لینے میں جلدی فرمائے۔

یہ سن کر حجاج کو غصہ آ گیا۔ وہ اس سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: کیا تو مجھے پہچانتا ہے؟ اس نے کہا: نہیں اس نے کہا: میں ہی حجاج ہوں۔ حجاج نے دیکھا کہ اس کا خون کھول رہا ہے۔ اس کے پاس جو ڈنڈا تھا اس نے اٹھا لیا اور حجاج سے کہنے لگا: کیا تو جانتا ہے کہ میں کون ہوں؟ حجاج نے کہا: ''نہیں'' اس مالی نے کہا: مجھے پاگل ابو ثور کے نام سے پہچانا جاتا ہے

اور آج میرے دورہ کا دن ہے۔ اس کے منہ سے جھاگ نکل رہی تھی، وہ انتہائی غصہ کی حالت میں چیخا اور اس نے دھمکی دی اس نے ارادہ کیا کہ وہ ڈنڈا حجاج کے سر پر دے مارے حجاج اس کی یہ حالت دیکھ کر ہنس پڑا اور واپس لوٹ گیا۔

178۔ ابن جوزی کا قول ہے کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ ایک دن حجاج اپنے لشکر سے علیحدہ ہو گیا۔ چنانچہ وہ ایک اعرابی سے ملا اور اس سے کہا: اے عرب کے چہرے!

حجاج کیسا شخص ہے؟ اس نے جواب دیا: ظلم کرنے والا اور غاصب ہے۔ حجاج نے کہا: پھر تم عبدالملک کے پاس اس کی شکایت کیوں نہیں کرتے؟ اس نے جواباً کہا۔ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت فرمائے۔ وہ اس سے بڑا ظالم و غاصب ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں سارے لشکر نے اسے گھیر میں لے لیا۔ حجاج نے حکم دیا: اس اجڈ دیہاتی کو سوار کر لو۔ چنانچہ انہوں نے اسے سوار کر لیا۔ دیہاتی نے اس کے بارے لشکریوں سے پوچھا کہ وہ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا یہی حجاج ہے۔ اس نے فوراً گھوڑے کو ایڑھ لگائی اور اس کے پیچھے قریب جا پہنچا اور کہنے لگا:

اے حجاج! اس نے کہا: تجھے کیا ہے؟ دیہاتی بولا: میں چاہتا ہوں وہ راز جو تیرے اور میرے درمیان پوشیدہ ہے اس پر کوئی مطلع نہ ہو۔ حجاج اس کی بات سن کر ہنس پڑا اور اسے آزاد کر دیا۔

179۔ ایک دفعہ ایک ریگستان کے اندر حجاج ایک اعرابی سے ملا اور اس سے اپنے بارے میں سوال کیا اور اپنے گورنروں اور نمائندوں کے بارے بھی پوچھا۔ اس نے تمام کے بارے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ تو اس (حجاج) نے کہا: ''میں حجاج ہوں'' اللہ تعالیٰ مجھے مارے اگر میں تجھے قتل نہ کر دوں۔ اس نے کہا: مہربانی کا برتاؤ کرنے کا حق کہاں چلا گیا؟ اس نے کہا: تیرے لئے بہتر ہے جو تو نے نجات حاصل کی اور اسے چھوڑ دیا۔

ابوحسین بن سماک کی فراست و ذہانت

180۔ راوی نے کہا: ابوالحسین بن سماک مدینہ کی مسجد میں وعظ و تقریر فرمایا کرتے تھے۔ الا ماشاء اللہ وہ علوم میں کچھ زیادہ ماہر نہ تھے۔

چنانچہ ایک مرتبہ کسی شخص نے ان کی جانب رقعہ لکھا: کیا فرماتے ہیں بڑے بڑے فقیہ اس آدمی کے بارے میں جوفوت ہو گیا اور اپنے پیچھے فلاں فلاں ورثاء چھوڑ گیا؟ اور اتنا مال چھوڑ گیا؟

سو آپ نے اسے کھولا، اس کے جملوں میں غور وفکر کیا اور فرمایا: میں ایسے لوگوں کے نظریات پر گفتگو کر رہا ہوں جوفوت ہوں تو اپنے پیچھے کوئی چیز چھوڑ ہی نہیں جاتے تو آپ کا یہ جواب سن کر تمام حاضرین آپ کے دل ودماغ کی تیزی سے حیران وششدر رہ گئے۔

181۔ حکایت بیان کی گئی ہے کہ مزید مدینہ کے کسی والی کے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ ایک دن وہ کافی دیر لگا کر اس کے پاس آیا۔ تو والی نے سوال کیا: کس کام نے تجھے میرے پاس حاضر ہونے سے لیٹ کر دیا ہے؟ مزید نے جواباً کہا: جناب والا! میری ایک پڑوسن تھی جس کو کافی عرصہ سے میں چاہتا تھا۔ چنانچہ آج رات میں اس کو پانے میں کامیاب ہو گیا اور اس پر قادر ہوا۔

والی یہ سن کر ازحد غصے ہوا اور کہنے لگا: قسم بخدا! تیرے اقرار واعتراف کے بدلے میں تجھے پکڑ کر سزا دوں گا پس جب مزید نے والی کو اس حال میں دیکھا کہ اس نے مکمل سنجیدگی اختیار کر لی ہے اور اسے سزا دینے میں واقعی سیریس ہو گیا ہے تو عرض کرنے لگا: جناب! میری مکمل بات تو سن لو پھر فیصلہ فرمانا۔ اس نے کہا: مکمل بات کیا ہے؟ اس نے کہا...... پس جب صبح ہوئی تو میں کسی ایسے آدمی کی تلاش میں نکلا جو مجھے میرے اس خواب کی تعبیر بتائے اور اس گھڑی تک میں اس پر قادر نہیں ہو سکا۔ والی نے کہا: کیا یہ سارا کچھ تو نے خواب میں دیکھا؟ اس نے کہا ہاں جناب! یہ سن کر والی کا سارا غصہ فرو ہو گیا۔

ابودلف کی فراست

182۔ تحقیق ہم نے ابوالفضل ربعی سے روایت کیا اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا۔ انہوں نے کہا ایک دن مامون نے غصے کی حالت میں ابودلف سے مخاطب ہو کر کہا:

''تو ہی وہ ہے جس کے بارے فلاں شاعر نے یہ اشعار نظم کئے ہیں:

انما الدنیا ابو دلف بین بادیۃ و محتضرہ فاذا ولی ابو دلف ولت الدنیا علی اثرہ

"دنیا صرف ابودلف ہے خواہ دیہاتوں کے اندر ہو یا شہروں کے اندر ہو پس جب ابو دلف منہ پھیر لے تو دنیا اس کے قدموں کے نشانوں پر چلی ہوئی منہ پھیر جاتی ہے"۔

اس نے جواب دیا: اے امیر المومنین! یہ بالکل جھوٹی گواہی ہے۔ ملامت والی بات ہے۔ اس سے سچی بات تو میرے بھانجے نے کی ہے جہاں اس نے کہا ہے:

"مجھے چھوڑ و تا کہ میں دولت و دنیا کی تلاش میں زمین کا چپہ چپہ چھان ماروں۔
پس نہ تو دنیا میں کوئی پیمانہ ہے اور نہ لوگ صحیح تقسیم کرنے والے ہیں"۔

سو یہ سن کر مامون کو ہنسی آ گئی اور اسکا غصہ ٹھنڈا پڑ گیا۔

بادشاہ سکندر کی فراست

183۔ سلطان سکندر کے زمانہ میں دو آدمیوں نے مل کر کسی بادشاہ پر حملہ کر کے قتل کر دیا۔ تو سکندر نے اعلان کیا: یقیناً وہ آدمی جس نے یہ بادشاہ قتل کیا ہے اس نے عظیم کام کیا ہے اور اگر وہ ہمارے سامنے آ جائے تو ہم اسے وہ بدلہ دیں جس کا وہ مستحق ہے اور اسے تمام لوگوں پر بلند کر دیں گے۔

جب یہ بات ان دونوں قاتلوں تک پہنچی تو وہ بادشاہ کے سامنے حاضر ہو گئے۔

سلطان سکندر نے کہا: میں دونوں کو وہی سزا دوں گا جس کے تم مستحق ہو۔ جیسا کہ قتل کا مستحق ہوتا ہے وہ شخص جس نے اپنے سردار کو قتل کیا ہو حالانکہ اس نے اس کی قدر کو بلند کیا ہے اور اس نے اس کے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔

اور تمہیں لوگوں پر بلند کرنے کا انداز کیا ہوگا؟ بے شک میں تم دونوں کو طویل ترین لکڑی پر جو میرے مکان میں ہوئی سولی پر چڑھاؤں گا۔

ایک مومن آدمی کی فراست

184۔ روایت کیا گیا ہے کہ قوم فرعون کے دو آدمی ایک ایمان دار شخص کو پکڑ کر فرعون کے پاس لے آئے۔ فرعون نے اس کو بھی اور ان دونوں کو اپنے دربار خاص میں حاضر کیا اور پہلے، لانے والے دونوں سے پوچھا: تمہارا رب کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: "تو ہی

ہے" پھر ایماندار سے سوال کیا: تیرا رب کون ہے؟ اس نے جواب دیا: جوان دونوں کا رب ہے وہ میرا رب ہے۔ (یعنی اس نے اس سے مراد اپنا حقیقی رب لیا کیونکہ وہی ان دونوں کا رب ہے جبکہ فرعون نے اپنا آپ مراد لیا کیونکہ اسی وقت وہ دونوں اس کے رب ہونے کی گواہی دے چکے تھے)

تو یہ سن کر فرعون نے کہا: تم دونوں میرے پاس ایسے آدمی کو اس لئے گرفتار کر کے لائے کہ میں اسے قتل کر دوں جو کہ میرے دین پر ہے۔ چنانچہ فرعون نے ان دونوں کو قتل کر دیا۔ علماء فرماتے ہیں: اسی طرف اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا جس میں فرمایا ہے:

فَوَقٰهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَ حَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ" ترجمہ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے مکر کی برائیوں سے محفوظ رکھا اور آل فرعون کو عذاب کی برائی نے گھیر لیا۔

185۔ اسحاق بن ہانی سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: ایک دن ہم حضرت ابوعبداللہ احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے گھر میں موجود تھے اور ہمارے ساتھ مروزی بھی تھا اور مہنی بن یحییٰ بھی۔ کسی کھٹکھٹانے والے نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا: مروزی یہاں ہے؟

لیکن مروزی اس بات کو ناپسند کرتا تھا کہ وہ اس کی جگہ کا پتہ معلوم کر سکے چنانچہ اس مہنی بن یحییٰ نے اپنی انگلی کو اپنی ہتھیلی میں رکھا اور کہا: مروزی یہاں (ہتھیلی کی اس جگہ پر) نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت امام احمد بن حنبل ہنس دیئے اور ان پر کوئی نکیر وارد نہ فرمائی۔ یعنی مہنی کو اس سے منع نہ فرمایا۔

186۔ مصعب زبیری سے روایت ہے۔ اس نے کہا: عریان نے (ننگا آدمی) ایک نشی جوان کو بلایا۔

تو اس نے کہا: تو کون ہے؟ اس نے شعر کے ساتھ جواب دیا:

"تو لوگوں کو دیکھتا ہے کہ وہ فوج در فوج اس کی آگ کی روشنی کی طرف آرہے ہیں
پس ان میں سے کچھ اس آگ کے اردگرد کھڑے ہیں اور کچھ بیٹھے ہیں"۔

اس نے ایک سپاہی سے کہا: اس کے بارے میں سوال کرو۔ یعنی لوگوں سے چھان بین کرو۔

اس نے اس کے بارے تحقیق کی اور کہا: وہ ایک سبزی فروش کا بیٹا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ایک دوسری روایت میں زیادتی ہے:

"تو لوگوں کو گروہ در گروہ اس کی آگ کی طرف آتا ہوا دیکھتا ہے ان میں سے بعض اس کے آس پاس کھڑے اور بعض بیٹھے ہیں"۔

پس اس نے اس کو بڑی قدر والا گمان کیا اور اس کو چھوڑ دیا جبکہ وہ ایک سبزی فروش کا بیٹا تھا۔

حارث بن مسکین کی فراست

187۔ حارث بن مسکین دور ابتلاء میں آئے۔ جبکہ ابن داؤد لوگوں سے خلق قرآن کے مسئلہ پر آزمائش کر رہا تھا۔

چنانچہ اس نے حارث سے کہا: "تو گواہی دے کہ قرآن مخلوق ہے" حارث نے جواباً کہا:

"میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک یہ چاروں مخلوق ہیں اور ساتھ ہی چار انگلیوں کو پھیلا دیا اور کہا: (1) تورات (2) انجیل (3) زبور (4) فرقان (فرق کرنے والی کتاب)

پس آپ نے تعریض (اشارہ کرنے) اور کنایہ (مجمل الفاظ) سے کام لیا یعنی آپ نے چاروں کے مخلوق ہونے سے چار انگلیاں مراد لیں اور اس نے چاروں کتابیں سمجھیں اور قتل ہونے سے بچ گئے۔

188۔ مبرد نحوی کے احباب جب جمع ہوتے تو اجازت طلب کرتے، ایک خادم باہر آتا اور کہتا: اگر تمہارے اندر ابو العباس زجاج ہے تو ٹھیک ورنہ واپس چلے جاؤ۔

چنانچہ ایک مرتبہ وہ سب حاضر ہوئے اور زجاج ان میں موجود نہ تھا تو خادم نے ان سے وہی پہلی بات کی سب واپس لوٹ گئے لیکن ان میں سے ایک آدمی کھڑا رہا۔ تو عثمان نے خادم سے کہا: ابو العباس سے جا کر کہو: ساری کی ساری قوم واپس چلی گئی ہے۔ مگر عثمان کھڑا ہے فانہ لا ینصرف (اس کے دو معنی ہیں (1) کیونکہ وہ منصرف نہیں (2) کیونکہ وہ لوٹنے والا نہیں ہے)

چنانچہ خادم اس کی طرف پلٹ کے آیا اور اسے خبردار کرتے ہوئے کہنے لگا:

بے شک عثمان جب نکرہ (اکیلا) ہو تو منصرف (لوٹ جانیوالا) ہوتا ہے۔

چنانچہ ہم تجھے معرفہ (پہچانا ہوا) نہیں بنا سکتے لہٰذا سیدھی راہ چلتا ہوا منصرف (لوٹنے والا) ہو جا۔

ایک طالب علم کی فراست

189۔ شعبی کی محفل میں ایک دن ایک جوان آدمی نے کلام کیا تو شعبی نے کہا: ہم نے تو ایسا کلام آج تک نہیں سنا، یہ سن کر جوان بولا: کیا آپ نے سارے علوم کا سماع کر رکھا ہے؟ آپ نے کہا نہیں۔ اس نے کہا: اس کے ایک حصے کا۔ آپ نے فرمایا: نہیں۔ اس نے کہا: پس اس میرے کلام کو اس حصہ سے سمجھ لو جس کا آپ نے سماع نہیں کیا۔ پس امام شعبی خاموش ہو گئے۔

ہارون اعور کی ذہانت

190۔ عبداللہ بن عباس بن الشعث نے کہا کہ میں نے اپنے باپ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہارون اعور (بھینگا) پہلے یہودی تھا پھر مسلمان ہوا اور اس نے اپنے اسلام میں حسن پیدا کیا۔

اس نے قرآن حفظ کیا اور اسے بھولنے سے بچائے رکھا صرف ونحو کو خوب یاد کیا۔

چنانچہ ایک دن کوئی آدمی کسی مسئلہ کے بارے آپ سے مناظرہ کرنے لگا تو آپ اس پر غالب آ گئے۔ اور اس مغلوب آدمی کو کچھ معلوم نہ ہوا کہ وہ اب کیا کرے؟

پس وہ آپ سے کہنے لگا: آپ تو یہودی تھے پھر اسلام لائے۔

تو ہارون نے اس آدمی سے کہا: تو نے کتنی بری بات کہی ہے تو اسطرح پھر بھی غالب ہی رہے۔ اللہ توفیق دینے والا ہے۔

ابراہیم بن طہمان کی فراست

191۔ مالک بن سلیمان نے کہا ہے کہ ابراہیم بن طہمان کے لئے بیت المال سے وظیفہ مقرر تھا۔ خلیفہ کی مجلس میں ایک مسئلہ کے بارے ان سے سوال کیا گیا تو آپ نے جواب

میں ''لا أدری'' (میں نہیں جانتا) کہا۔

لوگوں نے آپ سے کہنا شروع کر دیا۔ تم ہر ماہ بیت المال سے اتنا اتنا وظیفہ لیتے ہو اور اچھی طرح مسئلہ نہیں بتا سکتے۔ آپ نے فرمایا تو میں اسی پر وظیفہ لیتا ہوں جو میں اچھی کرتا ہوں۔ اور اگر میں اس پر بھی وظیفہ لیتا جو میں اچھا نہیں کرتا ہوں تو بیت المال کب کا ختم ہو چکا ہوتا۔ جو میں اچھا نہیں کرتا وہ اسے فنا نہیں ہونے دیتا۔

خلیفہ آپ کا جواب سن کر بہت متعجب ہوا اور آپ کے لئے فخریہ انعام کا حکم دیا اور آپ کے وظیفہ میں بھی اضافہ کر دیا۔

192۔ ابوالعباس مبرد نے کہا ہے کہ ایک آدمی کسی قوم میں جا کر مہمان بنا چنانچہ انہوں نے اس بن بلائے مہمان کو پسند نہ کیا، پس اس گھر کے مالک آدمی نے اپنی بیوی سے کہا: ہمارے پاس کیا طریقہ ہے جس کے ذریعے ہم معلوم کر سکیں یہ ہمارے پاس کتنا عرصہ ٹھہرے گا۔ تو بیوی نے جواب دیا۔ ہم آپس میں جھگڑتے ہیں پھر اسکا فیصلہ اسی سے کروائیں گے۔ پس ان دونوں میاں بیوی نے ایسا ہی کیا۔ اور عورت نے مہمان سے مخاطب ہو کر کہا: اس ذات کا واسطہ جو کل صبح تیرے چلے جانے میں برکت دے ہم میں سے کون ظالم ہے؟ اس نے کہا: اس ذات کی قسم جو ایک ماہ تمہارے پاس میرے ٹھہرنے میں برکت دے۔ مجھے اسکا کوئی علم نہیں۔

193۔ ابوخلف نے کہا ہے: میرے ایک ساتھی نے مجھے بیان کیا اور کہا: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ایک دن ہارون الرشید سیر کرنے کے لئے نکلا اور اپنے لشکر سے جدا ہو گیا۔ فضل بن ربیع اس کے پیچھے تھا۔ اچانک ان کی نگاہ ایک ایسے بوڑھے آدمی پر پڑی جو اپنے گدھے پر سوار تھا اور اس کے ہاتھ میں لگام تھی۔

چنانچہ ہارون الرشید نے اس کی طرف نگاہ کی تو محسوس کیا کہ وہ تو رطب العینین (جسکی دونوں آنکھیں تر ہوں) ہے پس رشید نے فضل ابن ربیع کی طرف آنکھ کا اشارہ کیا۔

فضل نے اس سے مخاطب ہو کر کہا: کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے جواب دیا: ''اپنے گھر کا''، فضل نے کہا: کیا خیال ہے میں تجھے ایک ایسی چیز نہ بتاؤں جس کو اپنی آنکھوں میں

دوائی کے طور پر لگائے تو تیری آنکھوں کی یہ تمنا کی ختم ہو جائے؟ بوڑھے نے کہا: مجھے اس کی زیادہ ضرورت نہیں پھر بھی فضل نے اس سے کہہ دیا: ہوا کی لکڑیاں، پانی کا غبار، کماۃ کے پتے لے لے اور ان کو اخروٹ کے چھلکے میں رکھ۔ پھر ان کا سرمہ بنا کر اپنی آنکھوں میں لگا۔ اس سے جو درد تکلیف تو محسوس کرتا ہے ختم ہو جائے گی۔ راوی کہتا ہے: فضل کی یہ ساری گفتگو سن کر اس بوڑھے آدمی نے اپنے گدھے کی سیٹ پر ٹیک لگائی اور خوب زور سے ہوا نکالی اور پھر زبان سے کہا: یہ نسخہ تجویز کرنے کی اجرت وصول کر لو۔ اگر اس دوائی نے ہمیں کچھ فائدہ دیا تو ہم تیری اجرت میں اور اضافہ کر دیں گے۔ راوی کہتا ہے: یہ سن کر ہارون الرشید کو ہنسی نے یوں آلیا کہ قریب تھا وہ سواری کی پیٹھ سے گر جاتے۔

194۔ جاحظ نے کہا ہے: ایک دفعہ خلیفہ مہدی نے قاضی شریک سے کہا: جبکہ عیسیٰ بن موسیٰ پاس موجود تھا۔ اگر آپ کے پاس عیسیٰ گواہ بن کر آئے تو آپ ان کی گواہی قبول کر لو گے یہ کہنے سے اس کا ارادہ یہ تھا کہ ان دونوں کے درمیان ٹکراؤ (مخالفت) پیدا کر دے۔ تو فوراً قاضی شریک نے کہا: جس بندے (یعنی مجھ سے) سے آپ نے پوچھا ہے۔ وہ بھی امیر المومنین کو (آپ کو) چھوڑ کر عیسیٰ سے نہیں پوچھے گا۔ چنانچہ اگر آپ نے اس کا تزکیہ (پاک صاف ہونا) بیان کر دیا۔ تو میں اس کی گواہی قبول کر لوں گا۔ قاضی نے الٹی بات خلیفہ پر لوٹا دی۔

195۔ ابو بکر بن محمد کا قول ہے کہ میرا ایک بھائی بہت عمدہ شعر کہہ لیا کرتا تھا۔ شاعروں میں سے ایک آدمی نے اس سے کہا جبکہ وہ اس کے شعروں سے حسد کیا کرتا تھا۔

میں اس بات کو نہیں سمجھا کہ ایک عجمی آدمی کے شعر (عربی زبان میں) کہنے کا کیا معنی ہے۔ شاعر صاحب نے اس سے کہا شعر کہنے والا عجمی ایسا آدمی ہے جس کی ماں کے قریب عربی گیا ہو۔ اس نے جواب دیا پھر اس طرح تیرے قول پر قیاس کرنے سے لازم آتا ہے کہ جو عرب ہو کر شعر نہ کہے پھر اس کی ماں کے عجمی قریب گیا ہوتا ہے۔

197۔ ایک آدمی دوسرے آدمی پر ناراض ہوا۔ مغضوب علیہ (جس پر ناراض ہو) نے کہا: تجھے کس چیز نے غصہ دلایا ہے؟ اس نے کہا: ایک بری بات نے جو بڑے ثقہ آدمی نے

تیرے بارے میں بتائی ہے۔اس نے جواب دیا: اگر وہ اتنا ہی ثقہ ہوتا تو چغلی نہ کھاتا۔اس کے غیر ثقہ ہونے کیلئے اسکا چغل خور ہونا ہی کافی ہے۔

198۔ابوالحسن بن مامون کہتے ہیں ایک دفعہ مامون الرشید نے قاضی یحییٰ بن اکثم سے کہا: یہ بات کس نے کہی ہے؟ جبکہ وہ اعتراض کر رہا تھا:

"قاضی زنا میں تو حد دیکھ کر قائم کر دیتا ہے۔اور اس شخص پر کوئی حد دیکھ کر قائم نہیں کرتا جو لوطی والا عمل کرتا ہے"۔

قاضی یحییٰ نے کہا: کیا واقعی امیر المومنین اس شخص کو نہیں پہچانتے جس نے یہ بات کہی ہے؟ خلیفہ نے کہا: ہاں بالکل نہیں۔قاضی نے کہا: یہ کہتا ہے کہ وہ گالیاں دینے والا احمد بن ابی نعیم ہے جو یہ بھی کہتا ہے:

"ہمارے حاکم رشوت لیتے ہیں، اور ہمارے قاضی لوطی والا عمل کرتے ہیں اور ہمارے سردار کس قدر برے سردار ہیں"۔

"میں کبھی یہ گمان نہیں کرسکتا کہ ظلم ختم ہو جائے گا"

راوی نے کہا ہے کہ قاضی نے خلیفہ کا منہ بند کر دیا اور وہ شرمسار ہو کر خاموش ہو گیا۔ اور راوی نے مزید کہا ہے کہ چاہیے کہ احمد بن ابی نعیم کو سندھ کی طرف جلاوطن کر دیا جائے۔

ایک مسلمان مناظر کی فراست

189۔ابن جوزی نے کہا ہے: ہم سے ابراہیم بن محمد بن شہاب عطار نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ یعقوب شحام نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ مجھ سے ابوالہذیل نے کہا: کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ ایک یہودی عالم بصرہ میں آیا۔اس نے اپنے عقلی دلائل کے بل بوتے پر اکثر فلسفیوں کو خاموش کر دیا ہے اور ان پر غالب آ گیا ہے۔

چنانچہ میں نے اپنے چچا سے عرض کیا: تم اس یہودی سے کلام کرنے کیلئے تشریف لے چلو انہوں نے فرمایا: اے میرے بیٹے! یہ ایسا شخص ہے جو بصرہ کے فلسفیوں کی پوری جماعت پر غالب آ گیا ہے لیکن میں نے باصرار عرض کیا: اب اس کے بغیر چارہ کار نہیں ہے کہ آپ اس سے گفتگو کریں۔چنانچہ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور ہم دونوں یہودی کے

پاس جا پہنچے۔

پس میں نے اس یہودی کو اس حال میں دیکھا کہ وہ اپنے ساتھ کلام کرنے والے لوگوں سے موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا اقرار کرا رہا تھا۔ پھر وہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کر رہا تھا۔ چنانچہ وہ کہہ رہا تھا ہم جس بات پر متفق ہیں وہ موسیٰ علیہ السلام کی نبوت ہے یہاں تک کہ ہم ان کے علاوہ کسی پر متفق ہوں اور اس کا اقرار و اعتراف کر لیں۔

پس میں اس کے پاس گیا اور اس سے کہا: کیا میں تجھ سے سوال کروں یا تو مجھ سے سوال کرے گا؟ اس نے جواب دیا: اے بیٹے! کیا تو نے نہیں دیکھا کہ میں نے تیرے مشائخ کے ساتھ کیا کیا ہے؟ میں نے کہا: تو اس بات کو چھوڑ۔

اس نے کہا: پھر ٹھیک ہے میں تجھ سے سوال کروں گا۔ ہاں مجھے بتاؤ۔ کیا موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبیوں میں سے ایک نبی نہ تھا۔ ان کی نبوت صحیح تھی، انکا معجزہ ثابت ہے۔ تم اس کا اقرار کرتے ہو یا انکار، اگر انکار کرتے ہو تو اپنے ساتھی کی مخالفت کر دو؟

میں نے اس سے کہا۔ بے شک موسیٰ علیہ السلام کے متعلق تو نے مجھ سے جو سوال کیا ہے میرے نزدیک اس کی دو صورتیں ہیں، ان میں سے ایک یہ کہ یقیناً میں اس موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا اقراری ہوں جس نے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی نبوت کے صحیح ہونے کی خبر دی، ہمیں ان کی پیروی کرنے کا حکم دیا اور ان کی نبوت کی بشارت دی۔ پس اگر تو نے ان کے بارے مجھ سے سوال کیا ہے تو میں ان کی نبوت کو مانتا ہوں۔ اور اگر تو نے ایسے موسیٰ کے بارے مجھ سے سوال کیا ہے جو ہمارے نبی ﷺ کی نبوت کو ماننے والا نہ تھا۔ نہ ہی اس نے ان کی اتباع کا حکم دیا نہ ہی ان کی بشارت دی تو ایسے موسیٰ کو نہ میں پہچانتا ہوں اور نہ ہی اس کی نبوت کو مانتا ہوں وہ میرے نزدیک رسوا شیطان ہے چنانچہ وہ میری بات سن کر حیران و پریشان ہو گیا۔

پس اس نے مجھ سے دوسرا سوال یہ کیا کہ تو تورات کے بارے کیا کہتا ہے؟

میں نے جواب دیا: تورات کے معاملے میں بھی میرے نزدیک دو انداز ہیں:

اگر وہ تورات مراد ہو جو اس موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی جو ہمارے نبی حضرت محمد

ﷺ کی نبوت کو ماننے والے تھے تو وہ تورات حق ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور اگر وہ مراد ہے جس کا تو دعویدار ہے تو باطل ہے میں اس کی قطعاً تصدیق کرنے والا نہیں ہوں۔

چنانچہ اس نے کہا: کہ مجھے ضرورت ہے کہ میں تجھ سے کوئی ایسی بات کروں جو تیرے اور میرے درمیان پوشیدہ رہے۔ میں نے گمان کیا کہ وہ کوئی خیر کی بات کہے گا تو میں اس کے قریب ہوا۔ اس نے مجھ سے سرگوشی کرتے ہوئے کہا: تیری ماں ایسی ایسی ہے۔ اور وہ ماں جس نے تجھے علم سکھایا اسکی کنیت نہیں رکھی جاتی اس نے خیال کیا کہ یہ گالی سن کر مجھ پر حملہ کر دے گا اور کہے گا کہ انہوں نے مجھ پر حملہ کیا ہے چنانچہ

میں ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوا جو مجلس میں موجود تھے چنانچہ میں نے کہا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ تمہیں عزت دے کیا میں نے اس کی باتوں کا جواب نہیں دیا؟ لوگوں نے جواب دیا: ہاں دیا ہے۔ میں نے کہا: کیا اب اس پر لازم نہیں تھا کہ میری باتوں کا جواب دیتا؟ لوگوں نے کہا ہاں یہی لازم تھا۔ میں نے کہا: یقیناً جب اس نے مجھ سے سرگوشی کی ہے تو مجھے گالیاں دی ہیں اور گالیاں بھی ایسی کہ جن کی وجہ سے اس پر حد لازم ہوتی ہے۔ اور مجھے میرے سکھانے والے کو بھی گالیاں دی ہیں۔ اور اس کا گمان تھا کہ میں اس پر حملہ کر دوں گا۔ اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ہم سب نے اس پر زیادتی کی ہے۔ اور یقیناً اس کی حقیقت حال میں نے تمہارے اوپر واضح کر دی ہے۔ یہ بات سن کر وہ جوتوں کو ہاتھ میں لئے وہاں سے بھاگ گیا اور بصرہ سے نکل گیا اس کا کئی لوگوں کے ذمہ قرض تھا وہ بھی اس نے چھوڑ دیا اور بھاگ گیا جب اسے اپنی اصلیت کا ظاہر ہونے کا علم ہوا۔

199۔ اور راوی کہتا ہے کہ جب جماز متوکل کے پاس داخل ہوا تو متوکل نے اس سے کہا: میں تجھ سے استبراء چاہتا ہوں (اب استبراء کے دو معانی ہیں ایک گناہ یا قرض سے پاک ہونا اور دوسرا عورت کا اپنی رحم کو پاک کر لینا۔ جماز نے دوسرا معنی مراد لیتے ہوئے جواب دیا)

جماز نے جواب دیا: وہ ایک حیض سے ہو جائے گا یا دو حیض گزارنے پڑیں گے۔ یہ سن کر پوری جماعت ہنس پڑی۔

چنانچہ فتح نے اس سے کہا: میں نے امیر المومنین سے تیرے بارے گفتگو کی ہے یہاں

تک کہ انہوں نے تجھے جزیرۃ القرود (وہ جگہ جہاں بندر ہی بندر رہتے ہوں) کا والی بنادیا ہے۔اسکو جماز نے کہا: کیا تو اطاعت کرنے والا نہیں اللہ تعالیٰ تیری اصلاح کرے۔

چنانچہ وہ فتح پر غالب آگیا اور اسے خاموش کرادیا۔پس متوکل نے اسے دس لاکھ درہم عطیہ دینے کا حکم دیا۔جب اس نے وہ لئے وہ گر پڑا اور خوشی سے مر گیا۔

یعنی یہ انعام ملنے کی اسے اتنی خوشی ہوئی کہ وہ اپنے دل کو قابو میں نہ رکھ سکا فوت ہو گیا۔

200۔عتبیؒ کہتے ہیں کہ ولید بن یزید ہشام بن عبدالملک کے پاس آیا دراں حالیکہ ولید کے سر پر منقش عمامہ بندھا ہوا تھا۔ہشام نے اس سے کہا: تو نے عمامہ کتنے میں لیا ہے؟ اس نے جواب دیا ایک ہزار درہم کے بدلے۔ہشام نے کہا: ہزار درہم کے بدلے عمامہ مہنگا ہے؟ ولید نے کہا: اے امیر المومنین! یہ عمامہ جتنا بھی مہنگا ہے پھر بھی میری عزت و اکرام کا باعث تو ہے لیکن آپ نے جو دس ہزار درہم میں لونڈی خریدی ہے۔آپ کی عزت میں کمی کا باعث ہے۔

201۔یموت بن مزرع سے روایت ہے: انہوں نے کہا ہے کہ ایک دفعہ رات کے وقت میرا باپ اور جماز اکٹھے چل رہے تھے جبکہ میں ان کے پیچھے تھا،ہم ایک ایسے امام کے پاس سے گزرے جو اس انتظار میں تھا کہ وہ کسی گزرنے والے کے ساتھ مل کر نماز ادا کرے چنانچہ جب اس نے ہمیں دیکھا تو جلدی جلدی نماز کے لئے اقامت کہہ دی جماز نے آگے ہو کر اس سے (مذاقاً) کہا: اے امام صاحب! تم ایسا مت کرو۔کیونکہ حضور ﷺ نے تلقی الجلب (کہ شور و شغب میں ملاقات کی جائے) سے منع فرمایا ہے۔

اور ابن اعرابی سے روایت ہے۔انہوں نے اصمعی سے روایت کیا ہے۔اس نے کہا: ایک دفعہ میں کوفہ کی ایک گلی سے گزرا،اچانک میری نظر ایک ایسے آدمی پر پڑی جو جیل سے اس حال میں نکلا کہ اس کے کندے پر گھڑا تھا۔اور گاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"میں اپنے نفس کی عزت و تکریم کرنے والا ہوں کیونکہ اگر میں اس کی بے عزتی کروں تو تیرے حق کی قسم تو میرے بعد کسی شخص کی عزت نہ کرے"۔

چنانچہ میں نے اس سے کہا: کیا تو اس طریقے سے (یعنی کندھے پر گھڑا اٹھا کر) اپنے

نفس کی عزت کر رہا ہے؟ تو اس نے جواب دیا: ''ہاں'' اور میں تیرے جیسے گھٹیا لوگوں سے بے نیاز ہوں کہ جب اس سے سوال کروں تو کہتا ہے: ''اللہ تیرا بھلا کرے''

میں نے کہا مجھے محسوس ہوتا ہے کہ اس نے مجھے پہچان لیا ہے میں جلدی جلدی چل پڑا اس نے بلند آواز میں کہا اے اصمعی! پس میں اس کی طرف متوجہ ہوا۔ تو اس نے کہا:

''پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے پتھر منتقل کرنا مجھے لوگوں کے احسانات اٹھانے سے زیادہ پسند ہے۔

لوگ کہتے ہیں ہاتھ سے کمانے میں شرمساری ہے حالانکہ ساری شرمساری تو سوال کرنے کی ذلت میں ہے''

202۔طراد بن محمد نے کہا ہے کہ بے شک ایک یہودی نے ایک مسلمان سے مناظرہ کیا، میرا گمان ہے کہ اس نے کہا: حضرت علی کی مجلس میں مناظرہ ہوا۔ چنانچہ یہودی نے کہا: میں اس قوم کے بارے کیا کہوں اللہ تعالیٰ نے جن کا نام مدبرین (پیٹھ پھیرنے والے یا بد بخت) رکھا ہے۔

اس کی مراد حنین کے دن نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے؟

تو مسلمان نے جواب دیا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے ان سے پیٹھ پھیر لی اس نے فوراً مسلمان سے کہا: وہ کیسے؟ مسلمان نے کہا: کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَّلّٰی مُدْبِرًا وَّ لَمْ یُعَقِّبْ: اور اس نے پیٹھ پھیر لی اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا اور مومنین کے بارے اللہ تعالیٰ نے ولم یعقبوا (وہ وہ پیچھے نہ مڑے) نہیں فرمایا۔ یہودی یہ سن کر خاموش ہو گیا۔

203۔نصر بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ ایک اعرابی سے سوال کیا تجھے کبھی بدہضمی ہوئی ہے؟ اس نے بڑے غصے میں جواب دیا: لیکن تیرے طعام (کھانے) یا تیرے باپ کے کھانے سے تو کبھی نہیں ہوئی۔

چنانچہ کہا جاتا ہے کہ نصر پر اس جواب کی وجہ سے کئی دن تک بخار کی حالت طاری رہی۔

204۔ایک نیک آدمی نے عبدالملک بن عمیر سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا۔ وہ کہتے ہیں زیاد نے خارجیوں کا ایک آدمی پکڑ لیا۔ چنانچہ وہ اس سے بھاگ گیا تو اس کے خالو کو

گرفتار کرلیا۔ اوراس سے کہا: اگر تم اپنے بھائی کو لے آؤ تو ٹھیک ورنہ میں تیری گردن اڑا دوں گا۔ اس نے کہا: تیری کیا رائے ہے اگر میں امیر المومنین سے رقعہ لے آؤں تو تو مجھے چھوڑ دے گا۔ اس نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا: پس میں عزیز ورحیم رب کی طرف سے کتاب (رقعہ) لاتا ہوں۔ اوراس پر دو گواہ ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام بھی پیش کروں گا۔

اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ﴿٣٦﴾ وَ اِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰۤى ﴿٣٧﴾ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى

''کیا وہ آگاہ نہیں ہوا جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے اور ابراہیم کے صحیفوں میں ہے جو پوری طرح احکام بجالائے کہ کوئی شخص دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا''۔

زیاد نے کہا: اسے رہا کر دو یہ ایسا آدمی ہے جس نے اپنی دلیل خوب وضاحت سے سمجھادی ہے۔

205۔ یموت بن مزرع کہتے ہیں کہ جاحظ نے ہم نے کہا کہ ایک مرد اور ایک عورت کے علاوہ مجھ پر کبھی کوئی غالب نہیں آیا۔

چنانچہ مرد اس طرح کہ میں ایک راستہ سے گزر رہا تھا۔ اچانک میری نظر ایک ایسے آدمی پر پڑی جو پستہ قد، بڑے پیٹ والا، بڑے سر والا، لمبی داڑھی والا اور تہہ مند باندھے ہوئے تھا جبکہ اس کے ہاتھ کنگھا تھا جس کو اپنے بدن پر پھرتا تھا اور کنگھی بھی کرتا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا: آدمی چھوٹے قد اور بڑے پیٹ والا ہے......

پس میں نے اسے حقیر سمجھا اور کہا: اے شیخ! میں نے تیرے بارے میں شعر کہا ہے۔

پس اس نے کنگھا اپنے ہاتھ سے چھوڑ دیا اور کہا: سناؤ۔ میں کہنے لگا:

گویا کہ تو گھاس کی جڑ میں مولہ ہے۔ اور گھاس کو چھڑکاؤ کے بعد بیماری نے آلیا ہے۔

چنانچہ اس نے مجھ سے کہا: جو کچھ تو نے کہا ہے اب اس کا جواب بھی سن لے۔ میں نے کہا: لاؤ جواب اس نے کہا:

''گویا کہ تو مینڈھے کی دم میں حرکت والی چیز ہے۔ جس کو ایسے (ہاتھ سے اشارہ دیا) ہلایا جا رہا ہے جبکہ مینڈھا چل رہا ہے۔

اور عورت نے اس طرح کہ میں ایک راستے سے چلا جا رہا تھا کہ اچانک میں نے دو عورتوں کو دیکھا۔ جبکہ میں گدھی پر سوار تھا اور وہ گوز کر رہی تھی تو ان عورتوں میں سے ایک نے دوسری سے کہا۔ اری! شیخ کی گدھی گوز مار رہی ہے۔ مجھے اسکی بات کڑوی لگی۔

پھر میں نے اسے کہا: بے شک مجھے جس مونث نے بھی کبھی اٹھایا ہے وہ یوں ہی گوز مارتی ہے۔

پس اس نے اپنا ہاتھ دوسری کے کندھے پر مارا اور کہا: اس کی ماں اس کی وجہ سے نو ماہ بڑی سخت تکلیف میں رہی ہوگی جب اس کو اپنے پیٹ میں لئے ہوئے تھی۔

206۔ کسی بادشاہ نے اپنے لشکر میں ایک بھینگا آدمی ملاحظہ کیا تو اسے قید کر دیا چنانچہ جب اس نے کسی مقام پر پڑاؤ ڈالا تو اسے خلوت میں بلایا اور کہا: میں نے تجھ سے بری فال لی ہے۔ اس نے کہا: تو مجھ سے بڑا منحوس ہے۔ کیونکہ تو اپنے گھر سے نکلا اور میرے ساتھ تیری ملاقات ہوئی تو تو نے نری بھلائی ہی دیکھی ہے۔

اور میں اپنے گھر سے نکلا تو تیرے ساتھ میری ملاقات ہوئی تو تو نے مجھے قید کر دیا بادشاہ یہ سن کر اس قدر متاثر ہوا کہ اس کے بعد اس نے فال نہیں پکڑی۔

اندھے آدمی کی فراست

207۔ راوی نے کہا ہے کہ ابو عمر ضریر اپنے ساتھیوں میں سے کسی ایک کی عیادت کے لئے گیا تو ایک لونڈی اسکا ہاتھ پکڑ کر اوپر لے گئی۔

چنانچہ جب اس نے واپس لوٹنے کا ارادہ کیا تو وہی لونڈی آئی اور اس نے ضریر کا ہاتھ پکڑا تو ضریر نے کہا: مجھے واپس اپنے آقا کے پاس لے چلو پس وہ واپس اپنے مالک کے پاس لے آئی۔ ضریر نے کہا: جب میں اوپر آیا تو تیری لونڈی نے میرا ہاتھ پکڑا اس حال میں کہ وہ باکرہ (کنواری) تھی۔ پھر اس گھڑی اس نے میرا ہاتھ پکڑا دراں حالیکہ وہ ثیبہ (جس سے ہم بستری ہوئی ہو) ہے پس اس آدمی نے اس راز کے بارے پوچھ گچھ کی تو اسے بتایا گیا کہ اس کے بیٹے نے اس سے ہم بستری کی ہے۔

208۔ مصعب بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک دفعہ

چالاک آدمی کسی امام کا مقتدی بن گیا۔ چنانچہ امام صاحب نے قرأت کرنا شروع کی تو وہ رکنے لگے انہیں معلوم نہ ہوا کہ وہ کیا پڑھیں پس انہوں نے پڑھنا شروع کر دیا: "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ" اور اس کو ہی کئی بار دہرایا۔ پیچھے سے وہ چالاک آدمی بول پڑا اور کہا کہ شیطان کا کوئی قصور نہیں۔ بس صرف جناب کو اچھی طرح قرأت کرنا نہیں آتا۔

209۔ محمد بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ معن نے اپنے بھائی کو بلایا چنانچہ اس نے اپنے بھائی کو دستر خوان کے ایک طرف بٹھایا اور اس نے کوئی چیز نہ کھلائی پس اس کی بھوک زیادہ بڑھ گئی اور اس پر جنون (پاگل پن) کی طرح طاری ہوگئی۔

گھر کے مالک نے لکڑی پکڑ لی اور اس سے کہا: تو مجھ سے کونسی آواز سننے کی خواہش رکھتا ہے؟ اس نے یہ سن کر جواب دیا: بس ایک ہی آواز" بھونے ہوئے گوشت کی"

210۔ ابوالحسن علی بن ہشام بن عبیداللہ کعب جسکا باپ ابی قیراط مشہور تھا، نے کہا ہے کہ میں نے حامد بن عباس کو یہ کہتے ہوئے سنا: بسا اوقات آدمی اپنی مصیبت میں ایک چھوٹے شخص سے زیادہ فائدہ حاصل کرسکتا ہے بنسبت بڑے آدمی کے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ اسماعیل بن بلبل نے جب مجھے قید کیا تو مجھے ایک دربان کے حوالے کیا جو اس کی خدمت کیا کرتا تھا۔ چنانچہ وہ شریف آدمی تھا۔ میں اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا اور اس کی عزت و تکریم کی، خاص لوگوں کی محفلوں میں جانا اس دربان کا معمول تھا۔ اس کی سابقہ خدمات کی وجہ سے کوئی اسے اپنی محفل میں داخل ہونے سے روکتا نہیں تھا۔

پس ایک رات وہ میرے پاس آیا اور کہا: تحقیق وزیر نے ابن فرات کے نام حکم نامہ تحریر کیا ہے اور کہا کہ ہے تیرے علاوہ کسی اور آدمی نے حامد پر اتنا مال خرچ نہیں کیا تو اب ضروری ہے کہ اسکے باقی اثاثوں سے اس کا مطالبہ کرو اور اسکو پورا کرلو۔

کل تجھے وزیر اپنے دربار میں بلا کر دھمکی دے گا۔ یہ سن کر میرے دل میں پریشانی لاحق ہوگئی۔ میں نے اس سے کہا: کیا تیرے پاس اس سے چھٹکارے کی کوئی تدبیر ہے؟

اس نے کہا: تم ایسا کرو کہ جن لوگوں کے ساتھ تمہارا لین دین ہے، ان میں سے جسکی

کنجوسی تمہارے نزدیک معروف ہے، اسے رقعہ لکھواور اس سے درخواست کرو کہ وہ تمہیں اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے کیلئے ایک ہزار درہم بطور قرض دے دے اور اس سے پرزور مطالبہ کرو کہ وہ اسکا جواب اسی رقعہ کے آخر میں لکھ دے تاکہ وہ سوال و جواب تیری طرف واپس آجائے اور تو اپنے ساتھ وزیر کے پاس لے جاسکے وہ اس وجہ سے کہ اپنی کنجوسی کی وجہ سے وہ معذرت لکھ بھیجے گا۔ تم وہ رقعہ محفوظ کر لینا جب وزیر آپ سے مال کا مطالبہ کرے تو وہ رقعہ نکال کر اس کے سامنے رکھ دینا۔ اور اس سے کہنا: میں نے اپنا مکمل حال اس رقعہ کے سپرد کر دیا ہے۔

شاید یہ تمہیں فائدہ دے۔ مجھے اس کی بات پسند آئی میں نے جلدی جلدی وہی کچھ کیا جو اس نے کہا تھا اور ہمارے گمان کے عین مطابق میرے پاس اسکا واپسی جواب آ گیا۔ جب دوسرا دن آیا تو اس دربان کے کہنے کے مطابق وزیر نے اپنے محل سے نکل کر دربار لگایا تو فوراً مجھے طلب کیا۔ میں نے حاضر ہوتے ہی وہ رقعہ نکال کر پیش کر دیا چنانچہ اس نے رقعہ کو پڑھا تو اسے حیا آ گئی کہ مجھ سے کسی چیز کا مطالبہ کرے۔ اور یہی چیز میرے معاملہ میں تخفیف کا باعث بنی اور اس سے میری مصیبت ٹل گئی۔

211۔ عیسیٰ بن محمد طوماری کہتے ہیں کہ میں نے ابو عمر محمد بن یوسف قاضی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میرے والد بیمار ہو گئے اور کئی ماہ تک بیمار رہے۔ ایک رات وہ بیدار ہوئے اور انہوں نے مجھے اور میرے تمام بھائیوں کو بلایا اور ہم سب سے کہا:

میں نے خواب میں دیکھا ہے گویا کہ ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ "کُلْ لَا وَاشْرَبْ لَا"، "فَإِنَّكَ تَبْرَأُ" نہ کھاؤ، نہ پیو تو تم بری ہو جاؤ گے۔

پس میں اس کی تعبیر نہیں جان سکا۔ باب شام کے پاس ایک آدمی رہتا تھا۔ جو ابی علی خیاط کے نام سے مشہور تھا۔ خوابوں کی تعبیر بتانے میں معروف تھا۔ چنانچہ ہم اس کو لے آئے۔ ابو جان نے ان پر اپنا خواب بیان کیا۔

اس نے جواب دیا: فی الحال تو میں اس کی تعبیر نہیں پہچان سکا لیکن میں ہر رات نصف قرآن کی تلاوت کیا کرتا ہوں۔ مجھے آج رات کی مہلت دو یہاں تک کہ میں اپنے معمول

کے مطابق تلاوت کلام پاک کروں اور اس میں غور وفکر کروں تا کہ اس کی تعبیر واضح ہو جائے۔

پس جب دوسرا دن آیا تو وہ خود ہی ہمارے پاس آ گیا اور کہنے لگا: میں قرآن کی تلاوت کرتا ہوا اس آیت لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ پر سے گزرا۔ تو میں نے "لا" پر غور وفکر کی نگاہ ڈالی ہے اور یہ "لا" اس آیت میں دو مرتبہ آیا ہے۔ اس لئے تم اسے زیت (زیتون) پلاؤ اور زیت ہی کھلاؤ۔

پس ہم نے ایسا ہی کیا اور یہی ہمارے باپ کی بیماری سے عافیت کا سبب بن گیا۔

212۔ جعفر برنی نے حکایت بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں ایک ایسے سوالی کے پاس سے گزرا جو پل پر کھڑا کہہ رہا تھا: مِسْكِينًا ضَرِيرًا (بے زر بیمار پر رحم کرو) چنانچہ میں نے اسے کچھ مال عطا کیا اور کہا: اے فلاں آدمی! تم نے اپنے منہ سے نکالنے والے کلمات پر نصب (زبر) کیوں پڑھی ہے۔ اس نے جواب دیا:

میں نے اِرْحَمُوْا (تم سب رحم کرو) پوشیدہ ومحذوف مان کر پڑھا ہے۔

213۔ ابن جوزی کہتے ہیں کہ ہمیں ابوعثمان خالدی نے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سیف الدولہ ابوالحسن بن حمدان کی تعریف وتوصیف میں ایک قصیدہ ترتیب دیا اور اس کو ایک جماعت کے سامنے اس لئے پیش کیا تا کہ معلوم ہو کہ اس کے بارے ان کی کیا رائے ہے؟ اسی دوران جبکہ میں وہ قصیدہ پڑھ ہی رہا تھا کہ ایک مخنث (خسرہ) حاضر ہوا۔ چنانچہ جب میں اپنے اس قول پر پہنچا:

انکسرت شیبة فی الراس وحده   فعاد یسخطها ما کان یرضیها

"بڑھاپے نے اسکے سر میں آنے سے انکار کر دیا وہ اس حالت میں لوٹا وہ اسکو ناراض کر رہا تھا وہ اسے راضی نہ کر سکا"۔

وہ بول اٹھا کہنے لگا: "یہ غلط ہے" میں نے کہا: وہ کیسے؟ اس نے کہا: تو امیر کے لئے "فی الرّاس واحدة" کہہ رہا ہے۔

تو کیوں نہیں کہتا: فی الرّأس طالعة اوْ لا نحة......

پس میں اس کے ذہن کی تیزی اور دل کی عمدگی پر متعجب ومسرور ہوا۔

214۔خلیفہ ہشام کے ساتھیوں نے اسلم بن احنف کے پاس اپنے روزینوں کے روک لینے کی شکایت کی۔ چنانچہ وہ ہشام کے پاس حاضر ہوا اور یوں عرض کی: اے امیر المومنین! اگر کوئی منادی اس انداز میں ندا دے یا مفلس (اے مفلس) تو تیرے ساتھیوں میں سے شاید ہی کوئی باقی رہے جو اس طرف متوجہ نہ ہو۔ خلیفہ یہ بات سن کر ہنس پڑا۔ اور ان کے روزینے بحال کرنے کا حکم دیا۔

215۔ راوی نے کہا ہے کہ عراقیوں کا ایک وفد سلیمان بن عبدالملک کے پاس آیا۔ ان میں سے ایک آدمی کھڑا ہو کر کہنے لگا: اے امیر المومنین! ہم نہ خوشی سے، نہ خوف سے تیرے پاس آئے ہیں، اس نے کہا: پھر تم کیوں آئے ہو؟ اس نے کہا: شکریہ ادا کرنے والا گروہ ہیں۔ رغبت وخوشی سے تو اس لئے نہیں آئے کیونکہ وہ تو ہمارے کجاووں میں ہمارے پاس پہنچ گئی ہے۔

اور رعب وخوف سے اس واسطے نہیں آئے کیونکہ تیرے عدل وانصاف کی وجہ سے ہم خوف سے مامون ہو گئے ہیں۔ اور یقیناً آپ نے ہماری زندگیوں کو ہمارے لئے محبوب بنا دیا ہے اور ہمارے اوپر ہماری موت کو آسان بنایا ہے۔

پس آپ کا ہماری زندگیوں کو محبوب بنانا تو اسطرح ہے کہ جب تیرے عدل کی ہر طرف دھوم مچ گئیں تو ہم مطمئن ہو گئے۔ اور ہماری موت کو آپ کا آسان بنانا اس طرح ہے کہ جب آپ سے ہمیں ان کے بارے میں یقین ہو گیا جو ہم اپنی اولاد آپ کے پاس چھوڑ جائیں گے تو ہم کو اس سے بھی اطمینان حاصل ہو گیا یہ سن کر اس آدمی سے سلیمان نے صلہ رحمی کا سلوک کیا اور اسے اور اس کے تمام ساتھیوں کو انعامات سے نوازا۔

216۔ ابوالحسن المدائنی نے ہمارے سامنے یہ بیان کیا کہ بعض علماء نے کہا ہے کہ ہمارا ایک بصری دوست تھا۔ وہ مزاحیہ طبیعت کا مالک تھا اور بڑا ادیب بھی تھا۔ چنانچہ اس نے ایک مرتبہ ہم نے وعدہ کیا کہ وہ ہمیں اپنے گھر دعوت پر بلائے گا۔ پس وہ ہمارے پاس سے گزرا کرتا تھا۔ جب بھی ہم اسے دیکھتے تو ہم کہتے:

مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ "بتاؤ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو"۔

وہ سن کر خاموش ہو جاتا۔ حتی کہ اس نے اپنی خواہش کے مطابق مختلف چیزیں جمع کر لیں۔ اس کے بعد ایک دن وہ ہمارے پاس سے گزرا تو ہم نے سابقہ معمول کے مطابق اس کے سامنے اپنا قول دہرایا۔ تو وہ کہنے لگا:

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰی مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ "انہیں حکم ملا کہ چلو اس کی طرف چلو جسکو تم جھٹلایا کرتے تھے"۔

217۔ ہلال بن حسن نے ذکر کیا ہے کہ ایک آدمی تھا جسے ابوالعجب کہا جاتا تھا۔ شعبدہ بازیاں کرنے میں وہ اپنی مثال آپ تھا۔ وہ ایک دن مقتدر باللہ کے محل خاص میں داخل ہوا۔

چنانچہ اس نے دیکھا کہ خلیفہ کا ایک آدمی خاص اپنی فوت شدہ بلبل پر رو رہا ہے۔

ابوالعجب نے اس سے کہا: اے استاد؟ اگر میں اس بلبل کو زندہ کر دوں تو میرے لئے تیرے اوپر کیا انعام لازم ہوگا؟ اس نے خوشی سے کہا: جو تیرا جی چاہے گا وہی تیرا انعام ہوگا پس اس نے اس مردہ بلبل کو پکڑ کر اپنی آستین میں ڈال لیا اور اسکا سر بھی داخل کر لیا ایک گھڑی بعد اس نے زندہ بلبل نکال کر سامنے کر دی۔ یہ دیکھ کر محل والوں کو اضطراب لاحق ہو گیا اور حاضرین خوش ہوئے۔

علی بن عیسیٰ نے ابوالعجب کو بلا بھیجا اور کہا: اگر تو مجھے حقیقت حال سے آگاہ نہیں کرے گا تو میں تیری گردن اڑا دوں گا۔ اس نے کہا: سنو حقیقت حال یہ ہے کہ میں نے خادم کو اپنی مری ہوئی بلبل پر روتے ہوئے دیکھا۔ چنانچہ اس چیز کا لالچ ہوا جو میں نے اس سے لی ہے۔ میں فی الفور بازار گیا۔ ایک بلبل خریدی اور اسے اپنی آستین میں چھپا لیا اور خادم کی طرف لوٹ آیا۔ اور اس سے وہ کچھ کہا جو کہا وہ آپ کے سامنے ہے۔

اس کی مردہ بلبل کو پکڑا۔ اور اس کے سر کو اپنی آستین میں داخل کر لیا۔ اور زندہ بلبل نکال کر اسے دے دی۔ اسے شک ہی نہ ہوا کہ وہ اس کی بلبل ہے اور یہ دیکھو اسکا "سر" اب بھی میرے پاس موجود ہے۔

218۔ ایک آدمی نے گناہ کرنے کے بعد مامون الرشید کے سامنے اپنے آپ کو پیش کیا۔ مامون نے اس سے کہا: کیا تو ہی وہ شخص ہے جس نے ایسا ایسا کام کیا ہے؟ اس نے جواباً

عرض کیا: ہاں میں ہی ہوں اے امیر المومنین! جس نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اور تیرے عفو ودرگزر پر بھروسہ کیا پس انہوں نے اسکو معاف کر دیا۔

219۔ایک ادیب نے اپنے دوست سے کہا: قسم بخدا۔ تو تو دنیا کا بستان (باغ) ہے۔ اس نے آگے سے جواب دیا: پھر تو وہ نہر ہے جس سے باغ سیراب ہوتا ہے۔

220۔ایک دفعہ اہل کوفہ نے اپنے گورنر کی شکایت مامون الرشید کے پاس لگائی۔ تو مامون نے کہا: میں اپنے تمام گورنروں میں سے زیادہ عادل اسے ہی جانتا ہوں۔ کوفیوں میں سے ایک نے کھڑے ہو کر عرض کیا: اے امیر المومنین! پھر تو یقیناً آپ پر لازم ہے کہ ہمارے شہر کے علاوہ دوسرے شہروں کے لئے اس کے عدل کا حصہ بنائیں کیونکہ آپ اپنے حسن نظر کے اعتبار سے اپنی تمام رعایا میں برابری اور مساوات کرنے والے ہوں۔ لیکن ہم لوگوں کو اب تین سال سے زیادہ اس کے رحم وکرم پر نہ چھوڑیں۔ یہی تین سال جو گزر گئے ہیں ہمیں کافی ہیں۔

مامون یہ سنکر ہنس پڑا اور اسے وہاں سے تبدیل کر دیا۔

221۔ایک عقل مند آدمی راستہ میں کھڑے ایک آدمی کے پاس سے گزرا اور پوچھا: کیوں کھڑے ہو؟ اس نے کہا: کسی انسان کا انتظار کر رہا ہوں۔ عقل مند آدمی نے کہا: پھر تم کو بہت عرصہ یہاں کھڑا رہنا پڑے گا۔ کیونکہ نہ تجھے حقیقی معنوں میں انسان ملے گا نہ تیرا قیام ختم ہوگا۔

222۔حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک مدنی آدمی سے پوچھا: تم عمر میں بڑے ہو یا میں؟ تو اس آدمی نے آپ سے عرض کیا معذرت خواہ ہوں میں وہ رات اپنی یادداشت میں محفوظ نہ رکھ سکا جس میں آپ کی برکتوں والی ماں آپ کے ابا پاک کے ہاں شب زفاف میں تھیں۔

یہ احتراز (اپنے آپ کو بڑا کہنے سے بچنا) بڑا نفیس وعمدہ طریقے سے تھا۔ کیونکہ اس نے املکؔ الطیّبہ نہیں کہا۔

223۔عرابہ کے ادب والے بیٹے نے کہا: محمد بن عمر الفصی نے مجھے ایک حکایت سنائی ہے

کہ انہوں نے معتز باللہ کے بیٹے کو قرآن پاک حفظ کرایا۔ جب وہ اسکو سورۃ والنازعات پڑھا رہے تھے تو اس نے کہا: تیرے باپ امیر المومنین جب تجھ سے پوچھیں کہ کہاں پڑھ رہا ہے؟ تو ان سے کہنا: میرا سبق اس سورۃ میں ہے جو عبس سورۃ سے ملی ہوئی ہے۔ یہ نہ کہنا میں ''والنازعات'' میں ہوں۔

وہ بتاتے ہیں کہ جب اس کے والد نے اس سے سوال کیا تیرا سبق کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا: اس سورۃ میں جو سورۂ عبس سے ملی ہوئی ہے۔ تو خلیفہ نے کہا: یہ بتاؤ تجھے کس نے سکھایا ہے؟ اس نے جواب دیا میرے معلم و مربی نے مجھے سکھایا ہے۔ وہ بتاتے ہیں کہ خلیفہ نے اس کے لئے دس ہزار درہم انعام دینے کا اعلان کیا۔

224۔ عبدالواحد بن نصر مخزومی کہتے ہیں کہ مجھے اس شخص نے خبر دی ہے جس پر میں اعتماد کر سکتا ہوں کیونکہ وہ شام کے راستے اس حال میں سفر کرتا ہوا چل رہا تھا کہ اس پر چادر تھی۔ وہ ایک ایسی جماعت میں تھا۔ جس کی تعداد تقریباً تیس تھی اور تمام کے تمام اسی صفت و حالت پر تھے۔ ایک راستے میں ایسا آدمی ہمارا ساتھی بنا جو خوبصورت بزرگ تھا اور اس کے پاس ایک اچھا سا گدھا تھا جس پر وہ سوار تھا اور اس کے پاس دو خچر بھی تھے جن میں ایک پر ایک آدمی اور دوسرے پر سامان ضرورت تھا عمدہ کپڑے وغیرہ تھے۔

ہم نے اس سے کہا: اے بزرگو! آپ کو ڈاکوؤں کے حملے کا کوئی خوف نہیں ہے کیونکہ ہمارے پاس تو کوئی ایسی شے نہیں جسے وہ لوٹیں۔ لہٰذا آپ کو مناسب نہیں کہ اتنا سامان ہوتے ہوئے ہمارے ساتھ چلو۔ اس نے جواب دیا: ہمیں اللہ کافی ہے۔

پھر وہ چل پڑا اور اس نے ہماری ایک نہ مانی۔ اور اس نے اپنا معمول بنالیا کہ جب بھی وہ کھانے کیلئے پڑاؤ ڈالتا تو ہمارے اکثر ساتھیوں کو بلا کر کھلاتا پلاتا۔ اور اگر ہم میں سے کوئی تھک جاتا تو وہ اسے دونوں خچروں میں سے ایک پر سوار کر لیتا۔

چنانچہ جماعت اس کی خدمت بھی کرتی، عزت بھی کرتی اور اس کی عمدہ رائے سے راہنمائی بھی حاصل کرتی تھی۔ یہاں تک کہ ہم ایک ایسے مقام پر پہنچ گئے کہ ہم پر دیہاتی لٹیروں میں سے تیس گھڑ سوار ظاہر ہوئے چنانچہ ہم ان پر ٹوٹ پڑے اور انہیں روکنا چاہا۔ تو

شیخ نے کہا: ایسا مت کرو پس ہم نے انہیں چھوڑ دیا۔

چنانچہ شیخ نے وہیں پڑاؤ کیا اور بڑی شان وشوکت سے بیٹھ گیا اس کے پاس دسترخوان تھا اس نے دسترخواں بچھایا اور کھانا کھانے کیلئے بیٹھ گیا اتنے میں گھوڑوں نے ہمیں سائے کی طرح گھیرے میں لے لیا جوں ہی ان کی نظر کھانے پر پڑی تو شیخ نے انہیں کھانے کی دعوت دی پس وہ فوراً کھانا کھانے کیلئے بیٹھ گئے۔ شیخ نے اپنا سامان کھولا اور اس میں سے بہت سارا حلوہ (مٹھائی) نکالا اور ان ڈاکوؤں کے سامنے رکھ دیا۔ جب وہ کھا کر خوب سیر ہو گئے تو ان کے ہاتھ جامد وساکت ہو گئے اور پاؤں ڈھیلے پڑ گئے وہ کوئی حرکت نہ کر سکے۔ تو شیخ نے ہماری طرف متوجہ ہو کہا: بے شک حلوہ بھنگ والا تھا میں نے اسے سپیشل اس طرح کے حالات کے لئے تیار کیا تھا۔ وہ ان پر کامیاب ہو گیا اور اسکا حیلہ کارگر ثابت ہوا۔ لیکن ابھی معاملہ ختم نہیں ہوا پہلے تم ان کی پوری طرح تلاشی لے لو پس ایسا ہی کرو جیسے میں کہوں کیونکہ اب وہ تمہیں کسی قسم کا نقصان وغیرہ پہنچانے پر قادر نہیں ہیں۔

پس وہ اپنے دفاع پر بھی قادر نہ تھے چنانچہ ہمیں اس شیخ کے قول کی سچائی کا علم ہو گیا۔ ہم نے ان کا اسلحہ چھین لیا ان کی سواریوں پر سوار ہو گئے اور اس کے اردگرد ایک لشکر کی صورت میں چلے۔

ان کے نیزے ہمارے کندھوں کی زینت بنے ہوئے تھے۔ اور ان کے ہتھیار ہم نے زیب تن کر رکھے تھے۔ پس ہم جس قوم کے پاس سے بھی گزرتے وہ ہمیں جنگلی لیٹرے گمان کرتے تھے حالانکہ ہم وہ نہ تھے اور وہ ہم سے نجات کے طالب ہوتے۔ ہم اسی انداز میں چلتے رہے یہاں تک کہ اپنی امن والی جگہ تک جا پہنچے۔

225۔ ابو محمد عبداللہ بن علی مقری سے روایت ہے انہوں نے کہا ہے: ایک آدمی نے کسی جگہ (سونا) مال دفن کیا، اس پر بڑا برتن ڈالا اور بہت ساری مٹی سے ڈھانپ دیا۔ پھر اس کے اوپر بیس دینار کپڑے میں باندھ کر رکھ چھوڑے اور ان پر بھی بہت ساری مٹی ڈال کر خود چلا گیا۔

چنانچہ جب اسے سونے کی ضرورت پڑی تو آ کر پہلے بیس دیناروں سے پردہ اٹھایا لیکن ان کو نہ پایا۔ اس کے بعد اس نے باقی مال سے مٹی ہٹائی تو اسے پا لیا پس اس نے اپنے

مال کی سلامتی پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔

اور اس نے یہ سارا دوہرا کام اس خوف سے کیا تھا کہ اس کو کوئی دیکھ نہ لے۔ اور ایسے ہی ہوا۔ کیونکہ جب دیکھنے والا اس مال کو نکالنے کے لئے آیا تو اس نے وہ بیس دینار حاصل کر لئے اور اسے اس بات کا یقین نہ ہوا کہ یہاں اور بھی کوئی چیز موجود ہو سکتی ہے۔

226۔ ابن جوزی نے کہا ہے کہ مجھے ایک بزرگ نے یہ بات بیان کی ہے کہ ایک یہودی آدمی کے پاس کافی مال تھا۔ چنانچہ ایک دن اسے حمام میں داخل ہونے کی ضرورت محسوس ہوئی تو وہ اس بات سے ڈرا کہ اگر وہ اپنی تھیلی کو ساتھ اٹھائے رکھے تو وہ پھوٹ جائے گی پس پہلے وہ حمام کے سٹور میں داخل ہوا۔ اس نے جگہ کو کھودا اور اپنا مال دفن کر دیا۔ پھر حمام میں داخل ہوا۔ فارغ ہو کر نکلا تو اس جگہ پر اپنے مال کو تلاش کرنے لگا۔

لیکن اسے نہ پایا۔ پس وہ خاموش رہا اور اس نے کسی فرد بشر کو اس کے بارے میں نہ بتایا حتی کہ اپنی بیوی، بچوں اور کسی دوست کو بھی مطلع نہ کیا۔

کئی دن گزر جانے کے بعد اس کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا: کیا حال ہے، کس چیز نے تیرے دل کو پریشان کر رکھا ہے؟

پس اس کے پوچھنے کی دیر تھی یہودی نے اس کو پکڑ لیا اور کہا۔ ابھی ابھی میرا مال مجھے واپس کرو۔ دوستوں نے اس سے کہا: آپ کو کہاں سے معلوم ہوا کہ یہی تمہارا چور ہے؟ اس نے جواب دیا: جب میں نے مال دفن کیا مجھے کسی آدمی نے نہیں دیکھا اور نہ ہی میں نے کسی شخص سے اسکا ذکر کیا۔

اس نے کہا: بے شک مجھے پورا یقین ہے اسی آدمی نے وہ مال وہاں سے لیا ہے۔ کیا اس نے نہیں کہا: كيف أنت ماشغلك قلبك (کیا حال ہے، تیرا دل کیوں پریشان ہے)

227۔ ایک اور آدمی نے کہا ہے کہ رات کے وقت میں کسی ضرورت کے لئے نکلا۔ تو اچانک میری نگاہ ایک اندھے پر پڑی جس نے گھڑا اٹھا رکھا تھا اور اس کے ہاتھ میں چراغ تھا۔ وہ مسلسل چلتا رہا یہاں تک کہ ایک نہر پر پہنچا، اپنے گھڑے کو بھرا اور واپس لوٹا۔ چنانچہ میں نے ازراہ مزاح کہا: اے بھائی! تم آنکھوں سے نابینا ہو۔ رات اور دن تمہارے لئے

برابر ہے پھر یہ چراغ کیوں اٹھا رکھا ہے۔

اس نے جواب دیا: اے فضول آدمی! میں نے اپنے ہاتھ میں چراغ تم جیسے دل کے اندھوں کے لئے اٹھا رکھا ہے تاکہ وہ اس سے روشنی حاصل کریں اور اس اندھیرے میں مجھ سے ٹکرا کر گر نہ جائیں۔ اگر ایسا واقعہ ہوا تو وہ مجھ پر یوں گریں گے میرا گھڑا بھی توڑ دیں گے۔

طبیبوں کی فراست اور عقلمندی

288۔محمد بن علی امین نے کہا ہے: ماہر اطباء میں سے ایک طبیب نے ہمیں یہ بات بیان کی ہے کہ ایک بغدادی غلام وہاں سے ''رے'' آیا تو اسے راستہ میں ہی خون کی قے شروع ہو گئی۔ اس نے مشہور و ماہر طبیب ابوبکر رازی کو بلایا اور اسے وہ خون دکھایا جو آ رہا تھا اور جو تکلیف اسے محسوس ہو رہی تھی اس کی وضاحت کی چنانچہ ابوبکر رازی نے اس کی نبض اور قارورہ (چھوٹا پیشاب) کو دیکھا اور اس سے اس کے حال کی مزید وضاحت طلب کی لیکن اس کیلئے اس بات پر کوئی دلیل نہ مل سکی کہ اس کو سل (پھیپھڑوں کی بیماری) یا کوئی اندرونی زخم ہے اور نہ ہی کوئی خاص بیماری کی پہچان ہو سکی تو اس نے مریض سے مہلت طلب کی تا کہ اس کی حالت میں غور و فکر کر سکے چنانچہ مریض پر معاملہ اور سخت ہو گیا اور اس نے کہا۔ حکیم کی مہارت اور اس کے بیماری سے جاہل ہونے کے سبب مجھے اپنی زندگی کی معمولی سی امید ہے۔ اسکا درد اور زیادہ ہو گیا۔

اس دوران رازی نے خوب غور و فکر کیا اور کچھ دیر بعد دوبارہ مریض کی طرف آیا اور اس سے اس پانی کے بارے پوچھنے لگا جو اس نے پیا تھا۔ مریض نے بتایا کہ اس نے فلاں حوض سے پانی پیا۔ یہ سن کر رازی کے دل میں یہ بات پختہ ہو گئی کہ پانی میں کوئی جونک موجود تھی۔ کیونکہ وہ تیز دماغ اور عمدہ ذہن کا مالک تھا۔ وہی جونک اس کے معدہ تک رسائی حاصل کر چکی ہے اور یہ خون اس جونک کے عمل دخل سے ہے۔ رازی نے کہا: جب کل کا سورج طلوع ہو گا تو میں تیرا علاج کروں گا۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ تو اپنے بچوں کو پہلے حکم دے گا کہ تیرے بارے میں ان سے میں جو بات کہوں گا وہ میری وہ بات مانیں گے۔ اس نے کہا: ہاں ٹھیک ہے۔ حکیم رازی اپنے گھر لوٹ گئے اور کائی والے پانی سے دو بڑے ٹب بھر

کررکھ لئے اور دوسرے دن ان دونوں کو اپنے ساتھ لے آیا۔ پس وہ دونوں ٹب اس مریض کو دکھائے اور حکم دیا کہ ان دوٹبوں کا سارا پانی پی جاؤ۔ اس نے تھوڑا سا پانی پیا پھر ٹھہر گیا۔ حکیم صاحب نے کہا اور پیو۔ اس نے کہا: اب اس سے زیادہ پینے کی طاقت مجھ میں نہیں ہے۔ چنانچہ حکیم صاحب نے بچوں سے کہا اسے پکڑ کر سیدھا کھڑا کر دو۔ تو انہوں نے یہ کام کیا اور پھر اسے گدی کے بل لٹا دیا اور اسکا منہ کھولا۔ حکیم رازی آگے بڑھا اور وہ کائی والا پانی اس کے حلق میں زبردستی ڈالنا شروع کیا اور اسے بڑی سختی سے دباتا اور کہتا اب اسے نگلو ساتھ ہی اسے مارنے کی دھمکی دیتا حتی کہ اس مریض کو مجبور کر کے دو میں ایک ٹب اسے پلا دیا۔ وہ بیچارہ مریض آدمی استغاثہ کرتے ہوئے کہتا۔ مجھے ابھی قے آجائے گی چنانچہ حکیم رازی اس کے حلق میں پانی انڈیلنے میں اور زیادہ سختی کرتا۔ اچانک اسے زبردست قسم کی قے آئی۔

حکیم رازی نے اس کی قے میں بڑی فکر مندی سے دیکھا تو اچانک انہیں اس کے اندر جونک نظر آئی۔ یہ اس وجہ سے ہوا کہ جوں ہی اس جونک تک وہ کائی والا پانی پہنچا تو وہ اپنی فطرت کے مطابق اس پانی کے قریب ہوئی اور اپنی جگہ (معدہ) کو چھوڑ دیا اور کائی والے پانی کے ساتھ مل گئی۔

اور اس حیلے سے مریض بخیر و عافیت اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

229۔علی بن حسن صیدلانی سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں: ہمارے پاس نبا کی اولاد سے ایک بچہ تھا۔ ایک مرتبہ اس کے معدہ میں سخت درد ہوا بغیر کسی ایسے سبب کے جس کو پہچانا جا سکے۔ اکثر اوقات اپنے پیٹ پر سخت چیزیں مارتا۔

قریب تھا کہ اس کی جان چلی جائے۔ اسکا کھانا کم ہو گیا، جسم کمزور ہو گیا۔ چنانچہ اسے اہواز (جگہ کا نام ہے) لایا گیا۔ اور وہاں ہر طریقے سے علاج کیا گیا لیکن اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ بعد ازاں اسے اپنے گھر واپس کر دیا گیا۔ وہ بھی اس سے مایوس ہو گئے پس ایک حکیم آیا اور اس کا حال پہچاننے کی کوشش کی۔ اور اس مریض سے کہا: تم زمانہ صحت سے اپنی حالت کی وضاحت کرنا شروع کرو۔ وہ بیان کرنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ اس بات پر پہنچا کہ

میں ایک باغ کے اندر داخل ہوا۔ گائیوں کے گھر میں بیچنے کے لئے کافی مقدار میں انار رکھے ہوئے تھے۔ میں نے وہاں سے بہت سارے کھا لئے۔ اس مقام پر حکیم صاحب نے سوال کیا۔ بتا تو کس طریقے سے اس انار کو کھاتا تھا۔ اس نے بتایا: اوپر سے انار کو میں اپنے منہ سے کاٹتا، اسے پھینک دیتا پھر اسکے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھا جاتا۔ اس سے حکیم صاحب کو اس کی بیماری سمجھ میں آ گئی اور اس سے کہا: اللہ کے حکم سے کل میں تیرا علاج کروں گا۔

جب دوسرے دن کا سورج طلوع ہوا تو حکیم صاحب ہنڈیا میں موٹے سے کتیا کے بچے کا گوشت پکا کر لے آئے اور مریض سے فرمایا: اسے کھاؤ۔ مریض نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ حکیم صاحب نے کہا: جب تو اسے کھائے گا تو وہ خود تجھے پہچان کرا دے گا۔

مریض نے کھانا شروع کر دیا پھر حکیم صاحب نے کہا: خوب اسے پیٹ بھر کر کھاؤ۔ اس نے پیٹ بھر کر کھا لیا۔ پھر حکیم صاحب نے مریض سے کہا: کیا تجھے معلوم ہے تو نے کیا کھایا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ حکیم صاحب نے کہا: کتے کا گوشت تو نے کھایا ہے یہ سن کر اسے فوراً قے آ گئی حکیم صاحب نے قے میں غور سے دیکھا یہاں تک کے مریض نے گٹھلی کی مانند سیاہ چیز پھینکی جو حرکت کر رہی تھی۔ حکیم صاحب نے اسے پکڑ لیا اور کہا: اب سر اٹھاؤ تم بیماری سے آزاد ہو چکے ہو۔ چنانچہ مریض نے اپنا سر اٹھایا تو حکیم صاحب نے اسے جی متلانے کی کیفیت کو ختم کرنے والی چیز (دوائی) اسے پلائی اور اس کے چہرے پر گلاب کا عرق چھڑکا۔ پھر اسے وہ واقع ہونے والی چیز دکھائی جو کہ ایک چچڑی (کتے والی مکھی) تھی۔ حکیم صاحب نے کہا۔ بے شک اناروں والی جگہ کے اندر گائے چچڑیاں موجود تھیں۔ ان میں سے ایک نے ان اناروں کے سر میں جگہ حاصل کر لی جنکو تو نے اپنے منہ سے کاٹ کر کھایا۔ پس وہ چچڑی (کتے والی مکھی) تیرے حلق میں پڑ گئی اور تیرے معدہ کے ساتھ چمٹ کر خون چوسنے لگی۔ اور تجھے معلوم ہو گا کہ چچڑی کتے کے گوشت کی طرف طبعاً مائل ہوتی ہے۔ اور اگر میرا یہ گمان صحیح نہ ہوتا تو جو کچھ تو نے کھایا تجھے کبھی تکلیف نہ دیتا چنانچہ میرا گمان سو فیصد درست ہے۔ لہٰذا کبھی بھی اپنے منہ میں ایسی چیز داخل نہ کرو جس کے بارے تم جان نہ لو کہ اس میں کیا ہے۔ اللہ بہتر توفیق دینے والا ہے۔

230۔ابی ادریس خولانی سے روایت ہے۔وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: موٹا آدمی کبھی فلاح یافتہ نہیں ہوسکتا مگر محمد بن حسن۔اس بارے آپ پر اعتراض کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔عقلمند آدمی دو باتوں میں سے ایک کا ضرور انتظام کرتا ہے۔یا تو وہ اپنی آخرت اور انجام کا اہتمام کرتا ہے یا دنیا اور روزگار کا انتظام وانصرام کرتا ہے۔اور ایسی فکر کے ہوتے ہوئے چربی پیدا نہیں ہوتی جس سے آدمی موٹا ہوتا ہے۔

جب وہ ان پر دو باتوں کا اہتمام کرنے سے عاری ہوگا تو وہ بہائم (چوپایوں) کی حدود میں داخل ہو جائے گا اور چربی پیدا ہوگی۔

پھر آپ نے ایک عمدہ حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا: پہلے زمانہ میں ایک بادشاہ تھا۔ وہ بوجھل جسم والا اور کافی چربی والا تھا اپنے آپ سے نفع حاصل کرنے سے محروم تھا۔چنانچہ اس نے کئی طبیبوں کو جمع کیا اور کہا: میرے لئے کوئی ایسا حیلہ کرو جس سے تھوڑا عرصہ میں میرا یہ گوشت کم ہو جائے۔آپ نے فرمایا:

وہ سارے حکماء اپنی پوری کاوشوں کے باوجود ایسا نہ کرسکے۔آپ نے فرمایا ہے: پس اس کے لئے ایک ایسا آدمی بھیجا گیا جو عقلمند، ادیب اور ماہر طبیب تھا۔پس وہ اس کے پاس پہنچا اور اس کی تشخیص کرنے کے بعد بادشاہ نے کہا: بس تو میرا علاج کردے تجھے غنی کردوں گا۔حکیم صاحب نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ بادشاہ کو تندرستیاں عطا فرمائے۔اصل میں میں نجومی طبیب ہوں۔مجھے موقعہ عطا فرمائیں یہاں تک کہ میں آپ کے طالع (ستاروں کے ذریعے قسمت) کو دیکھوں۔کونسی دوائی آپ کے طالع کے زیادہ موافق ہے۔جسے پی کر آپ صحت یاب ہو سکتے ہیں۔آپ فرماتے ہیں: وہ اگلی صبح پھر اس کے پاس حاضر ہوا اور کہا۔اے بادشاہ سلامت! امان چاہیے اگر مجھے اپنی جان کی امان ملے تو میں آپکا علاج کر سکتا ہوں ورنہ نہیں۔

بادشاہ نے امان دے دی۔حکیم صاحب نے کہا: میں نے تیرے قسمت کے ستارے میں دیکھا ہے۔وہ بتاتا ہے کہ آپ کی عمر صرف ایک ماہ باقی رہ گئی ہے۔اب اگر آپ پسند فرمائیں تو میں آپ کا علاج کروں اگر آپ میری بات کی حقیقت جاننا چاہتا ہیں تو مجھے اپنے

پاس مقید کرلیں اگر میرا قول سچ ثابت ہو تو مجھے چھوڑ دینا ورنہ مجھ سے بدلہ لینا بادشاہ نے حکیم کو مقید کر کے رکھ دیا۔ آپ فرماتے ہیں:

پھر تو بادشاہ کو غموں نے آ گھیرا۔ اس نے لوگوں سے پردہ کرلیا۔ اور خلوت میں اہتمام کرتے ہوئے اکیلا بیٹھ گیا۔ جب بھی کوئی دن گزرتا اسکا غم اور زیادہ ہو جاتا حتیٰ کہ وہ انتہائی کمزور ہو گیا۔ اسکا گوشت کم ہو گیا، اس چیز کو 28 دن گزر گئے بادشاہ نے حکیم کی طرف آدمی بھیجا جو اسے نکال کر لایا۔ بادشاہ نے کہا: کیا خیال ہے واقعی میری موت آ جائے گی یا کوئی اور صورت ہے۔ اس نے دیکھا اب علاج تو ہو گیا ہے کہنے لگا: میں اللہ تعالیٰ کے سامنے ذلیل وحقیر ہوں اس سے کہ میں علم غیب جانوں قسم بخدا! میں تو اپنی عمر کے بارے علم نہیں رکھتا تیری عمر کیسے جان سکتا ہوں۔ بس بات صرف اتنی تھی کہ اس چیز کا علاج غم کے علاوہ میرے پاس کوئی نہ تھا۔ اور مجھ میں طاقت نہ تھی کہ بغیر اس طریقے کے میں آپ کو غم میں مبتلا کرتا۔ چنانچہ میں نے یہ طریقہ اختیار کیا تو اس غم نے آپ کی تمام چربی پگھلا کر رکھ دی یہ سن کر بادشاہ نے اسے اجازت دے دی اور اس پر انعام واکرام کیا۔

231۔ ابوالحسن بن حسن بن محمد صالحیؒ کاتب سے روایت ہے۔ اس نے کہا ہے کہ میں نے مصر میں ایک حکیم کو دیکھا مصر میں بہت شہرت رکھتا تھا اور قطیعی کے لقب سے پہچانا جاتا تھا۔ راوی نے کہا ہے کہ وہ ہر ماہ ہزار دینار کماتا۔ جو فوج کے اعلیٰ عہدہ داراسے ادا کرتے تھے۔ اور بادشاہ کی طرف سے بھی وظیفہ مقرر تھا اور جو کچھ وہ عوام الناس سے حاصل کرتا تھا وہ اسے زائد تھا۔ راوی نے بتایا ہے کہ اس کا ایک گھر تھا جس کو اس نے ہسپتال کی طرز پر بنایا تھا اور یہ اس دوسرے تمام گھر کا ایک جز تھا۔ اس میں آ کر کمزور اور بیمار لوگ پناہ لیتے تھے چنانچہ وہ ان لوگوں کو دوائی بھی دیتا اور رضا کارانہ طور پر ان کے کھانے، دوائیاں دینے اور خدمت کرنے کے عمل کو سرانجام دیتا اور اپنی کمائی کا اکثر حصہ اسی میں خرچ کر ڈالتا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ مصر کے ایک رئیس آدمی کے بیٹے کو سکتہ کی بیماری لگ گئی بہت طبیبوں کو لایا گیا ان میں قطیعی بھی تھا۔ چنانچہ تمام طبیب اس بات پر متفق ہو گئے کہ وہ فوت ہو گیا ہے مگر قطیعی نہ مانا اس کے گھر والوں نے اس کے غسل وکفن دفن کا اہتمام شروع کر دیا۔

قطیعی نے کہا۔ تم ایسا نہ کرو میں اسکا علاج کرتا ہوں۔ اس کو لاحق ہونے والی موت سے تو بڑی چیز کوئی نہیں ہے ناں جس پر تمام حکماء متفق ہو گئے ہیں۔

اس کے گھر والوں نے قطیعی کو مریض کے ساتھ خلوت میں چھوڑ دیا۔ حکیم نے کہا: ایک مضبوط جسم والا غلام اور ایک ہتھوڑا میرے پاس لاؤ۔ پس وہ لا کر دے دیا گیا۔ اس نے غلام کو حکم دیا۔ اس نے کھینچ کر سخت قسم کی دس ضربیں لگائیں۔ اس کے بعد حکیم صاحب نے اس کے جسم کو چھوا (کچھ گرم ہو چکا تھا) پھر اس نے دس ضربیں لگائیں پھر حکیم صاحب نے ٹٹولا (اور گرمی محسوس ہوئی) اس نے دس اور ضربیں لگائیں پھر جو حکیم صاحب نے اس کی نبض کو چیک کیا تو وہ حرکت کرتی محسوس ہوئی۔ اس نے اہل خانہ کو کہا: کیا میت کی نبض ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا نہیں ہوتی۔

حکیم صاحب نے کہا: اس کی نبض کو دیکھو انہوں نے اسے ٹٹول کر دیکھا تو سب اس بات پر متفق ہوئے کہ اس کی نبض متحرک ہے۔ اس نے دس ضربیں اور لگوائیں۔ پھر ان سے کہا: اب ٹٹولو۔ انہوں نے ٹٹول کر کہا: ہاں اس کی نبض کی حرکت میں اضافہ ہو گیا ہے۔ اس نے دس ضربیں اور لگوائیں تو اس نے کروٹ بدلی۔

اس نے دس اور کا اضافہ کیا تو اسے درد محسوس ہوا۔ اس نے مزید دس بڑھائیں تو مریض چیخ اٹھا۔ اس نے ضربیں لگوانا چھوڑ دیں اور مریض آہیں بھرتا ہوا اٹھ بیٹھا۔ حکیم صاحب نے اس سے کہا: اب دل میں کیا خواہش رکھتا ہے؟ اس نے کہا۔ میں بھوکا ہوں۔ حکیم صاحب نے کہا: اسے کھانا کھلاؤ۔ پس وہ لے آئے جسے اس نے کھایا اس کی قوت و طاقت لوٹ آئی۔ ہم وہاں سے اس حال میں اٹھے کہ مریض بالکل تندرست ہو چکا تھا۔

اب سارے حکماء قطیعی سے پوچھنے لگے: یہ چیز آپ کو کہاں سے حاصل ہوئی؟ اس نے جواب دیا: میں نے ایک ایسے قافلہ میں سفر کیا جس میں اعراب تھے جو ہماری حفاظت کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک گھڑ سوار اپنے گھوڑے سے گر پڑا اسے گرتے ہی سکتہ طاری ہو گیا۔ دیکھنے والوں نے کہا: وہ فوت ہو گیا ہے۔ حکیم صاحب نے بتایا کہ ان میں سے ایک بزرگ نے اس کا علاج کرنے کا ارادہ کیا اور اسے انتہائی سخت قسم کی ضربیں لگائیں اور حکیم

صاحب نے ضربیں لگانا ختم نہ کیں یہاں تک کہ اسے پوری طرح افاقہ ہوگیا یہ دیکھ کر میں نے معلوم کرلیا کہ ضرب نے اس کے اندر وہ حرارت پیدا کردی جس سے اسکا سکتہ ختم ہوگیا ہے۔لہٰذا میں نے اس بیمار کے معاملہ کو بھی اس پر قیاس کیا ہے۔

232۔ابوالحسن مہدی قزوینی سے روایت ہے۔انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس ایک حکیم رہتا تھا جس کو ابن نوح کہا جاتا تھا۔مجھے سکتہ کی بیماری لاحق ہوگئی اور میرے گھر والوں کو میری موت میں کوئی شک باقی نہ رہا۔انہوں نے مجھے غسل دیا، کفن دیا اور جنازہ والی چارپائی پر رکھ دیا اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ میرا جنازہ اس کے پاس سے گزرا اس حال میں کہ عورتیں میرے پیچھے رورہی تھیں اس نے جنازہ والوں کو کہا۔تمہارا ساتھی تو زندہ ہے انہیں بلاؤ اسے میرے پاس لاؤ، میں اسکا علاج کرتا ہوں، وہ لوگ بلند آواز میں پکارے۔

لوگوں نے جنازہ والوں سے کہا: اپنے ساتھی کو اس حکیم ابن نوح کے پاس لاؤ یہ اسکا علاج کرتا ہے چنانچہ اگر وہ زندہ ہوگیا تو ٹھیک ورنہ تمہارے اوپر تو اسکا کوئی نقصان نہیں ہوگا انہوں نے جواب دیا: ہم اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کہیں رسوائی نہ ہو اور لوگوں کے لئے مزاح کا سبب نہ بن جائے۔

ابن نوح نے کہا: رسوائی نہ بننے کی شرط پر علاج کرتا ہوں انہوں نے کہا: اگر ہمیں اس وجہ سے رسوائی ملی تو تجھ پر کیا لازم ہوگا۔حکیم نے کہا: میرے معاملہ میں بادشاہ فیصلہ کرے گا لیکن اگر وہ صحت یاب ہوگیا تو میرے لئے کیا ہوگا؟ انہوں نے کہا: جو تیرا جی چاہے گا۔اس حکیم نے کہا: اس کی دیت کے برابر مال میرا انعام ہوگا۔انہوں نے جواب دیا ہم اتنے مال کے مالک نہیں ہیں۔

چنانچہ وہ راضی ہوگیا اتنا مال لینے پر جو اسکا ورثاء آسانی کے ساتھ اسے دے سکیں گے اور اس نے مجھے اٹھایا، ایک حمام کے اندر داخل کیا اور میرا علاج شروع کردیا۔اس وقت سے لیکر افاقہ ہونے تک چوبیس گھنٹے لگے۔بشارتوں اور مبارکوں کے سلسلے چلے اور مال اس کے حوالے کیا گیا۔

اس کے بعد ایک دن میں نے حکیم صاحب سے کہا: آپ کو کس علامت سے میری

زندگی کا پتہ چلا؟اس نے جواب دیا: میں نے کفن میں تیری ٹانگیں کھڑی دیکھیں۔حالانکہ میت کی ٹانگیں بچھی ہوتی ہیں کھڑی نہیں ہوسکتیں اس سے میں نے جان لیا کہ تو زندہ ہے۔ اور میں نے اندازہ لگایا کہ تجھے سکتہ طاری ہوا۔لہٰذا میں نے تیرے اوپر تجربہ کیا اور میرا تجربہ کامیاب ہوگیا۔

233۔ابوالقاسم جہنی سے روایت ہے کہ ایک خلیفہ (میرا گمان ہے وہ ہارون الرشید تھا) کی پیاری لونڈی تھی وہ کھڑی ہوئی تا کہ ناز ونخرے سے اپنے بازوؤں کو پھیلادے۔

چنانچہ جب اس نے گھمنڈ کا مظاہرہ کرلیا تو اب اس کے بازوؤں کے واپس لوٹانے کی باری آئی۔لیکن اس پر قادر نہ ہوسکی اور اسکے بازو ہوا میں کھلے کے کھلے رہ گئے اس نے چیخ ماری۔اور اسکا درد بہت شدید تھا۔یہ بات خلیفہ کے پاس پہنچی وہ لونڈی کے پاس آیا اور اس کے معاملہ کو دیکھ کر بہت پریشان ہوگیا حکیموں سے مشورہ کیا ہر طبیب نے جو علاج بتایا اسے استعمال میں لایا گیا لیکن اس تکلیف سے نجات کی راہ ہموار نہ ہوئی اور کئی دن تک لونڈی اسی حالت پر کھڑی رہی جس سے خلیفہ کو بہت رنج ہوا۔

خلیفہ کے پاس ایک طبیب آیا اور کہا: اے مومنوں کے امیر! اس کے علاوہ کوئی دوائی نہیں ہے کہ اس کے پاس اجنبی آدمی داخل ہو، وہ اس کے ساتھ مکمل خلوت میں ہو وہ اس کے ساتھ ایسا مزاح کرے جسے وہ پہچانتا ہو۔

لونڈی کی صحت و عافیت کی خاطر خلیفہ چاروناچار اس کام کے لئے تیار ہوگیا حکیم صاحب نے ایک آدمی پیش کیا اور اس نے اپنی آستین سے تیل نکالا اور کہنے لگا: اے امیر المومنین میں چاہتا ہوں کہ اس لونڈی کو ننگا کرنے کا حکم دیں تا کہ میں اس تیل کے ساتھ اس کے تمام اعضاء کی مالش کردوں۔خلیفہ پر یہ بات شاق گزری۔پھر اسے حکم دیا کہ وہ ایسا کرے اور دل میں ٹھان لی کہ اس کے بعد وہ اسکو قتل کردے گا۔اور اپنے خادم سے کہا: اس آدمی کا ہاتھ پکڑلو اور لونڈی کو ننگا کرنے کے بعد اسکے پاس اس کو داخل کردو۔پس لونڈی کو ننگا کر کے کھڑا کردیا گیا۔

جب آدمی داخل ہوا، اس کی طرف چلتا ہوا قریب ہوا اور مس کرنے کے ارادے سے

اس لونڈی کی فرج (شرم گاہ) کی طرف اشارہ کیا تو لونڈی نے فوراً اپنے ہاتھ سے اپنی شرم گاہ کو ڈھانپ لیا۔ حیاء وشرم کے شدت کے ساتھ لاحق ہونے کے سبب اسکا بدن گرم ہو گیا اور وہ گرمی پورے بدن میں پھیل گئی۔

جس نے اپنی فرج کو ڈھانپنے اور اس سلسلہ میں اپنے بدن کو استعمال کرنے میں اسکی مدد کی۔ جوں ہی اس نے اپنی فرج کو ڈھانپا تو اس آدمی نے کہا: تو ٹھیک ہو گئی ہے، اپنے ہاتھوں کو حرکت مت دینا۔ خادم نے اس آدمی کو پکڑا اور سیدھا ہارون الرشید کے پاس لے آیا اور اسے ساری بات بتا دی۔

ہارون الرشید نے لونڈی سے مخاطب ہو کر کہا: تو اس آدمی کے ساتھ کیا سلوک کرے گی جس نے ہماری عزت وحرمت (لونڈی) کی شرم گاہ کو دیکھا ہے۔

یہ بات سن کر حکیم نے خود لائے ہوئے آدمی کی داڑھی کو پکڑ کر کھینچا اچانک دیکھا گیا تو وہ چمٹی ہوئی تھی اسے اکھیڑ کر پھینک دیا گیا تو وہ معلوم ہوا وہی شخص حقیقت میں ایک لونڈی تھی۔ حکیم صاحب نے کہا: اے امیر المومنین! میری کیا جرأت تھی کہ میں آپ کی عزت و حرمت کو اجنبی لوگوں پر ظاہر کرتا۔ لیکن مجھے تو اس بات کا خوف لاحق ہوا کہ میں آپ کے لئے اس خبر کی حقیقت کھول دیتا ہوں تو لونڈی کو پتہ چل جائے گا اور ہمارا بنا بنایا حیلہ باطل و رائیگاں چلا جائے گا۔ کیونکہ میں نے ارادہ کیا کہ اس لونڈی کے دل میں اپنی حفاظت کی خاطر سخت گھبراہٹ پیدا کر دوں اور وہ اپنے ہاتھوں کو حرکت دے انہیں حرکت دینے اور اس چیز پر حرارت غریزیہ (جسم کی گرمی کی حالت) کے مدد کرنے کی طرف رہنمائی کرے۔ اس حیلہ کے بغیر میرے لئے یہ کام ممکن نہ تھا؟ اور ساری صورت حال سے پہلے میں نے آپ کو خبردار بھی کر دیا تھا۔

خلیفہ بادشاہ نے بے حد انعام واکرام عطا کیا اور اسے واپس لوٹا دیا۔

ابو القاسم کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے حکیم لوگ کمزور لقوہ کا علاج کرنے میں لقوے والی طرف کی مخالف سمت بیمار کی بے دھیانی کے عالم میں گدی پر سخت تھپڑ استعمال کرتے ہیں تا کہ تھپڑ لگائے جانے والے کے دل کے اندر اس میں گرمی پیدا کرنے والی چیز پیدا ہوا اور وہ

بیمار اپنی طبعی ضرورت کی بنا پر جس طرف تھپڑ لگا ہے اپنا چہرہ پھیر دے اور لقوہ جیسی سختی و مصیبت دفع ہو جائے۔

عورتوں کی فراست

حضرت اسماء کی عقلمندی اور فراست

234۔عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔انہوں نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے آپ فرماتی ہیں۔ جب حضور ﷺ ہجرت کے موقع پر مکہ سے مدینہ منورہ تشریف لے چلے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال پانچ ہزار درہم یا چھ ہزار درہم تھا اپنے ساتھ اٹھالیا۔میرے دادا ابو قحافہ میرے پاس آئے جبکہ ان کی آنکھوں کی بینائی جا چکی تھی۔ اور کہا: قسم بخدا! میرا یہ خیال ہے کہ ابوبکر اپنا سارا مال اپنے ساتھ اٹھا کر لے جانے کی وجہ سے تمہیں تکلیف پہنچا گیا ہے۔

میں نے جواب دیا: ہرگز نہیں اے دادا ابو! یقیناً وہ ہمارے لئے بہت زیادہ بھلائی کا سامان چھوڑ گئے ہیں۔ چنانچہ میں نے کچھ پتھر اکٹھے کر کے اپنے گھر کے اس کونے میں ڈھانپ کر کے رکھ دیئے جس میں عموماً حضرت ابوبکر صدیق اپنا مال رکھا کرتے تھے۔ پھر میں دادا جان کا ہاتھ پکڑ کر وہاں لے آئی اور ان کا ہاتھ کپڑے کے اوپر رکھوایا اور زبان سے بول کر کہا: حضرت ابوبکر صدیق یہ سارا کچھ ہمارے لئے چھوڑ گئے ہیں۔ دادا جان کپڑے کے باہر سے ہی پتھروں کو ٹٹولنے لگے اور کہا: لیکن جب یہ سب کچھ تمہارے لئے چھوڑا ہے تو بہتر ہے حالانکہ قسم بخدا! آپ نے تھوڑا یا زیادہ ہمارے لئے کچھ بھی نہ چھوڑا تھا۔

235۔ابن ابی زیاد سے روایت ہے انہوں نے کہا ہے: حضرت اسماء بنت ابوبکر کے پاس حضور ﷺ کی قمیص مبارک تھی چنانچہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کیا گیا تو قمیص وہاں کہیں گم ہو گئی اور مل نہ سکی پس حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھے قمیص کے گم ہونے کا غم حضرت عبداللہ کی شہادت سے زیادہ سخت ہے۔ بعد ازاں وہ قمیص مبارک

ایک شامی آدمی کے پاس پائی گئی۔

آپ نے طلب فرمائی تو اس نے کہا: میں اس وقت تک قمیص شریف نہیں لوٹاؤں گا۔ جب تک کہ حضرت اسماء میرے لئے استغفار نہ کریں۔ آپ سے عرض کی گئی تو فرمایا: میں عبداللہ کے قاتل کیلئے کیسے استغفار کر سکتی ہوں۔ لوگوں نے آپ سے عرض کیا: اگر آپ استغفار نہ کریں گی تو قمیص مبارک نہیں لوٹائے گا۔ آپ نے فرمایا: جاؤ اس سے کہو قمیص شریف لے آئے پس وہ قمیص مبارک لے آیا جبکہ اس کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عروہ بھی تھے۔ پردہ کے پیچھے سے آپ نے فرمایا: قمیص عبداللہ کے حوالے کر دو۔ اس نے کر دی۔ آپ نے فرمایا: اے عبداللہ تو نے قمیص مبارک پر قبضہ کر لیا ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: اے عبداللہ (اللہ کے بندے) اللہ تجھے معاف کرے۔ اور آپ نے مراد عبداللہ بن عروہ لیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ کی عقلمندی و فراست

236۔ ہشام بن عروہ سے روایت ہے۔ انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ آپ فرماتی ہیں: میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ﷺ اس بارے میں آپ کی رائے مبارک کیا ہے اگر آپ ایسی وادی میں اتریں جس میں کچھ درخت ایسے ہوں جن کو پہلے ہی کھایا گیا ہو اور کچھ ایسے جن کو بالکل نہ کھایا گیا ہو تو آپ اپنا اونٹ کس درخت سے چرائیں گے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اسی درخت سے جس سے چرا نہ گیا ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس سے مراد یہ لیا کہ نبی کریم ﷺ نے آپ کے علاوہ کسی باکرہ (کنواری) عورت سے شادی نہ کی ہے بلکہ بیوگان سے شادی کی ہے لہٰذا آپ کو ہی زیادہ وقت دیا کریں (بخاری نے اسے روایت کیا)

ایک عربی دوشیزہ کی عقلمندی

237۔ قبیلہ بنو تغلب کے ایک آدمی سے روایت ہے۔ اس نے کہا ہے: ہمارے قبیلہ میں

ایک ایسا آدمی تھا جس کی نوجوان بیٹی تھی اور اس کا بھتیجا لڑکی سے محبت کرتا تھا اور لڑکی بھی اسے چاہتی تھی۔ کافی عرصہ تک وہ دونوں اس حال پر زندگی گزارتے رہے۔ پھر اشراف قبیلہ میں سے ایک نے اس لڑکی کو منگنی کا پیغام بھیجا۔ اور مہر کو زیادہ کرنے میں خوب دلچسپی لی اور لڑکی کے باپ کو انعامات سے نوازا۔ حتی کہ لڑکی کے باپ کے مان لینے کی وجہ سے قوم منگنی کی محفل کے لئے جمع ہوگئی۔ اس لڑکی نے اپنی ماں سے کہا: اے امی جان! میرے چچا زاد بھائی سے میری شادی کرنے میں کون سی چیز رکاوٹ ہے؟

ماں نے جواب دیا: اے بیٹی! اب میں تجھے کیا بتاؤں یہ ایسا معاملہ ہے جس کا فیصلہ کر دیا گیا ہے۔

پھر اس لڑکی نے کہا: اے امی جان! قسم بخدا! میں تو حاملہ ہوں۔ اگر چاہو تو اس بات کو چھپالو یا چاہو تو عام کردو۔ اس کی ماں نے اس کے باپ کی طرف پیغام بھیجا وہ آیا تو اسے ساری بات بتادی۔ باپ نے کہا: تم اس معاملہ کو چھپالو میں اسکا کوئی حل نکالتا ہوں۔ پھر وہ قوم کے پاس گیا اور کہا: اے لوگو! پہلے میں نے تمہاری بات کو قبول کرلیا تھا اور کیونکہ اب ایک ایسا معاملہ پیدا ہوگیا ہے جس کے بارے مجھے امید ہے کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو اجر ہوگا اور میں تم سب کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے فلاں بھتیجے سے کر دیا ہے۔ جب یہ معاملہ رفع دفع ہوگیا تو شیخ نے کہا: اب اس لڑکی کو اسکے پاس پہنچادو۔ تو لڑکی نے کہا: رحمٰن کی قسم! میں کافر بنوں اگر ایک سال سے پہلے وہ میرے پاس آیا بھی یا میرا حمل ظاہر ہوجائے۔

راوی کہتا ہے: چنانچہ اس کے بعد وہ لڑکا پورا ایک سال بعد لڑکی کے پاس آیا۔ جس سے اس لڑکی کے باپ کو یقین ہوگیا کہ اس نے محض حیلہ کیا تھا۔

ذی الغصہ کی بیٹی کی فراست

238۔ عبداللہ بن معصب سے روایت ہے انہوں نے کہا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

عورتوں کے مہر میں چالیس اوقیہ (پیمانہ ہے) چاندی سے زیادتی نہ کرو اگر چہ

ذوالغصہ یعنی یزید بن حصین صحابی طارقی کی بیٹی ہی کیوں نہ ہو پس جس نے زیادتی کی میں اس زیادتی کو بیت المال میں داخل کروں گا۔ چنانچہ عورتوں کی صف سے ایک لمبے قد کی چپٹی ناک والی عورت نے کھڑے ہوکر روبرو کہا:......

آپ نے فرمایا: کیوں کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا: کیونکہ عزتوں اور بزرگیوں والا رب فرماتا ہے:

وَّاٰتَیْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْــٴًـا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا (النساء:20)

"دے چکے ہو تم اسے ڈھیروں مال تو نہ لو اس مال سے کوئی چیز۔ کیا تم لینا چاہتے ہو اپنا مال بہتان لگا کر اور کھلا گناہ کر کے"۔

حضرت عمر نے سن کر فرمایا: عورت نے درست بات کہی اور مرد (میں) نے غلط فیصلہ صادر کیا۔

عمران بن حطان کی بیوی کی فراست

239۔ ابوالحسن مدائنی نے کہا: عمران بن حطان ایک دن اپنی بیوی کے پاس آیا درانحالیکہ بری شکل والا، مذمت کیا گیا اور چھوٹے قد والا تھا اور عورت نے زینت وسجاوٹ کر رکھی تھی اور تھی بھی وہ حسین وجمیل۔

چنانچہ جب عمران کی نگاہ اس پر پڑی تو وہ عورت اسے اور زیادہ حسین وجمیل محسوس ہوئی۔

عورت نے کہا: کیا بات ہے؟

اس نے کہا: قسم بخدا! یقیناً تو بہت زیادہ خوبصورت بن گئی ہے۔ عورت نے کہا: تجھے بشارت ہو تو اور میں دونوں جنتی ہیں۔ خاوند نے کہا: یہ بات تو نے کہاں سے معلوم کر لی؟

بیوی نے جواب دیا: کیونکہ تجھے مجھ جیسی حسین وجمیل عورت عطا کی گئی تو تو نے اللہ کا شکر ادا کیا اور مجھے تجھ جیسے بدصورت مرد سے آزمایا گیا تو میں نے صبر کیا اور صابر وشاکر دونوں جنت میں ہوں گے۔

ایک بوڑھی عورت کی فراست

240۔ابو جعفر محمد بن فضل ضمیری کہتے ہیں: ہمارے شہر میں کثرت سے صوم وصلوٰۃ کرنے والی نیک بوڑھی عورت رہتی تھی۔ اس کا ایک بیٹا تھا جو کہ صیرفی (زرگر) تھا لیکن لہو ولعب اور شراب کی محبت میں غرق تھا۔ وہ دن کا اکثر حصہ اپنی دکان پر مشغول رہتا پھر اپنے گھر کی طرف واپس آتا۔ اپنا تھیلا اپنی والدہ کے پاس چھپا دیا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ ان کے گھر میں چور داخل ہو گیا جبکہ صیرفی کو اس کا علم ہی نہ تھا چور گھر کے اندر کہیں چھپ گیا۔ بیٹے نے اپنا تھیلا اپنی ماں کے سپرد کیا اور گھر میں ماں کو اکیلے چھوڑ کر گھر سے نکل گیا۔ اس بوڑھی عورت کے گھر میں لکڑی کا مضبوط ترین کیبن بنا ہوا تھا جس پر لوہے کا دروازہ لگا ہوا تھا وہ اسی کے اندر اپنا قیمتی سامان اور تھیلا رکھا کرتی تھی۔ پس بوڑھی عورت نے اس کمرے میں دروازے کے پیچھے تھیلا چھپایا، بیٹھ گئی اور اس کے سامنے روزہ افطار کیا۔ ادھر چور دل میں سوچ کر کہنے لگا: بس ابھی وہ اس کمرے کو تالا لگائے گی اور سو جائے گی۔ میں اتروں گا اور دروازہ اکھیڑ کر تھیلا اٹھا لوں گا۔

چنانچہ عورت نے روزہ افطار کر لیا تو نماز پڑھنے کیلئے کھڑی ہو گئی اور اپنی نماز کو اس قدر لمبا کیا کہ آدھی رات گزر گئی چور حیران و پریشان ہوا اور ڈرا کہ اسے صبح نہ آ لے پس وہ گھر میں گھوما۔ اس نے ایک نئی چادر تلاش کر لی ساتھ ہی اسے خوشبودار دھونی میسر آ گئی لہٰذا اس نے چادر زیب تن کر لی اور دھونی کو جلایا اور آہستہ آہستہ اترنا شروع کر دیا اور بوڑھی عورت کو ڈرانے کی خاطر چیخنے لگا۔ جبکہ وہ مضبوط دل ودماغ کی مالک تھی کہاں ڈرنے والی تھی۔

وہ سمجھ گئی کہ وہ چور ہے۔ اس نے گھبراہٹ والی اور کانپتی ہوئی آواز کے ساتھ کہا یہ کون ہے؟ چور نے جواب دیا: میں اللہ رب العلمین کا قاصد جبریل ہوں۔ رب نے مجھے تیرے اس فاسق بیٹے کی طرف بھیجا ہے تاکہ میں اسے وعظ ونصیحت کروں اور اس کے ساتھ وہ معاملہ کروں جو اسے نافرمانیوں کے ارتکاب سے روک دے۔ بوڑھی عورت نے یوں ظاہر کیا کہ گھبراہٹ کی وجہ سے اس پر غشی طاری ہو گئی ہے اور اس نے کہنا شروع کر دیا۔ اے جبریل! میں تجھ سے درخواست کرتی ہوں کہ تو اسے اپنے ساتھ نہ لے جانا کیونکہ وہ میرا

اکلوتا بیٹا ہے۔

چور نے جواب دیا: میں اس کو قتل کرنے کیلئے نہیں بھیجا گیا۔ اس بوڑھی نے کہا: تجھے کس سلسلہ میں بھیجا گیا ہے؟ اس نے کہا: مجھے بھیجا گیا ہے تا کہ اسکا تھیلا لے لوں اور اس طریقے سے اسکے دل کو تکلیف پہنچاؤں اور جب وہ توبہ کر لے تو تھیلا اسے واپس کر دوں یہ سن کر بوڑھی عورت نے کہا: اے جبریل! اپنے کام کو کر گزرو اور تعمیل کرو اس حکم کی جو تمہیں دیا گیا ہے۔ اس نے کہا۔ دروازہ سے دور ہٹ جاؤ۔

چور نے آگے ہو کر خود دروازہ کھولا اور تھیلا و قیمتی سامان حاصل کرنے کیلئے اندر داخل ہوا اور اس کو لپیٹ کر باندھنے میں مصروف ہو گیا۔ بوڑھی عورت تھوڑا چلتی ہوئی آئی، دروازہ کھینچ کر بند کر دیا اور کنڈی لگا دی بعد ازاں ایک تالا لا کر لگا دیا۔

یہ دیکھ کر چور کی نگاہ میں موت کا منظر گھومنے لگا اور اس نے دیوار کو سوراخ کرنے یا جان چھڑانے والا کوئی حیلہ کرنے کا ارادہ کیا لیکن ناکام رہا۔ کہنے لگا: دروازہ کھول تا کہ میں باہر نکل سکوں تجھے یقین دلاتا ہوں تیرے بیٹے نے نصیحت حاصل کر لی ہے۔

بوڑھی عورت نے کہا: اے جبریل! میں دروازہ کھولنے سے اس لئے ڈرتی ہوں کہ اگر میں دروازہ کھولوں تو تیرا نور دیکھنے کی وجہ سے میری آنکھیں نہ چلی جائیں۔ چور نے کہا: میں اپنا نور بجھا لیتا ہوں، یہاں تک کہ تیری آنکھیں ضائع نہ ہوں گی۔ عورت نے کہا: اے جبریل تیرے لئے کوئی مشکل نہیں ہے کہ تو چھت سے نکل جائے یا اپنے پروں میں سے ایک پر مار کر دیوار کو پھاڑ دے اور مجھے میری آنکھوں کے ختم ہو جانے کی تکلیف نہیں نہ ڈال۔

چور نے محسوس کیا کہ یہ بڑی قوی عورت ہے لہٰذا اس نے عورت کے ساتھ نرمی کرنا شروع کر دی، اسے دھوکہ دینا چاہا اور توبہ توبہ کرنے لگا۔ عورت نے اس سے کہا: ایسی باتیں کرنا چھوڑ دے اب تیرا نکلنا دن طلوع ہونے کے ساتھ ہی ہو گا۔ اور اٹھ کر نماز کی نیت کر لی، چور اس سے درخواست کرتا رہا یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا اتنے میں اسکا بیٹا بھی آ گیا اسے ساری خبر معلوم ہو گئی اور اس کی ماں نے اسے مکمل بات بتا دی وہ پولیس افسر کو بلا لایا۔ اس نے دروازہ کھولا اور چور کو گرفتار کر لیا۔

241۔علی بن جہم کہتے ہیں کہ میں نے ایک لونڈی خریدی اور اس سے کہا: میں تجھے باکرہ (کنواری) گمان کرتا ہوں۔ اس نے جواب دیا: واثق باللہ کے زمانہ میں کثرت سے فتوحات ہوئیں۔ میں نے ایک رات اس سے کہا: ہمارے اور صبح کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟اس نے جواب دیا:بہت زیادہ چانے والے کی

میں نے سورج کو گرہن کی حالت میں دیکھا تو اس نے کہا: میرے محاسن اور خوبیاں ظاہر ہوگئیں۔لیکن اس نے نقب لگالی ایک رات میں نے اس سے کہا: آج رات ہم اپنی مجلس چاندکی روشنی میں کریں گے۔اس نے جواب دیا: کس چیز نے تمہیں سوکنوں کو جمع کرنے کا شوق دلایا ہے؟ وہ لونڈی زیورات کو ناپسند کیا کرتی تھی اور کہتی تھی: زیورات خوبیوں کو بھی اس طرح چھپالیتے ہیں جس طرح برائیوں کوڈھانپ لیتے ہیں۔

242۔متوکل باللہ کوایک لونڈی پیش کی گئی۔اس نے لونڈی سے کہا: کیا تو باکرہ (کنواری) ہے یا کچھ اور۔اس نے جواب دیا: اے امیر المومنین! لیکن کچھ اور ہوں خلیفہ ہنس پڑا اور اسے خریدلیا۔

243۔ایک دفعہ خلیفہ معتضد باللہ ایک لونڈی کی گود میں اپنا سر رکھ کر سو گیا۔لونڈی نے اس کے سر کے نیچے سرہانہ رکھا اور اٹھ کر چلی گئی۔

چنانچہ جب خلیفہ بیدار ہوا تو اس نے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ اور ناراض ہوا لونڈی نے جواب دیا: ہمیں تو اسطرح معلوم ہوا کہ سونے والے کے پاس بیٹھنے والا نہ بیٹھے اور بیٹھنے والے کے پاس سونے والا نہ سوئے۔خلیفہ معتضد نے اس کی طرف سے اس بات کو بہت اچھا سمجھا اور اسے معاف کردیا۔

244۔شیخ ابوالوفا ابن عقیل کے خط سے نقل کیا گیا ہے کہ ناقل نے کہا: ان کے ہم مذہب حنفی قاضی کی عادت یہ تھی کہ جب آپ کو گواہوں پر شک ہوتا تو انہیں جدا جدا کر کے گواہی سنتے چنانچہ ایک مرتبہ ان کے پاس ایک آدمی اور دو عورتوں نے اس معاملہ میں گواہی دی جس میں عورتیں بھی گواہ ہوسکتی ہیں تو حسب عادت آپ نے دونوں عورتوں کو علیحدہ علیحدہ کرنے کا ارادہ کیا تو ان دونوں میں سے ایک عورت نے کہا: آپ غلطی کر رہے ہیں کیونکہ اس

بارے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ترجمہ: ''ان دونوں (عورتوں) میں سے ایک دوسری کو یاد دلائے'' جب آپ نے ہمیں جدا جدا کر کے گواہی لی تو شرع کا معنی مقصود ختم ہو جائے گا۔ پس قاضی ایسا کرنے سے رک گئے۔

245۔ ذکر کیا گیا ہے کہ ایک آدمی نے بصرہ میں امام مبرد کو ایک جماعت کے ساتھ دعوت دی چنانچہ پردے کے پیچھے سے ایک لونڈی شعر گاتے ہوئے کہہ رہی تھی:

وقالوا لها هذا حبيبك معرضا فقالت الا اعراضه اليسر الخطب

''اور لوگوں نے اس سے کہا: یہ تیرا دوست اعراض کرنے والا ہے۔ تو اس نے یہ سن کر جواب دیا: خبردار اس کا اعراض کرنا تمام مصیبتوں سے زیادہ آسان ہے''۔

فما هي الا نظرة بتبسم فتصطك رجلاه ويسقط للجنب

''پس وہ نہیں ہے مگر مسکراہٹ کے ساتھ ایک نظر۔ پس اس کے پاؤں جکڑ دیئے جائیں گے اور وہ پہلو کے بل گر جائے گا''۔

246۔ ایک دن مامون الرشید عبداللہ بن طاہر پر ناراض ہوا۔ بعد ازاں ابن طاہر نے مامون کے پاس آنے کا ارادہ کیا۔ اتنے میں اسے اپنے ایک خاص دوست کا خط ملا جو صرف سلام پر مشتمل تھا۔ اور اس کے حاشیہ میں ''یا موسیٰ'' لکھا ہوا تھا۔

وہ خط کے اندر غور و فکر کرنے لگا لیکن اسکا معنی و اشارہ نہ سمجھ سکا تو اس سے ایک لونڈی نے کہا: جو کہ بڑی عقلمند تھی، تیرے دوست نے مراد لیا ہے:

يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ (قصص:20)

''اے موسیٰ! بے شک سردار لوگ سازش کر رہے ہیں آپ کے بارے میں کہ آپ کو قتل کر ڈالیں''۔

پس اس نے مامون کے پاس آنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

247۔ ایک آدمی کے سامنے دو لونڈیاں پیش کی گئیں جن میں سے ایک باکرہ تھی دوسری ثیبہ (شوہر دیدہ) چنانچہ وہ آدمی باکرہ کی طرف مائل ہوا۔ تو ثیبہ نے کہا: تو نے اس کے اندر اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا ہے۔ حالانکہ میرے اور اس کے درمیان ایک دن کا فرق ہے؟

(میں آج ثیبہ ہوں وہ کل ہوجائے گی) یہ سن کر باکرہ بولی: ''وَ اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ترجمہ:'' اور بے شک ایک دن جسے تم شمار کرتے ہو تیرے رب کے نزدیک ایک ہزار سال کا ہوگا۔

اپنی اس دلچسپ گفتگو سے ان دونوں نے آدمی کو خوش کر دیا اور اس نے ان دونوں کو خرید لیا۔

248۔جاحظ کہتا ہے کہ بغداد کے اندر میں نے ایک لونڈی سے پوچھا کیا تو باکرہ ہے؟ اس نے جواب دیتے ہوئے کہا: ہم کھوٹا ہونے (ثیبہ ہونے) سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ایک دلال عورت قوم کے پاس آئی اور کہا: میرے پاس ایک شادی کرنے کا خواہش مند آدمی ہے جو کہ لوہے کے ساتھ لکھتا ہے اور شیشے کے ساتھ مہر لگاتا ہے۔ وہ قوم والے اسے رشتہ دینے پر راضی ہو گئے اور اس کی شادی کردی جب دیکھا تو وہ حجام نکلا۔

249۔ایک دلال عورت نے مرد سے کہا: میرے پاس ایک ایسی عورت ہے گویا کہ وہ نرگس کا گلدان ہے۔ یہ سن کر اس آدمی نے اس عورت سے شادی کر لی۔

جب اس نے دیکھا تو وہ بوڑھی بدصورت عورت تھی۔ تو اس آدمی نے کہا: تو نے میرے سامنے جھوٹ بولا ہے اور مجھے دھوکہ دیا ہے۔ دلال عورت نے جواب دیا: قسم بخدا! میں نے جھوٹ نہیں بولا اور نہ ہی دھوکہ دیا ہے صرف میں نے اسے نرگس کے پھولدان سے اس لئے تشبیہ دی ہے کیونکہ اس کے بال سفید، چہرہ زرد اور پنڈلیاں پتلی سبز ہیں۔

250۔ایک آدمی ایک عورت کے گھر کے روشندان کے نیچے کھڑا ہوا کرتا تھا جبکہ وہ عورت اس کے کھڑے ہونے کو ناپسند کرتی تھی۔ عورت کہتی ہے: ایک دن وہ اس حال میں آیا کہ اس پر ریشمی قمیص تھی جس کو اس نے مطہری کے پاس دھویا تھا۔ اور اسے صاف کرنے کو زور زور سے پتھر پر مارا اور اس کے نیچے ایک رومی قمیص تھی۔ وہ کہتی ہے کہ لوگوں کے لئے سو سی لیموں ہیں اور ایک لیموں میں تیس رطل ہوتے ہیں اس عورت نے ایک تربوز نکالا اور اس آدمی کی طرف اشارہ کیا کہ ادھر آؤ یہ لے لو۔ چنانچہ وہ آیا اور روشندان کے نیچے کھڑا ہو گیا عورت نے کہا: اپنی گود کو مضبوطی سے پکڑ رکھنا ایسا نہ ہو کہ وہ گر کر ٹوٹ جائے۔ اس نے اپنی

گود کو پکڑا کہ تحفہ کے طور پر تربوز اس کی گود میں آنے والا ہے تو اس عورت نے تربوز نکالا گویا کہ وہ اس کو پھینکنے والی ہے لیکن اس نے اترجہ (لیموں) کو پکڑ کر اس گود میں دے مارا۔ اور اتنے وزنی کو اس زور سے مارا کہ زمین کے سوا کوئی چیز اسے روک کر لوٹا نہ سکی اس آدمی نے اپنے آپ کو سنبھالا اور شرمندہ ہو کر بھاگ گیا اور اس کے بعد واپس نہیں لوٹا۔

251۔ ایک بوڑھی عورت کسی میت پر رو رہی تھی۔ اس سے کہا گیا: کس وجہ سے یہ میت تیرے رونے کا حقدار ہوا؟ اس آدمی نے اس حال میں ہمارا پڑوس اختیار کیا کہ اس وقت ہمارے اندر کوئی آدمی نہیں تھا مگر اس کے لئے صدقہ حلال تھا۔

اور اب یہ اس حال میں فوت ہے کہ ہم میں سے کوئی آدمی ایسا نہیں مگر اس پر زکوۃ واجب ہے۔

252۔ ایک بڑے آدمی کی لونڈی تھی وہ پاکدامن ضرور تھی مگر وہ فحش مذاق کیا کرتی تھی۔ اس کے آقا نے اس سے کہا: مردوں کی موجودگی میں تو کم از کم اس فحش مذاق کو کم کر دے اس لونڈی نے جواب دیا ان کی موجودگی میں تو میں اس لئے مذاق کرتی ہوں کہ میری وجہ سے تو ان کے دراہم حاصل کرے۔ ایک مرتبہ حاضرین میں سے کسی نے اس لونڈی سے کہا جبکہ وہ بوڑھا آدمی تھا:

یا احسنَ الناس وجھا مِنّی علیّ بِقبلہ

''اے تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت چہرے والی! مجھے ایک بوسہ تو دیں دے''۔

اس نے برجستہ جواب دیا:

یا اسمج النّاس وجھا

واسخن الناس مُقلۃً

اذا سمحت لمارمتہ فانی بذلہ

''اے تمام لوگوں سے زیادہ برے چہرے والے اور تمام لوگوں سے زیادہ گرم آنکھوں والے۔ جب تو اپنی مراد پوری کرلے تو میں اسے خرچ کروں گی''۔

وکیف یوجد بین الجما والحشف وصلة

فلا تطف بالغوانی فلا یر دنك خملہ

''اور انگاروں اور راکھ کے درمیان کیسا تعلق پایا جاتا ہے۔ تو گانے والیوں کے طواف مت کیا کر تو ست ان کی مراد نہیں بن سکتا''۔

وکلّ شیخ تصابی علی الصبایا فابلہ

''ہر وہ بوڑھا آدمی جو بچوں والی حرکتیں کرتا ہے وہ بے وقوف ہے''۔

253۔ ایک آدمی جس لونڈی کو خریدنے کا ارادہ رکھتا تھا اس سے کہا: اور اس سے اس کی قیمت کا سوال کر دیا۔ کہا: اے لونڈی! کم دفعوا فیك؟ ''لوگوں نے تیری کتنی قیمت لگائی ہے''؟

اس لونڈی نے جواب دیا: وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ''اور تیرے رب کے لشکروں کو بس وہی جانتا ہے''۔

254۔ ابن جوزی کہتے ہیں کہ مجھے ابوالقاسم عبداللہ بن محمد کاتب نے بیان کیا ہے انہوں نے کہا: مجھے کوفہ کے ایک شریف آدمی نے بتایا ہے کہ یہاں ایک حسنی آدمی تھا جو اُدرع (بہادر) کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔ بہت زیادہ سخت دل والا تھا۔ راوی نے کہا ہے: کوفہ کے غیر آباد علاقوں میں کوئی چیز گزرنے والے مسافروں کے لئے ظاہر ہوا کرتی تھی جس میں آگ موجود ہوتی۔ کبھی وہ لمبی ہو جاتی اور کبھی چھوٹی ہو جاتی تھی۔ لوگ کہتے تھے کہ یہ ایک شرارہ ہے جس سے لوگ ڈرتے ہیں ادرع ایک رات سوار ہو کر اپنے کسی کام کے سلسلہ میں نکلا۔ ادرع نے خود مجھے بتایا ہے کہ سیاہی اور آگ نے آ کر مجھے روک لیا۔ اور وہ وجود میرے چہرے میں لمبا ہونا شروع ہو گیا لیکن میں نے اسے روک دیا۔ پھر اپنے آپ کی طرف متوجہ ہوا، میں نے دل میں کہا: یہ شیطان یا جنات کا اثر ہے۔ یا یہ انسان ہی ہے پس میں نے اپنے رب کو یاد کیا، اللہ کے نبی ﷺ پر درود پڑھا۔ اپنے گھوڑے کی لگام کو سنبھالا، اسے چابک مارا اور اسے اس شخص کے سامنے لایا تو اسکی لمبائی میں اضافہ ہو گیا، اس کے اندر کی روشنی بڑھ گئی یہ دیکھ کر گھوڑا بھاگنے لگا تو میں نے اسے مارا، گھوڑے نے اپنا آپ

اس کے اوپر گرا دیا۔ اس سے وہ شخص (وجود) چھوٹا ہونا شروع ہو گیا حتیٰ کہ وہ ایک آدمی کے قد کے برابر ہو گیا پس جب قریب ہوا کہ گھوڑا اسے اپنے بازوؤں میں لے کر مخلوط ہو جائے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلا میں بھی اس کے پیچھے حرکت کرنے لگا وہ ایک کھنڈر میں جا پہنچا اور اس میں داخل ہو گیا اللہ کے بھروسہ پہ میں بھی اس کے پیچھے داخل ہو گیا اچانک کیا دیکھا کہ اس کھنڈر میں ایک تہہ خانہ کے اندر وہ اتر گیا۔ میں بھی اپنے گھوڑے سے اترا، اسے باندھا اور اس تہہ خانہ کے اندر اس حال میں اترا کہ میری تلوار بے نیام تھی سو جب میں تہہ خانہ میں پہنچ گیا تو میں نے اس طرح کی حرکت محسوس کی کہ کوئی شخص ہے جو مجھ سے بھاگنا چاہتا ہے۔

فوراً میں نے اپنا آپ اس کے اوپر گرا دیا۔ اچانک میرے ہاتھ ایک انسان کے بدن پر جا پڑے میں نے اسے گرفتار کر لیا اور نکال کر باہر لے آیا۔ تو معلوم ہوا وہ سیاہ رنگ کی لونڈی ہے۔ میں نے کہا: بتا تو کیا چیز ہے ورنہ ابھی تجھے قتل کر دوں گا؟ اس نے جواباً کہا: سب سے پہلے تم بتاؤ انسان ہو کہ جن کیونکہ میں نے تجھ سے مضبوط دل والا کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے کہا: تو بتا تو کیا چیز ہے؟ اس نے کہا: فلاں قوم کی لونڈی ہوں جو کہ کوفہ میں رہتی ہے۔

اس کھنڈر میں اپنے آپ کو چھپا رکھا ہے۔ میرے دل میں یہ سوچ پیدا ہوئی کہ یہ حیلہ اختیار کروں اور لوگوں کو اس وہم کا شکار کر دوں کہ میں جنات میں سے ہوں یہاں تک کہ کوئی ایک بھی اس جگہ کے قریب نہ آئے۔ رات کو واردات کرتی ہوں۔ کوئی اپنا رومال چھوڑ جاتا ہے، کوئی چادر پھینک جاتا ہے اسے اٹھا لیتی ہوں اور دن کو جا کر اسے بیچتی ہوں اور کئی دن کی خوراک بنا لیتی ہوں۔ میں نے کہا یہ وجود کیا ہے جو لمبا اور چھوٹا ہوتا ہے اور یہ آگ کیسی ہے جو ظاہر ہوتی ہے؟ اس نے جواب دیا: میرے پاس ایک کالی لمبی سی چادر ہے جسے میں تہہ خانہ سے نکال کر لاتی ہوں اور لکڑیاں ہیں جنکو میں چادر کے اندر ایک دوسرے میں داخل کر لیتی ہوں اور اسے بلند کرتی ہوں تو وہ لمبا ہو جاتا ہے پھر جب میں اسے چھوٹا کرنا چاہتی ہوں تو لکڑیوں میں سے ایک ایک کر کے نکال لیتی ہوں تو وہ چھوٹا ہو جاتا ہے۔

اور آگ شمع کی ڈیوٹ ہے جو میرے پاس ہاتھ میں ہوتی ہے۔ میں صرف اسکا سرا اتنی

مقدار نکالتی ہوں کہ وہ چادر کو روشن کر دے اور اس نے وہ شمع، چادر اور لکڑیاں مجھے دکھائیں پھر اس نے کہا اس حیلہ کو بیس سے چند سال اوپر گزر گئے ہیں۔ کوفہ کے بڑے شہسواروں اور بہادروں کو میں نے روکا اور ہر ایک کے سامنے رکاوٹ بنی اور تیرے سوا کوئی بھی مجھ پر پیش قدمی نہ کر سکا تجھ سے زیادہ قوی دل والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا اور ع اس لونڈی کو سوار کر کے کوفہ لے آیا اور اس کے مالکوں کے حوالے کر دیا یہ بات بیان کی جاتی تھی اور اس کے بعد کبھی جنوں کا اثر نظر نہیں آیا۔ پس معلوم ہوا یہ بات برحق ہے۔

255۔ قاضی ابو حامد خراسانی نے کہا ہے کہ ابن عبدالسلام ہاشمی نے بصرہ میں ایک بہت بڑا گھر تعمیر کیا اور ساتھ والے چھوٹے گھر کو ساتھ ملائے بغیر اس کی تزئین مکمل نہ ہوتی تھی اور وہ چھوٹا گھر ایک بوڑھی عورت کا تھا۔ جو اسے بیچنے کو تیار نہ تھی ابن عبدالسلام نے اس کی قیمت کئی گنا دینے کی پیش کش بھی کی لیکن پھر بھی وہ اپنی بات پر ڈٹی رہی۔ اس نے اس کی شکایت کی میں نے کہا: یہ کام تو انتہائی آسان ہے میں اس پر بیع (بیچنا) لازمی قرار دیتا ہوں پس مجبور ہو کر تجھ سے اس کی قیمت لگانے کا سوال کرے گی پھر تم اس سے طلب کر لینا میں نے بوڑھی عورت سے کہا: اے ماں جی! یقیناً تیرے گھر کی قیمت اس سے کم ہے جو تجھے دی جا رہی ہے۔ اور انہوں نے اس قیمت کو کئی گنا بھی کیا ہے لہٰذا بہتر یہ ہے کہ تم وہ قیمت وصول کر کے مکان دینے پر راضی ہو جاؤ اگر تم نے اس پیشکش کو قبول کیا تو بر بنائے دعویٰ میں تیری جائیداد کو روک لوں گا۔

کیونکہ یہ تیری طرف سے زیادتی ہے۔

بوڑھی عورت نے جواب دیا: صدقے جاؤں۔ کیوں، تیرا یہ پتھر تو اس میں وزن کرنے والے ہر دس درہم کے برابر ہو اور میں اپنا گھر یوں ہی چھوڑ دوں۔ یعنی میرے مکان پر لگے پتھروں سے تیرا پتھر چھوٹا ہے جو دس درہم کے برابر ہے لہٰذا میرے مکان پر لگے ہر پتھر کی قیمت اس حساب سے لگائی جائے المختصر وہ اس کو بیچنے پر راضی نہ ہوئی اور مکان اس کے پاس ہی رہا۔

256۔ مبرد نے کہا ہے کہ یسار کواعب بنو حرث بن سعد بن قضاعہ کے آدمیوں کا غلام تھا۔

وہ ان کے اونٹوں کو چرایا کرتا تھا۔ اسے ان کی کچھ عورتوں کے ساتھ بھیجا گیا جبکہ وہ کالا تھا۔ تو ان کی ایک عورت نے اسے دھوکہ دیا اور اسے باور کرایا کہ اس نے اسے قبول کر لیا ہے اور ایک دن اس کے پاس آنے کا وعدہ کیا۔ اس بات کا علم اس کے چرواہے ساتھیوں میں سے ایک کو ہوا۔ اس یسار کو ان بکھیڑوں میں پڑنے سے روکا اور اس سے کہا: اے یسار! اپنے پناہ دینے والوں کا گوشت کھا اور اونٹنیوں کا دودھ پی۔ آزاد لوگوں کی لڑکیوں سے باز رہ۔ یسار نے اس کو جواب دیا: جب میں اس کے پاس گیا تو وہ ہنسی مسکرائی اور میرے ساتھ خوب دل لگی کی۔

چنانچہ یسار مقررہ دن میں اس کے پاس آیا۔ عورت نے کہا: اے یسار! اپنی جگہ ٹھہرے رہو یہاں تک میں آپ کو خوشبو لگاؤں پس وہ اس کی طرف ہوئی اور اسکا ناک اور کان کاٹ دیئے۔

بعد ازاں وہ اپنے منع کرنے والے دوست کی طرف لوٹ کر آیا تو اس نے اسے اجنبی سمجھ کر سوال کیا: تو کون ہے؟ ہلاک ہو! اس نے جواب دیا: میں یسار ہوں۔

اس نے کہا: یسار کیا اس کا ناک اور دونوں کان نہیں تھے؟ اس نے جواب دیا: تیرے لئے ہلاکت ہو کیا تو آنکھوں کی سفیدی نہیں دیکھتا ہے؟ یہ ضرب المثل بن گئی اسکا نام یسار الکواعب پڑ گیا اور وہی ہے جسکا ذکر ابن جریر نے اپنے کلام میں اس وقت کیا جب فرزدق نے بنی شیبان کی ایک عورت سے شادی کی اور اسکا مہر زیادہ کیا تو ابن جریر نے اس وجہ سے اسے عار دلاتے ہوئے کہا:

وانّی لا خشیٰ ان خطبت الیھم ...... علیك الّذی لاقیٰ یسار الکواعب

''اور مجھے ڈر ہے اگر تو مجھ کو نکاح کا پیغام بھیجے تو تیرے ساتھ بھی وہی ہو جو یسار الکواعب کے ساتھ ہوا''۔

257۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک لونڈی ہدیہ لے کر آئی۔ میں نے اس سے کہا: یقیناً تیرے مالک کو اس بات کا علم تھا کہ میں ہدیہ قبول نہیں کرتا۔ اس نے کہا: کیوں؟ میں نے کہا مجھے خوف ہے کہ اپنے ہدیہ کی وجہ سے مجھ سے علم طلب نہ کرے اس نے کہا:

لوگوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے بہت سارا علم حاصل کیا جبکہ وہ ہدیہ بھی قبول فرمایا کرتے تھے۔

چنانچہ میں نے اسے قبول کرلیا اور وہ لونڈی مجھ سے زیادہ سمجھدار (فقیہ) نکلی۔

258۔ کسی نے کہا کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ ایک آدمی کسی عورت کی محبت میں مبتلا ہو گیا پس وہ امام ابوحنیفہ کے پاس حاضر ہوا اور آپ کی خدمت میں عرض کی کہ اس کے پاس مال و دولت بہت کم ہے۔ اگر ان عورت والوں کو معلوم ہو گیا تو وہ اسکی شادی نہیں ہونے دیں گے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے کہا: کیا مجھے تو اپنا سامان بارہ ہزار درہم میں بیچنا چاہتا ہے اس نے جواب دیا: نہیں۔ آپ نے فرمایا اس قبیلے والوں کو بتا دینا کہ میں تجھے جانتا ہوں۔

چنانچہ وہ چلا گیا اور جا کر نکاح کا پیغام دیا۔ انہوں نے کہا: تجھے کون جانتا ہے؟ اس نے جواب دیا: امام ابوحنیفہ۔ وہ امام صاحب کے پاس آئے اور آپ سے اس کے بارے پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو اسے صرف جانتا ہوں کہ وہ ایک دن میرے پاس آیا اپنے ایک سامان کی قیمت لگوائی میں نے بارہ ہزار درہم بتائی لیکن وہ بیچنے پر رضامند نہ ہوا انہوں نے کہا اسکا مطلب ہے وہ اچھا بھلا مالدار ہے۔ لہٰذا انہوں نے اپنی لڑکی کا نکاح اس سے کر دیا۔

پس جب اس عورت کو اپنے خاوند کی حالت کا مکمل علم ہوا تو کہنے لگی: دل تنگ مت کرو یہ میرا مال ہے جیسے چاہو تصرف کرو۔ پھر وہ امام ابوحنیفہ کے پاس اپنے سامان اور زیورات سمیت چلی گئی۔ آپ سے اجازت طلب کی اور اندر داخل ہو گئی اور اپنے چہرے سے پردہ اٹھا دیا۔ آپ نے فرمایا نہیں پردہ کیئے رکھو۔ اس نے کہا: یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ میں ایک ایسی مشکل میں پھنس گئی ہوں جس سے تیرے علاوہ کوئی چھٹکارا نہیں دلا سکتا ہے۔ میں اس سبزی فروش کی بیٹی ہوں جو گلی کے آخر پہ رہتا ہے۔ میری عمر کافی ہو گئی ہے۔ مجھے خاوند کی ضرورت ہے اور میرا باپ میری شادی نہیں کرتا ہے۔ اور جو بھی میرے نکاح کا پیغام دیتا ہے اس سے کہتا ہے۔ میری بیٹی تو اندھی، خارش والی، اپاہج ہے۔ پھر میں اپنے چہرے، سر اور ہاتھوں سے پردہ ہٹاتی ہوں۔ وہ کہتا ہے: میری بیٹی لوکھی لنگڑی ہے اور میں اپنی پنڈلیوں سے کپڑا

ہٹاتی ہوں اب میں چاہتی ہوں آپ اس کی کوئی تدبیر میرے لئے ضرور کریں۔ آپ نے فرمایا: کیا تو میری زوجہ ہونے پر راضی ہو جائے گی؟ اس نے آپ کے قدم چومے اور کہنے لگی: میرے لئے آپ کی غلامی سے زیادہ عمدہ کیا بات ہو سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ کی حفاظت میں گھر چلی جا پس وہ چلی گئی۔

اس کے بعد وہ سبزی فروش آیا۔ آپ نے اسے پچاس دینار دیئے اور فرمایا: تم اپنی بیٹی کا نکاح میرے ساتھ کر دو اور سو دینار کے بدلے ایک تحریر لکھی تو اس سبزی فروش نے کہا: اے میرے آقا! پوشیدہ رکھو اس بات کو جسے اللہ نے پوشیدہ رکھا ہے میری ایک اور بیٹی ہے میں اسکا نکاح آپ سے کر دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں تم اس بات کو چھوڑو میں تیری خارش والی، اپاہج اور لنگڑی بیٹی کے ساتھ نکاح کرنے پر خوش ہوں۔

چنانچہ اس نے ڈیڑھ سو کی شرط پر آپ سے نکاح کر دیا اور چلا گیا جب اس رات کی شام ہوئی تو اسکے باپ نے ایک مخصوص جگہ پر اسے بٹھایا......

جب اسے امام ابو حنیفہ نے دیکھا تو فرمایا: یہ کیا ہے؟ تو سبزی فروش نے کہا: اس کی ماں سے گواہی لے لو اگر اس کے علاوہ میری کوئی بیٹی ہو۔ یہ سن کر امام صاحب نے فرمایا میں اسے تین طلاق سے چھوڑتا ہوں۔ میری تحریر مجھے واپس کر دو۔

اس کے بعد وہ عورت آپ کے پاس آئی تو آپ نے فرمایا تجھے کس چیز نے میرے ساتھ یہ مذاق کرنے پر ابھارا اس نے جواب دیا۔ اور آپ کو کس چیز نے اس پر تیار کیا کہ آپ ہمیں ایک کنگال آدمی کے ذریعے مصیبت میں ڈال دیں۔

259۔ مسترشد باللہ کے مؤذن ابوالحسن بیہقی کہتے ہیں کہ مسافر تاجروں میں سے ایک نے میرے سامنے یہ بات بیان کی اور کہا کہ عمرو بن عاص کی جامع مسجد میں ہم کئی ملکوں کے باشندے جمع ہو کر گفتگو کیا کرتے تھے۔ اسی دوران ایک دن ہم بیٹھے گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک ساریہ کی نسل سے ایک عورت ہمارے قریب آئی۔ تو اس سے ایک بغدادی تاجر نے کہا۔ تیرا کیا کام ہے؟ اس نے جواب دیا: میں اکیلی عورت ہوں۔ دس سال سے میرا خاوند مجھ سے غائب ہے اور میں نے اس کی کوئی خبر نہیں سنی۔ میں قاضی کے پاس گئی ہوں تا کہ وہ

میری شادی کر دیں لیکن وہ ایسا کرنے سے رک گئے حالانکہ میرے خاوند نے میرے لئے کوئی نفقہ نہیں چھوڑا اور اب مجھے ایک ایسا اجنبی آدمی چاہیے جو خود یا اسکے دوست گواہی دیں کہ میرا خاوند فوت ہو گیا ہے۔ یا اس نے مجھے طلاق دے دی ہے تاکہ میں شادی کر سکوں یا وہ کہے کہ وہ میرا خاوند ہے اور قاضی کے پاس مجھے طلاق دے تاکہ میں اپنی عدت کی مدت گزار کر شادی کر سکوں اس کی یہ گفتگو سن کر ہمارے ایک آدمی نے اس سے کہا: مجھے ایک دینار دے دے تاکہ میں تیرے ساتھ قاضی کے پاس چلوں اور قاضی سے کہوں کہ میں تیرا خاوند ہوں اور میں تجھے طلاق دیتا ہوں۔ یہ سن کر وہ رو پڑی اور راوی کہتا ہے اس عورت نے چار رباعیات نکال کر کہا قسم بخدا میں اس کے علاوہ کسی چیز کی مالک نہیں ہوں۔

چنانچہ اس آدمی نے وہی اس سے لے لئے اور اس کے ساتھ قاضی کی طرف چلا گیا۔

لیکن اس نے ہمارے پاس واپس آنے میں کافی دیر لگا دی جب دوسرے دن ہم اس سے ملے تو ہم نے اس سے کہا: کس چیز نے تجھے لیٹ کر دیا؟ اس نے جواب دیا:

یہ بات نہ پوچھ کیونکہ میں جس بات کا شکار ہوا اس کے ذکر کرنے میں رسوائی ہے۔ ہم نے کہا: ہمیں تو بتا۔ اس نے جواب دیا: میں اس کے ساتھ قاضی کے پاس حاضر ہوا تو اس نے میرے خلاف دعویٰ کر دیا کہ میں اسکا خاوند ہوں اور دس سال سے غائب ہوں اور مطالبہ کیا کہ میں اسکا راستہ چھوڑ دوں۔ اس بات پر میں نے اس کی تصدیق کی۔ قاضی نے اس سے کہا: کیا تو اس سے براءت (چھٹکارا) چاہتی ہے؟

اس نے جواب دیا: نہیں بخدا میرا اس پر مہر باقی ہے اور دس سال کا خرچہ بھی اس کے ذمہ ہے اور میں اس کی حقدار ہوں وہ لے کر رہوں گی۔ قاضی نے مجھ سے کہا: پہلے اسکا حق ادا کرو بعد میں تجھے اسکو طلاق دینے یا اپنے پاس رکھنے کا اختیار دیا جائیگا۔

یہ سن کر مجھ پر غشی طاری ہو گئی جو غمگینی و حیرانی طاری ہوئی اور میرے اندر بیان کرنے کی طاقت نہیں جو صورت میرے اس کے ساتھ پیش آئی اور نہ ہی اس بات میں میری تصدیق کی جائے گی۔ قاضی صاحب نے مجھے پولیس کے حوالے کر دیا۔ معاملہ دس دیناروں پر آ ٹھہرا جو اس نے مجھ سے لے لئے پھر میں نے وکلاء اور قاضی کے دوسرے کارندوں کو ان چار

رباعیات سے دیا اور اس سے جان چھڑائی۔ ہم اسکی اس کہانی کو سن کر بہت ہنسے وہ ازحد شرمندہ ہوا۔ مصر سے نکلا اور ایسا نکلا کہ اب تک اس کی کوئی خبر معلوم نہیں ہوئی۔

الفاظ کو حسین بنانے کی فراست

260۔ فراست کی خوبیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے گھر کے اندر خیزران کی لکڑیوں کا گٹھا دیکھا تو اس نے اپنے وزیر فضل ابن ربیع سے پوچھا یہ کیا ہے اس نے جواب دیا اے امیر المومنین! نیزوں کی لکڑیاں ہیں لیکن خیزران کا لفظ نہ کہا کیونکہ وہ خلیفہ کی ماں کا نام تھا۔

261۔ اور اس جیسی ایک اور مثال ہے کہ ایک خلیفہ نے اپنے بیٹے سے سوال کیا جبکہ اس کے ہاتھ مسواک تھی (ما جمع هذا)؟ (کس نے یہ جمع کیا ہے؟) اس نے جواب دیا اے امیر المومنین! یہ تیری اچھائیوں نے......

یہ مثالیں الفاظ کو خوبصورت بنانے میں فراست سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور یہ ایک عظیم باب ہے۔ جو بڑے بڑے لوگوں اور علماء کی توجہات کا مرکز رہا ہے۔ اور اس سلسلہ میں سنت مطہرہ کے اندر بھی دلائل وشواہد ملتے ہیں۔ اور حقیقت میں یہ عقل وذہانت کی خصوصیت ہے۔

262۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ وہ ایک رات مدینہ کی گلیوں میں گشت کرنے کیلئے تشریف لے گئے اچانک انہوں نے ایک خیمے کے اندر آگ جلتی ہوئی ملاحظہ فرمائی تو ٹھہر گئے اور فرمایا: یا اهل الضوء (اے روشنی والو) اور اس بات کو ناپسند کیا کہ آپ ''یا اهل النار'' (اے دوزخیو!) فرمائیں۔ اور ایک آدمی سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا ''هل كان'' (کیا وہ موجود ہے) تو اس نے جواب دیا ''لا'' (نہیں) اطال الله بقاء ك (اللہ تعالیٰ تمہاری زندگی دراز کرے) یہ سن کر آپ نے فرمایا تم نے علم حاصل کر لیا لیکن اسے سمجھ نہ سکے تم نے اس طرح کیوں نہیں کہا: ''لا وَ اطال الله بقاء ك''

263۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا آپ بڑے ہیں یا اللہ کے رسول ﷺ؟ تو آپ نے جواب دیا کہ ''هوا كبر منى وانا ولدت قبله'' (وہ مجھ سے بڑے ہیں لیکن میری ولادت ان سے پہلے ہوئی ہے)

264۔ روایت ہے کہ آپ نے ایک آدمی سے پوچھا کیا شادی ہوئی ہے؟ تو اس نے جواب دیا: "لا اطال اللہ بقاء ك" یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے علم حاصل کرلیا ہے لیکن اسے سمجھے نہیں تم نے یہ کیوں نہیں کہا: "لا واطال اللہ بقاء ك"

265۔ اس بارے قباث ابن اُشیم سے سوال ہوا تو اس نے جواب دیا کہ "رسول اللہ ﷺ اکبر منی وانا اسن منہ"

(اللہ کے رسول ﷺ مجھ سے بڑے ہیں لیکن میری عمر ان سے زیادہ ہے)

266۔ ایک قاضی کا ہم نشین نابینا تھا جب وہ اٹھ کر جانے کا ارادہ کرتا تھا تو قاضی صاحب فرماتے تھے: اے غلام! ابو محمد کے ساتھ جاؤ لیکن یہ نہ کہتے کہ "اسکا ہاتھ پکڑلو" راوی کہتا ہے: قسم بخدا! اس کا ذائقہ بالکل کڑوا نہیں ہے۔

267۔ اس سلسلہ میں جتنی حکایات بیان کی جاتی ہیں سب سے باریک معانی رکھنے والی یہ بات ہے کہ ایک خلیفہ نے ایک آدمی سے اسکا نام دریافت کیا؟ اس نے جواب دیا اے امیر المومنین! سعد نام ہے۔ خلیفہ نے پھر سوال کیا۔ ایّ السُّعُودِ أَنْتَ؟ (تو کون سی خوش بختی ہے؟) اس نے جواب دیا اے امیر المومنین! سعد السعود لك (سعادتوں والا سعد آپ کے لئے ہے)

وسَعْدُ الذّابح لِأعدائك (تیرے دشمنوں کو داغنے والا سعد)

وسعد بلع علی سماطك (وہ سعد جو تیرے عمدہ دستر خوان پر پلا ہے)

وسعد الأخبیۃِ لِسرِّكَ (تیرے راز کو چھپانے والا سعد)

خلیفہ یہ سن کر حیرت واستعجاب کے سمندر میں تیرنے لگا۔

268۔ یہ بات بھی اس سے خاصی مشابہت رکھتی ہے کہ معن بن زائدہ منصور کے پاس حاضر ہوا۔

وہ قدم قدم چلتا ہوا اس کے اس کے بہت قریب ہو گیا تو منصور نے اسے مخاطب کر کے کہا:

اے معن: تیری عمر بڑی ہو گئی ہے یا تو بوڑھا ہو گیا تو معن نے جواب دیا: اے امیر

المومنین! ساری عمر تیری فرمانبرداری میں ہی تو گزری ہے۔

خلیفہ اس نے کہا: انك لجلد (تو بڑا سخت آدمی ہے) اس نے جواب دیا: علی اعدائك (تیرے دشمنوں پر سخت ہوں) خلیفہ نے کہا: وانّ فیكَ لبقیة (تیرے اندر بڑی عمدہ صفات ہیں) تو اس نے جواب دیا: ھی لك (یہ آپ کیلئے ہی ہیں)

خوبصورت قول

اس بات کی اصل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہے: قُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَھُمْ: ''فرما دیجئے میرے بندوں کو کہ خوبصورت بات کہیں کیونکہ شیطان تمہارے درمیان جھگڑے ڈالتا ہے''۔

چنانچہ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَھُمْ سے مراد یہ ہے کہ جب تم ایک دوسرے سے ایسی باتوں کے ساتھ کلام کرتے ہو جو اچھی نہیں ہوتیں تو کئی لڑائیاں ایسی ہیں جن کا ایندھن وہم گمان کا پلندہ ہوتا ہے لیکن ان کو بھڑکانے والی بری کلام ہوتی ہے۔

اور صحیحین (بخاری و مسلم) میں ہے حضرت سہل بن حنیف کی حدیث ہے وہ فرماتے ہیں: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''لَا یقُولنّ احد کم خَبُثَتْ نَفْسِی وَلکن لِیقُلْ لَقَسَتْ نفسی'' (تم میں سے کسی آدمی کو خبثت نفسی کی بجائے لقست نفسی کہنا چاہیے)

حالانکہ خبثت، لقست اور غثت کے معانی ایک دوسرے کے قریب قریب ہی ہیں۔ کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے لفظ ''خبث'' کو اس کے بدمزہ ہونے کی وجہ سے ناپسند فرمایا ہے اور ایک ایسے لفظ کی طرف جانے کی رہنمائی فرمائی ہے جو اس سے اچھا ہے۔ اگرچہ اسکا مقصد صرف بولنے میں ادب سکھانا اور اچھے الفاظ استعمال کرنے اور اپنی روزمرہ باتوں میں برے الفاظ استعمال کرنے کو چھوڑنے کی رہنمائی کرنا ہے۔ جس طرح آپ ﷺ نے اپنے اخلاق وافعال و کردار میں اسی بات کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔

269۔ شیخ (ابن جوزی) نے کہا ہے: مجھے ابن شبیب نے بیان کیا ہے جو کہ وہ خلیفہ مستنجد باللہ کو ملا تو خلیفہ نے اس سے کہا: این شتیت؟ (تو نے سردیاں کہاں گزاری ہیں؟) اس

نے جواب دیا:عندك یا امیر المومنین (اے امیرالمومنین! آپ کے پاس ہی)
خلیفہ نے چاہا کہ شبیب کا غلط تلفظ کرے جبکہ اس نے ارادہ کیا کہ عبدک کا غلط تلفظ کرے اس
لئے خلیفہ نے ”شبیب کو شتیت“ کہہ دیا وہ سن کر سمجھ گیا تو اس نے عبدک کو ”عِندك“
کہہ دیا۔

270۔ ابوالفضل ربعی سے روایت ہے: وہ کہتے ہیں مجھے میرے باپ نے بتایا ہے۔ وہ
کہتے ہیں۔ ایک مرتبہ مامون الرشید نے اپنے عبد اللہ بن طاہر سے کہا: أیما أطیَبُ
مجلسی أو منزلك؟ (کون سی جگہ اچھی ہے میری محفل یا تیرا گھر) اس نے جواب دیا:
اے امیرالمومنین مَا عَدَلْتَ بِہ (جسکی طرف آپ توجہ کریں)۔ خلیفہ نے کہا۔ لیس لی
الی ھذا انما ذھبت الموافقة فی العیش واللّذة ”میرا اس سے یہ مطلب نہیں بلکہ
میرا مقصد یہ ہے کہ عیش اور لذت کے لحاظ سے کون بہتر ہے“

اس نے جواب دیا۔ میرا گھر اے امیر المومنین! خلیفہ نے کہا: ولم ذالك؟ (یہ
کیوں؟) اس نے جواب دیا: ”لا نّی فی مالك وأنا ھُھنا مملوك“ کیونکہ میں تیری
ملکیت میں ہوں میں یہاں غلام ہوں“۔

فراست کے مختلف پہلو اور طریقے

ایک دفعہ ایک مزدور کسی امیر کے سر پر کھڑا تھا۔ اچانک اسے قضائے حاجت کی
ضرورت ہوئی وہ چلا گیا۔

جب وہ اس سے فارغ ہو کر واپس آیا تو مالک نے سوال کیا تو کہاں تھا؟ تو اس نے
جواب دیا: أصوب الرّای (معنی کم عقل ہوں) یعنی لَا رَأیَ لِحاقِنٍ اس کا مطلب یہ ہے
کہ ”پیشاب روکنے والے کی رائے میں کوئی وزن نہیں ہوتا“ یہ مثل ہے جو ایسے شخص کے
لئے بولی جاتی ہے جو خود اپنے امر کا مختار نہیں ہوتا۔

ایک شیخ نے مجھے یہ بات بیان کی ہے اور کہا ہے کہ ایک آدمی کے پانچسو دینار چوری ہو
گئے۔ اس نے مشکوک افراد کو والی کے سامنے پیش کیا تو والی نے کہا: میں تم میں سے کسی کو
نہیں ماروں گا کہ تم میں سے چور چوری مان لے۔ بلکہ میرے پاس ایک ایسا دھاگہ ہے جو

اندھیرے کمرے میں کھینچ کر باندھ دیا گیا ہے چنانچہ تم سب کو اس کمرے میں داخل ہونا پڑے گا اور تم میں سے ہر ایک کو اس پر دھاگے کی ابتداء سے لیکر آخر تک اپنا ہاتھ پھیرنا لازمی ہوگا اور اس کے بعد وہ اپنا ہاتھ آستین میں چھپا کر آئے گا اور یہاں باہر نکالے گا کیونکہ دھاگے کی یہ خاصیت ہے کہ وہ اس آدمی کے ہاتھ پر لپٹ جائے گا جس نے چوری کی ہے۔ جبکہ اس نے دھاگے کو کوئلے کے ساتھ کالا کر رکھا تھا پس وہ اس کمرے میں داخل ہوئے اور ان میں سے ایک کے سوا تمام نے اپنے ہاتھ اندھیرے میں اس دھاگے پر پھیرے۔

جب وہ باہر نکلے تو والی نے ان کے ہاتھوں کو دیکھا، ایک کے سوا سب کے ہاتھ کوئلے سے سیاہ ہو چکے تھے۔ اس ایک پر والی نے مال لازم کر دیا۔ اور اس نے اقرار کر لیا۔

273۔ ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ بادشاہ کے وزیر فخر الملک کے سامنے ایک ایسے آدمی کا قصہ لایا گیا جس نے دوسرے آدمی کی چغلی کھائی تھی تو وزیر نے اس پر لکھا "السّعایة قبیحة وان کانت نصیحة" (یعنی چغلی کھانا بری چیز ہے اگرچہ وہ نری نصیحت ہو) پس اگر تو نے صرف کسی کو نصیحت سکھانے کیلئے بھی چغلی کھائی ہے تو اس میں تیرے نفع کی نسبت تیرا گھاٹا زیادہ ہے۔ اور میں کسی ممنوع کام میں دخل اندازی کرنے والا نہیں ہوں۔ میں کسی پردہ فاش کرنے والی بات کو پردے میں سننے والا نہیں ہوں اگر تو اپنے سفید بالوں کی پناہ میں نہ ہوتا تو میں تیرے افعال کا اس جرم سے مقابلہ کرتا اور تجھے ایسی سزا دیتا کہ تو لوگوں کیلئے مثال بن جاتا۔

اپنے اس عیب کو چھپانے کی کوشش کر اور اس ذات سے ڈر جو عالم الغیب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نیک اور بدکار دونوں کو دیکھنے والا ہے۔ اور وزیر ابو منصور بن جھیر نے ایک دن اپنے بیٹے ابو النصر بن صناع سے کہا۔ استعل بآداب والّا کنتَ ضانعابغراب (یعنی آداب سیکھ لے ورنہ تو دور از فہم باتیں بنانے والا ہوگا)

274۔ اور حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ مجھے اس عورت نے دھوکہ دیا جس نے راستہ میں پڑے ہوئے بٹوے (یا تھیلی) کی طرف اشارہ کیا تھا۔ اچانک اسکا اشارہ دیکھ کر مجھے گمان ہوا کہ یہ اسی کا ہے تو میں نے اٹھا کر وہ اسکو دینے کیلئے ہاتھ میں پکڑا ہی تھا کہ وہ

فوراً بولی اب اس کی اچھی طریقے سے حفاظت کرنا یہاں تک کہ اسکا مالک آ جائے۔

275۔جب کسریٰ ایران نے اپنے وزیر بزرجمہر کو قتل کیا تو اس کی بیٹی سے نکاح کرنے کی خواہش کی۔ یہ سن کر وزیر کی بیٹی نے ثقہ لوگوں سے کہا: اگر تمہارے بادشاہ میں معمولی سا بھی احتیاط کا پہلو ہوتا تو ''لما دخل بين شعاره ودثار ماثوره''

''وہ بالکل اپنی خاندانی شرافت کی موٹی چادر میں اور اپنی مملکت کی نشانیوں میں دخل اندازی نہ کرتا''۔

276۔ایک آدمی نے اس لونڈی سے یوں کلام کیا جسے وہ خریدنا چاہتا تھا۔

لا يريبك هذا الشيب الذى ترينه' فان عندى قرة عين

''یہ بڑھاپا تجھے کسی شک میں مبتلا نہ کرے جسے بظاہر تو دیکھ رہی ہے کیونکہ میرے پاس آنکھوں کی ٹھنڈک بھی ہے''۔

اس لونڈی نے ایسے جواب دیا۔ أيسر كأن عندك عجوزاً مغتلمة۔

''پھر مناسب یہ ہے کہ تیرے پاس ایک شہوت پرست بوڑھی عورت ہو''

277۔ابن مبارک بن احمد کہتے ہیں: ایک آدمی سختی اور غم واندوہ سے نجات حاصل کرنے کی خاطر نکلا اور قریبی پل پر جا کر بیٹھ گیا چنانچہ سبزہ زار کی طرف سے ایک ایسی عورت آئی جو مغربی جانب توجہ کئے ہوئے تھی اور ایک نوجوان آدمی نے اسکا استقبال کیا یعنی وہ اسکے سامنے آیا اور اس سے یوں گویا ہوا: ''اللہ تعالیٰ ابن جہم پر رحم کرے'' تو یہ سنکر اس عورت نے فوراً جواب دیا: ''اللہ تعالیٰ ابوالعلا معریٰ کو بھی اپنی رحمت سے نوازے'' وہ دونوں رکے نہیں ان میں سے ایک مشرق اور دوسرا مغرب کی جانب گزر گیا، یہ سارا ماجرہ دیکھ کر میں نے اس عورت کا پیچھا کیا اور جا کر اس سے کہا: اگر تو مجھے وہ بات نہیں بتائے گی جو تم دونوں نے کی ہے میں تجھے رسوا کروں گا اور تجھ سے الجھوں گا۔

اس نے جواب دیا: اس نوجوان نے مجھ سے جو'' رحم الله على بن جهم'' کہا تو اس سے اسکی مراد ابن جہم کا یہ شعر تھا۔

عیون المها بین الرصافة والجسر

جلبن الهوی من حیث أدری ولا أدری

''درد وسوز کی آنکھوں نے سبزہ زار اور پل کے درمیان محبت کو کھینچ لیا اس طرح کہ وہ جانتا ہے نہ میں جانتی ہوں'' اور میں نے معری کے لئے رحم طلب کرنے سے مراد اسکا یہ قول لیا:

ضیا دارھا بالحزن مزار ھا

قریب ولکن دون ذالك اھوال

''اے وہ آدمی جسکا گھر حزن وملال کی آماجگاہ ہے اس کا مزار قریب ہے لیکن اس کے سامنے کئی مصائب امتحانات موجود ہیں''

278۔ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے نقل کیا گیا ہے۔ اس میں وہ قول ہے جسکو ابن حمید نے یوں بیان کیا ہے ایک دفعہ ایک آدمی نے حضرت ابن مبارک کی موجودگی میں چھینک ماری لیکن الحمد للہ نہ کہا تو حضرت ابن مبارک اس سے فرمانے لگے جب آدمی کو چھینک آئے تو چھینک مارنے والا کیا کہتا ہے؟ اس نے جواب دیا: الحمد للہ آپ نے فورا فرمایا: ''یرحمك الله (اللہ تم پر رحم فرمائے)

279۔ ابن عون کے بارے میں منقول ہے ابو بکر قریشی نے کہا ہے کہ ہمیں ابن مثنی نے بیان کیا ہے کہ ابن عون ایک لشکر میں تھے تو صف مشرکین سے ایک آدمی نکلا اور اس نے دعوت مبارزت دی۔ دعوت مبارزت کو قبول کرتے ہوئے ادھر سے ابن عون اس کے سامنے اس حال میں تشریف لائے کہ آپ نے اپنے چہرے کو ڈھانپ رکھا تھا اور اسکو قتل کر دیا۔

پھر وہاں سے پیچھے ہٹ گئے۔ والی نے آپ کو پہچاننے کی بڑی کوشش کی لیکن پہچان نہ سکا۔

چنانچہ اس کے منادی نے ندا دی کہ میں اس شخص کو قسم دیکر کہتا ہوں جس نے اس مشرک کو قتل کیا ہے کہ وہ میرے پاس آئے پس حضرت ابن عون والی کے پاس آئے اور کہا کہ اس شخص پر واجب وضروری تو نہیں کہ وہ کہے: اس کو میں نے قتل کیا ہے۔

280۔ یحیٰی بن یزید سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک سپاہی حضرت ابن

عون کی محفل سے کسی آدمی کو تلاش کرنے کیلئے حاضر ہوا اور کہا: اے ابن عون! آپ نے فلاں آدمی کو دیکھا ہے؟ آپ نے جواب دیا: وہ ہر روز ہمارے پاس نہیں آتا ہے یعنی کبھی آتا ہے کبھی نہیں آتا۔ چنانچہ وہ آدمی یہ بات سن کر چلا گیا اور مطلوب آدمی کو چھوڑ گیا حالانکہ وہ محفل میں موجود تھا۔

281۔ ہشام بن کلبی کے بارے منقول واقعات سے ہے ہمیں محمد بن ابو السری نے خبر دی ہے انہوں نے کہا ہے: کہ ایک مرتبہ ہشام بن کلبی نے مجھے سے کہا کہ میں نے وہ چیزیں بھی یاد کیں جن کو کوئی آدمی یاد نہ کر سکا اور میں ان چیزوں کو بھول جاتا جنکو کوئی آدمی نہیں بھولتا۔

میرا ایک چچا تھا جو مجھے حفظ قرآن پر عتاب کیا کرتا تھا۔ تو میں ایک مکان میں داخل ہوا اور میں نے حلف اٹھایا کہ میں اس مکان سے باہر نہ آؤں گا جب تک قرآن حفظ نہ کرلوں تو میں نے تین دن میں قرآن کریم مکمل یاد کرلیا۔

اور ایک دن میں نے شیشہ کے اندر دیکھا کہ میں نے اپنی داڑھی کو پکڑا تاکہ مٹھی بھر کے نیچے سے لے لوں لیکن میں نے بھول کر مٹھی کے اوپر سے کاٹ دیا۔

282۔ سہل بن محمد سجستانی سے روایت ہے انہوں نے کہا ہمارے پاس اہل کوفہ سے ایک گورنر بن کر آئے جن سے زیادہ ماہر گورنر بصرہ کے اندر بادشاہ کے گورنروں میں میں نے کوئی نہیں دیکھا میں انکے پاس سلام کرتے ہوئے داخل ہوا۔ تو انہوں نے کہا: اے سجستانی! بصرہ کے اندر تم سب سے بڑا عالم کون ہے؟ راوی کہتے ہیں: زیادی، ہم میں اصمعی کے علوم کو زیادہ جاننے والا ہے مازنی ہم میں سے نحو کا بڑا عالم ہے، ہلال رائی والا ہم سب سے بڑا فقیہ ہے۔ شاد کونی ہمارا حدیث کا بڑھا الم ہے اور اللہ آپ پر خصوصی رحمتیں فرمائے میں علوم قرآنیہ سے زیادہ لگاؤ رکھنے والا ہوں ابن کلبی شروط لکھنے میں سب سے بڑھا ہوا ہے۔ آپ بتاتے ہیں:

اس نے اسی وقت اپنے کاتب کو بلایا اور لکھوایا جب دوسرا دن آئے سب میرے پاس جمع ہو جائیں۔

آپ بتاتے ہیں: ہم سب جمع ہو گئے۔ گورنر نے پکار کر کہا۔ تم میں سے مازنی کون

ہے؟ ابوعثمان (مازنی کی کنیت ہے) نے کہا: اللہ آپ پر رحم فرمائے، میں حاضر ہوں۔ اس نے سوال کیا۔ کیا کفارہ ظہار ادا کرنے میں کانا غلام آزاد کرنا جائز ہے؟ مازنی نے جواب دیا: میں فقہ کا علم رکھنے والا نہیں ہوں۔ میں تو عربی دان (صرف ونحو جاننے والا) ہوں پھر اس نے کہا۔ اے زیادی! اس عورت اور مرد کے درمیان فیصلہ وشرائط کیسے لکھی جائیں جس مرد نے اپنی عورت کے ساتھ اس کے مہر کی تہائی کی شرط پر خلع کیا ہو؟ انہوں نے جواب دیا: اس کا تعلق میرے علم سے نہیں یہ تو ہلال الرائی کا علم ہے۔ اس نے پکارا: اے ہلال! حضرت حسن بصری سے ابن عون نے کتنی سندیں بیان کی ہیں؟

اس نے جواب دیا: یہ میرے علم کا حصہ نہیں یہ تو شاذکونی کے علم کا جز ہے۔ گورنر نے کہا: اے شاذکونی اَلَآ اِنَّھُمۡ یَثۡنُوۡنَ صُدُوۡرَھُمۡ (سنو! وہ دہرا کر رہے ہیں اپنے سینوں کو) کس نے قرات کیا انہوں نے جواب دیا۔ یہ میرے علم سے متعلقہ نہیں ہے یہ ابوحاتم کے علم سے وابستہ ہے۔

گورنر نے کہا: اے ابوحاتم! امیر المومنین کی طرف کیسے لکھا جائے گا ایسا خط جس میں بصرہ والوں کی ضروریات اور ان کے پھلوں کو بیماری لگتی ہے اسکا ذکر کرے گا اور تو بصرہ والوں پر امیر المومنین کی جانب سے خصوصی شفقت وعنایت کا سوال کرے گا؟ انہوں نے جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، میں سیکرٹری شپ کا فن اور کتابت کا علم نہیں رکھتا میں تو حافظ قاری قرآن ہوں۔ گورنر کہنے لگے: یہ ایک آدمی کی حق میں کتنی بری بات ہے کہ وہ پچاس سال علمی دنیا سے وابستہ رہے لیکن اتنے عرصہ دراز میں وہ فقط ایک ہی علم میں مہارت حاصل کرے یہاں تک کہ اگر اس سے کوئی دوسرا سوال کر دیا جائے تو اس کے اندر اسکا آنا جانا نہ ہو بلکہ مس ہی نہ ہو لیکن آؤ ملاحظہ کرو کوفہ میں ہمارے عالم حضرت امام کسائی ہیں اگر ان سے یہ تمام سوالات کئے جائیں تو وہ ان میں سے ہر ایک کا شافی وکافی ووافی جواب دے دیں۔

283۔ ابن لیث سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ خراسانی آدمی نے ام جعفر کے وکیل مرزبان مجوسی کے ہاتھ چند اونٹ تیس ہزار درہم کے بدلے بیچے۔

چنانچہ اس نے اس کی قیمت ادا کرنے میں پس وپیش سے کام لیا اور اسے گرفتار کرلیا اس پر اس آدمی کو کافی عرصہ بیت گیا تو حفص بن غیاث کے کچھ ساتھی آئے اور انہوں نے اس سے مشورہ کیا۔ اس نے کہا: اس کے پاس جا کر اس سے کہہ کہ مجھے ہزار دے دے اور باقی مال میں تجھ پر موقوف کرتا ہوں اور مہلت دیتا ہوں۔

اور میں خراسان جارہا ہوں چنانچہ جب وہ ایسا کرے تو تم میرے پاس آنا یہاں تک کہ میں تیرے ساتھ مشورہ کرسکوں۔ اس آدمی نے ایسا ہی کیا وہ مرزبان کے پاس آیا۔ تو اس نے اس آدمی کو ہزار درہم ادا کردیئے پس وہ ہزار درہم لیکر دوبارہ اس آدمی کی طرف لوٹا اور اسے ساری بات بتائی تو اس نے کہا پھر اس کی طرف چلے جاؤ اور اسے جا کر کہہ دو جب کل تو اپنے گھر سے روانہ ہونے کے لئے اپنی سواری پر سوار ہوگا تو تیرا راستہ سیدھا قاضی کی طرف ہوگا۔ پس میں آؤں گا، ایک آدمی کو مال پر قبضہ کرنے کا وکیل بنا کر چلا جاؤں گا۔ جب وہ قاضی کی عدالت میں بیٹھ جائے تو قاضی کی موجودگی میں اس سے اپنے بقیہ مال کا مطالبہ کرنا پس اس آدمی نے ایسا ہی کیا تو قاضی نے اسکو قید کردیا لیکن ام جعفر اسے نکلوانا چاہتی تھی۔ اس نے ہارون الرشید سے کہا: تیرے قاضی نے میرے وکیل کو قید کردیا ہے۔ تو اسے حکم دے کہیں فیصلہ کرنہ دے۔

خلیفہ نے ام جعفر کے لئے دستی رقعہ لکھنے دینے کا حکم دیا۔ تو حفص کو اس بات کا علم ہوگیا۔ اس آدمی سے حفص نے کہا: جلدی جلدی اپنے گواہ پیش کروتا کہ امیر المومنین کا خط آنے سے پہلے میں مجوسی کے خلاف تیرے حق میں فیصلہ رجسٹرڈ کر والوں۔ پس خط والا آدمی بھی پہنچ گیا لیکن اس سے کہا گیا اپنی جگہ پر ٹھہرو۔ جب وہ فیصلہ رجسٹرڈ کر کے فارغ ہو گیا تو خط لیکر اس کو پڑھا۔ اور خادم خلیفہ سے کہا: سب سے قبل خلیفہ کو جا کر میرا اسلام پیش کرنا۔ پھر انہیں بتانا کہ آپ کا خط پہنچنے سے پہلے ہی فیصلہ نافذ کیا جاچکا تھا۔

284۔ ابن جوزی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ ایک آدمی نے ایک سردار کو وعظ و نصیحت کی اس امیر آدمی نے اس کی طرف پہلے ہی مال بھیج دیا تھا چنانچہ جب قاصد مال دیکر واپس آیا تو امیر کہنے لگا ہم سارے کے سارے شکاری ہیں صرف فرق یہ ہے کہ ہم میں سے

ہر ایک کے پاس اپنا اپنا شکار کھیلنے کے جال الگ الگ ہیں۔

285۔ اور کہا گیا ہے کہ جب سفاح اپنی بیعت لینے کے دن خطبہ دینے لگا تو عصا اسکے ہاتھ سے گر گیا تو اس سے بری فال پکڑی گئی۔

اسکا ایک ساتھی اٹھا، اس نے عصا کو پکڑا، اسے پونچھا اور اس نے دیا پھر اس نے شعر پڑھا:

فالقت عصاها استقرت بها النوی كما قر عينا بالایاب المسافر

"اس کا عصا گر گیا جس کے باعث اس کی نیت کو قرار آ گیا جیسے مسافر کے واپس لوٹنے سے آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں"۔

یہ سن کر خلیفہ از حد خوش ہوا اور اس آدمی کی عزت کی۔

286۔ شعبی سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ اولاد علی میں سے ایک آدمی نے اپنی بیوی سے کہا۔ امرك بيدك (تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے) پھر شرمندہ ہوئے۔ یہ دیکھ ان کی بیوی کہنے لگی: قسم بخدا! میرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہوتے ہوئے بیس سال کا طویل عرصہ گزر چکا ہے لیکن تو نے اس کی خوب خوب حفاظت کی اور اس کو سنبھال کے رکھا۔ اور اب یہ میرے ہاتھ میں دن کی ایک گھڑی کے لئے آیا ہے تو میں بھی ہرگز ہرگز اسے ضائع نہیں کروں گی یہ لو میں نے وہ معاملہ دوبارہ تمہارے ہاتھ میں دیا۔

اس خوش بخت بیوی کے قول کو سن کر آپ بہت خوش ہوئے اور اس کو اپنے ساتھ رکھ لیا۔

287۔ ایک شاعر چند عورتوں کے پاس سے گزرا۔ ان کی شان و شوکت نے اسے خوش کر دیا۔ تو اسی خوشی کا اظہار اپنے اشعار کی صورت میں کرنے لگا:

ان النساء شياطين خلقن لنا نعوذ بالله من شر الشياطين

"بے شک عورتیں ایسے شیاطین ہیں جن کو ہماری خاطر پیدا کیا گیا ہے۔ ہم ان شیاطین کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں"۔

راوی کہتا ہے: ان میں سے ایک عورت اسکا جواب دیتے ہوئی بولی:

ان النساء رياحين خلقن لكم وكلكم ليشتهی شم الرياحين

"بے شک عورتیں پھولوں کی مانند ہیں جن کو تمہارے لئے پیدا کیا گیا ہے اور تم

میں سے ہر ایک پھولوں کو سونگھنا پسند کرتا ہے''۔

288۔ ایک بدوی سے کہا گیا۔ کیف اصبحت؟ (تو نے کس حال میں صبح کی ہے؟) تو اس نے جواب دیا:

اصبحت واری کل شیء منی فی ادبار وادباری فی اقبال

''میں نے اس حال میں صبح کی ہے کہ میری پیچھے والی ہر چیز آگے اور آگے والی پیچھے محسوس ہو رہی تھی''۔

289۔ مہدی بن سابق سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی کسی آدمی کی طرف جانے کا ارادہ کرتے ہوئے آگے بڑھا۔ جبکہ اس آدمی کے سامنے انجیر کا تھال موجود تھا۔ جوں ہی اس آدمی نے دیہاتی کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو انجیر اپنی چادر کے ساتھ چھپا دیے جبکہ دیہاتی اسکا سارا عمل دیکھ رہا تھا۔ دیہاتی آکر اس کے سامنے بیٹھ گیا تو اس آدمی نے اس سے کہا: کیا تو قرآن کریم میں سے کوئی چیز خوبصورت انداز میں پڑھ سکتا ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں۔ اس آدمی نے کہا پھر پڑھو۔ تو وہ پڑھنے لگا ''وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ ۙ﴿۱﴾ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ یہ سن کر اس آدمی نے پوچھا: انجیر کہاں ہیں؟ اس نے جواب دیا: وہ تیری چادر کے نیچے پڑے ہیں۔

290۔ ابوبکر صولی کہتے ہیں: ہمیں ابو العینا نے بیان کیا ہے۔ انہوں نے کہا: افشین، ابودلف سے حسد کرتا تھا اور اس کی بہادری و دلیری کی وجہ سے اس کے ساتھ بغض و عناد رکھتا تھا۔ چنانچہ وہ اس کے خلاف دھوکہ بازی سے کام لینے کے لئے کوششیں کرنے لگا حتی کہ ایک دن اس کے خلاف افشین کے پاس حیات و قتل کی گواہی دے دی گئی پس جلاد کو ابو دلف کا سر قلم کرنے کے لئے بلا لیا گیا تو یہ بات ابن ابوداؤد کو جا پہنچی، وہ اس کے پاس آنے کی خاطر اپنے موجود دوستوں سمیت سوار ہوا۔ اور افشین کے پاس آیا۔ پھر اس سے کہا: میں تیری طرف امیر المومنین کا قاصد بن کر آیا ہوں۔ انہوں نے تجھے یہ حکم دیا ہے کہ تو قاسم بن عیسیٰ (ابودلف) کے سلسلہ میں کوئی کارروائی نہ کرنا یہاں تک کہ اسے صحیح و سلامت ان کے پاس پہنچا دے۔

پھر وہ عادل گواہوں کی طرف منہ کر کے کہنے لگا: تم گواہ بن جاؤ کہ میں نے امیر المومنین کا پیغام اس تک پہنچا دیا ہے۔ افشین نے اس کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھایا۔

ابن ابوداؤد وہاں سے چل کر سیدھا معتصم باللہ خلیفہ وقت کے پاس پہنچا اور کہا: اے امیر المومنین! آج میں نے آپ کی طرف سے وہ پیغام دیا ہے جو آپ نے مجھے نہیں کہا تھا لیکن میں اس سے بہتر اور کوئی عمل شمار نہیں کرتا۔ اور میں اس کے سبب آپ کے لئے جنت کا امیدوار ہوں۔ پھر خلیفہ کو سارا قصہ کی خبر دی پس خلیفہ نے اس کی رائے کو سراہا اور درست قرار دیا۔ اور قاسم کو اپنے پاس حاضر کرنے کیلئے قاصد کو روانہ کیا۔ جب وہ حاضر ہوا تو اسے آزاد کر کے عطیات سے نوازا۔ اور افشین کو اس کے غلط ارادے پر خوب سرزنش کی۔

291۔ تنوخی سے روایت ہے انہوں نے میرے باپ سے روایت کیا۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے سائب کے بڑے قاضی صاحب کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہمارے شہر میں ایک مستورالحال (جسکا عادل وغیر عادل ہونا پوشیدہ ہو) آدمی موجود تھا۔ قاضی صاحب نے اسکا قول قبول کرنا چاہا اور اس کے بارے چھان بین کی۔ چنانچہ قاضی صاحب کے سامنے اعلانیہ اور خفیہ دونوں طریقے سے اسکا تزکیہ (پاکی بیان کرنا) کر دیا گیا اپنی مجلس میں گواہی قائم کرنے کیلئے قاضی صاحب نے اس کی طرف پیغام بھیجا۔ اور قاضی صاحب اپنی مسند قضاء پر براجمان ہوئے۔ وہ آدمی آیا۔ لیکن جب اس نے گواہی دینے کا ارادہ کیا تو قاضی صاحب نے گواہی قبول کرنے سے انکار کر دیا چنانچہ قاضی صاحب سے اسکا سبب دریافت کیا گیا، تو انہوں نے جواب دیا: یہ ہر روز میرے پاس آیا کرتا تو میں اس کے قدم گنتا اس جگہ سے جہاں اسپر میری نظر پڑتی تھی حتی کہ وہ دروازہ سے گزر کر میری مجلس میں پہنچ جاتا۔ لیکن آج جب میں نے اسے بلایا۔ اور وہ آیا تو میں نے اس سابقہ جگہ سے اس کے قدم شمار کرنے شروع کر دیئے تو مجھے معلوم ہوا کہ تین یا تقریباً اتنے ہی قدم زیادہ بنے تو میں سمجھ گیا کہ یہ ریاکار ہے اور میں نے اس کی گواہی قبول نہیں کی۔

292۔ ایک گورنر کے پاس دو ایسے آدمی پیش کئے گئے جن پر چوری کا الزام لگایا گیا تھا۔ تو اس نے حکم دیا کہ پانی کا ایک لوٹا لایا جائے جب وہ لایا گیا تو اس نے اپنے ہاتھ میں اسے

پکڑا پھر اسے جان بوجھ کر پھینک دیا اور وہ ٹوٹ گیا۔ یہ منظر دیکھ کر ان میں سے ایک کانپنے لگا۔ لیکن دوسرا ثابت قدم رہا اور اس میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔ گورنر نے اس آدمی سے جو گھبرا گیا کہا: جا چلا جا۔ اور دوسرے سے کہا: چوری شدہ مال حاضر کر دے۔

گورنر سے دریافت کیا گیا: آپ کو کہاں سے معلوم ہوا؟ اس نے جواب دیا۔ چوری، مضبوط دل والا کرتا ہے۔ وہ ڈرتا نہیں اور اس بری الذمہ آدمی کو دیکھا جاتا ہے کہ اگر گھر میں کوئی چوہیا بھی حرکت کرے تو اسے پریشان کر دیتی ہے اور اسے چوری کرنے سے روک دیتی ہے۔

293۔ ہمیں مدائنی نے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ مطلب بن محمد الحنظی مکہ مکرمہ کے قاضی تھے۔ اور اس کے پاس ایک ایسی عورت پیش ہوئی جس کے چار خاوند یکے بعد دیگرے فوت ہو گئے چنانچہ جب پانچواں مرض موت میں مبتلا تھا تو وہ عورت اس کے سر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی تو مجھے اب کس کے سپرد کر کے جا رہا ہے؟

اس نے جواب دیا: میں تجھے چھٹے بدبخت کے سپرد کر رہا ہوں جو آئندہ تیرا خاوند ہوگا۔

294۔ ایک قوم جنگ لڑ رہی تھی اس حال میں کہ ان کے پاس ہاتھی تھے وہ اپنے دشمن پر غالب آنے لگے تو ان کے دشمن کو کسی آدمی نے مشورہ دیا کہ وہ خنزیر پکڑ کر لے آئیں اور اسے مارنا شروع کر دیں۔ جب ہاتھی اس کی مار کی وجہ سے نکلنے والی آواز سنیں گے تو خود بخود بھاگ جائیں گے۔

295۔ ایک آدمی اپنے پاس ایک بلا اپنی گود میں لے کر آیا اور تلوار لے کر ہاتھی کی طرف دوڑ پڑا۔ جب وہ ہاتھی کے قریب پہنچا تو بلے کو سیدھے اس کے منہ پر پھینک دیا تو ہاتھی اس وجہ سے پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگا اور جو کہ اس کے اوپر لدا ہوا تھا سب یکے بعد دیگرے گرنے لگے۔ یہ دیکھ کر مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور یہی چیز دشمن کی شکست کا سبب بن گئی۔

حضرت امام بخاری کی ذہانت و عقلمندی

196۔ حافظ ابو احمد بن عدی نے کہا ہے۔ اسی طرح ان کی کتاب ''التاریخ'' جلد 2، ص 21,20 میں ہے۔ جذوۃ المقتبس کے ص 129,128، وفیات الاعیان جلد 1، ص 649۔

طبقات جلد 2، ص 6، مقدمہ ابن خلدون جلد 2، ص 200 پر ہے۔

میں نے کئی مشائخ کو حکایت کرتے ہوئے سماعت کیا کہ حضرت محمد بن اسماعیل بخاری رحمتہ اللہ علیہ بغداد آئے تو ان کے بارے میں اصحاب حدیث نے سنا اور وہ سارے اکٹھے ہوئے اور انہوں نے آپ کی قوت حافظہ کا امتحان کرنا چاہا۔ انہوں نے سو احادیث اکٹھی کیں اور ان کے متن اور سندیں تبدیل کر دیں اور اس سند کے متن کو اس سند کے ساتھ اور اس متن کی سند کو اس دوسرے متن کے ساتھ ملا دیا۔ اور یہ سو احادیث انہوں نے دس آدمیوں کو تقسیم کیں۔ اور ان میں سے ہر ایک کو دس دس احادیث ذمے لگا دیں۔ اور انہیں کہا کہ جب وہ امام بخاری کی مجلس میں پہنچیں۔ تو اسطرح ان احادیث کو ان پر پیش کریں۔ اور مجلس قائم کرنے کیلئے وقت مقرر کر لیا۔

لہٰذا اس مجلس حدیث میں مشہور ترین محدثین کی جماعت تشریف لائی جن میں سے بعض کا تعلق اہل خراساں سے تھا اور کچھ اس کے علاوہ تھے۔ اور بغدادی بھی سب حاضر ہوئے۔

جب مجلس پوری طرح بھر گئی اور تمام اپنے اپنے مقام پر آرام سے بیٹھ گئے۔

ان دس آدمیوں میں سے ایک کھڑا ہوا اور ان منتخب شدہ احادیث میں سے ایک حدیث پڑھ کر دریافت کیا تو امام بخاری نے جواب دیا: میں تو اس حدیث کے بارے میں نہیں جانتا پھر اس نے آپ سے دوسری حدیث کے بارے پوچھا۔ تو آپ نے "لا اعرفه" فرمایا۔ پھر وہ آدمی مسلسل آپ پر احادیث یکے بعد دیگرے پیش کرتا رہا یہاں تک کہ اپنی دس پوری کر کے فارغ ہو گیا امام بخاری "لا اعرفه" فرماتے رہے۔ مجلس کے اندر بڑی سمجھ کے مالک جتنے محدثین تشریف فرما تھے وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے۔ آدمی تو کمال سمجھ والا ہے لیکن ان کے علاوہ دوسرے لوگ حضرت امام بخاری کے خلاف عجز و کوتاہی اور قلت فہم کے فیصلے صادر کرنے لگے۔ پھر ان دس آدمیوں میں سے دوسرا آدمی اٹھ کر سامنے آیا۔ اور اس نے آپ سے ان تبدیلی کردہ احادیث میں سے ایک کے بارے میں آپ سے سوال کیا تو آپ نے جواب دیا: لا اعرفه (میں اس حدیث کو نہیں پہچانتا) تو اس نے دوسری کے بارے سوال کیا۔ آپ نے "لا اعرفه" جواب دیا۔

وہ آدمی مسلسل آپ پر احادیث پہ حدیث پیش کرتا گیا آپ لا اعرفه فرماتے رہے۔ حتی کہ وہ بھی اپنے حصے کی دس احادیث پیش کر کے اپنی ڈیوٹی پوری کر گیا پھر تیسرا کھڑا ہوا۔ پھر چوتھا حتی کے سارے کے سارے اپنی اپنی باری پر آتے رہے اور ایک انداز میں احادیث پیش کرتے رہے۔ اور امام بخاری وہی ایک ہی جواب ارشاد فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ سارے تبدیل کی ہوئی احادیث سنا کر فارغ ہو گئے لیکن امام بخاری نے اپنے پہلے کلمات (لا اعرفه) پر ایک کلمہ کا بھی اضافہ نہ کیا۔

جب امام بخاری کو علم ہوا کہ وہ فارغ ہو چکے ہیں تو آپ ان میں سے پہلے کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ہاں تیری پہلی حدیث تو نے اس کو اس طرح پڑھا۔ لیکن وہ درست اس طرح ہے اور تیری دوسری حدیث تو نے اس کو اس طرح ذکر کیا حالانکہ وہ صحیح اس طرح ہے اور تیسری اور چوتھی پے در پے یہاں تک کے تمام دس احادیث کو اسی طرح بتا دیا اور ہر متن کو اس کی اصل سند کی طرف لوٹا دیا۔ اور ہر سند کو اس کے اصل متن کے ساتھ ملا دیا۔ اور دوسرے آدمیوں کے ساتھ بھی اسی طرح کیا اور تمام کی تمام (سو) احادیث کے متنوں کو ان کی اصل سندوں اور ان کی سندوں کو ان کے اصل متنوں کے ساتھ لاحق کر دیا۔ یہ دیکھ کر تمام لوگ آپ کی قوت حافظہ کے اقراری بن گئے۔

اور تمام نے آپ کی فضیلت و بزرگی کا یقین کر لیا۔

اس کو مختصر طور پر مفتاح السعادہ جلد 2، ص 5,6 پر بھی ذکر کیا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر صاحب نخبۃ الفکر نے فرمایا:

یہ بات عجیب نہیں کہ انہوں نے غلط احادیث (بیان کردہ) کو درست طور پر بیان کر دیا کیونکہ وہ حافظ الحدیث تھے۔ ایسا کرنا ان کے لئے مشکل نہ تھا۔

بلکہ اس سے زیادہ تعجب والی بات یہ ہے کہ آپ نے ان غلط بیان کردہ احادیث کو ایک بار سن کر یاد کر لیا اور اسی ترتیب کے ساتھ جیسے انہوں نے بیان کی تھیں۔

اور ان کے لئے ایسے واقعات سمرقند و بصرہ وغیرہ میں سے ہر شہر میں پیش آئے جن میں آپ سرخرو ہوئے اور اپنے حافظ کی خوب داد وصول کی۔

اس میں اور بھی بڑے بڑے فوائد موجود ہیں جو کسی بھی روشن دماغ آدمی پر مخفی و پوشیدہ نہیں ہیں۔

علماء عرب کی فراست وذہانت

297۔عیسیٰ بن عمر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک اعرابی بحرین کا والی بنا تو اس نے وہاں کے یہودیوں کو جمع کیا اور کہا: تم لوگ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا۔ ہم نے انہیں قتل کر دیا اور سولی پر لٹکا دیا۔ راوی کہتا ہے: ان کا یہ جواب سن کر اعرابی نے ان سے کہا: کوئی حرج نہیں۔ لیکن کیا تم نے ان کی دیت ادا کی؟

انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ اعرابی نے کہا: قسم بخدا۔ تم میرے پاس سے نہیں نکل سکو گے جب تک کہ میرے پاس ان کی دیت جمع نہ کرادو چنانچہ ایسا ہی ہوا وہ وہاں سے دیت ادا کر کے باہر آئے۔

298۔ابن قتیبہ سے روایت ہے: وہ کہتے ہیں کہ بصرہ کے نواحی ایریا میں ابوالعاج والی مقرر تھا۔ نصاریٰ میں سے ایک آدمی ان کے پاس لایا گیا آپ نے پوچھا: تیرا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: بنداد شہر بنداد یہ سن کر کہا: تم آدمی تین ہو (صرف نام کو سامنے رکھ کر) اور جزیہ ایک کا دیتے ہو۔ اللہ عظیم خدا کی قسم ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ اور اس آدمی سے تین کا جزیہ وصول کیا۔

299۔راوی کا بیان ہے۔ تبالہ نامی آدمی کو والی بنادیا گیا تو وہ منبر پر آیا۔ نہ حمد بیان کی اور نہ ہی ثنا پڑھی یہاں تک کہ کہنے لگا: بے شک امیر المومنین نے مجھے تمہارے شہر کا والی بنایا ہے۔ قسم بخدا! میں اپنی اس آواز کو ہی حق جانتا ہوں، میرے پاس ہرگز نہ لایا جائے گا کوئی ظالم یا مظلوم مگر میں ان دونوں کو سزا دوں گا یہ سن کر لوگ ایسے خوفزدہ ہوئے کہ آپس میں مل بیٹھ کے صلح و فیصلہ کر لیا کرتے تھے لیکن اس کے پاس کوئی معاملہ نہ لے جاتے۔

300۔حاجب بن زرارہ نے ایک مرتبہ کسریٰ کے پاس حاضر ہونے کی اجازت مانگی تو حاجب نے اجازت مانگتے وقت کہا: تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا: میں عربی آدمی

ہوں۔اسے اجازت دے دی گئی چنانچہ جب وہ کسریٰ کے سامنے جا کھڑے ہوئے تو اس نے آپ سے سوال کیا: تو کون ہے؟ تو آپ نے جواب دیا میں عرب کا سردار ہوں۔ اس نے کہا: کیا تو نے پہرے دار کو یہ نہیں کہا۔ میں عرب کا ایک عام آدمی ہوں۔ آپ نے جواب دیا۔ کیوں نہیں لیکن جب میں بادشاہ کے دروازے پر کھڑا ہوا تو ان میں سے ایک تھا۔ اور جب میں اب بادشاہ کے پاس پہنچ گیا ہوں تو میں ان کا سردار بن گیا ہوں یہ سنکر کسریٰ ایران نے کہا۔ بہت خوب۔

301۔ جاحظ نے کہا ہے کہ ایک آدمی نے ایک دیہاتی سے کہا: کیا تو اسرائیلیوں سے مذاق کرتا ہے؟ اس نے جواب دیا: پھر تو میں بڑا برا آدمی ہوں (اگر ان سے مذاق کرتا ہوں) اس نے کہا: کیا تو فلسطین پر حملہ کرتا ہے؟ اس نے جواب دیا: پھر تو میں بڑا قوی آدمی ہوں اس نے کہا: شاعر ابوصاعد نے غنویٰ کی طرف ایک رقعہ لکھا۔ جس میں درج تھا:

میں نے خواب میں دیکھا کہ میں گھوڑے کا مالک ہوں۔ اور وہ میرا حصہ ہے جبکہ میری ہتھیلی میں دنانیر ہیں۔

ایک قوم نے کہا جسے علم و معرفت حاصل تھا۔ میں نے اچھی خواب دیکھی ہے خوابوں کی بھی تفسیریں ہوتی ہیں۔

تو اپنی خواب کو دار الامیر میں بیان کر وہاں تو اس کی حقیقت کو پالے گا اور نیک فال کی بشارت ہوتی ہے۔

چنانچہ جب اس نے اس کو پڑھا تو اس کی پشت پر لکھ دیا: اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ (یوسف:44) ''یہ خواب پریشان ہیں اور ہم پریشان خوابوں کی تعبیر جاننے والے ہیں''۔

302۔ راوی کا قول ہے کہ ایک آدمی نے ابوعثمان مازنی کے سامنے اپنا ایک شعر پڑھا اور پوچھا: آپ اسے کیا دیکھتے ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا: میرا خیال ہے تو نے اس کو اپنے پیٹ سے نکالنے کیلئے خاصا عمل کیا ہے کیونکہ اگر تو اس کو اپنے پیٹ میں رہنے دیتا تو یہ تجھے شک میں ڈال دیتا۔

303۔ یہ بات بھی بیان کی گئی: ایک دیہاتی ایک مرتبہ کشتی میں سوار ہوا تو جلد ہی اسے قضائے حاجت کی ضرورت پیش آ گئی۔ وہ زور زور سے پکارنے لگا: الصَّلٰوۃ الصَّلٰوۃ (نماز کا وقت ہو گیا لہٰذا کشتی روک کر مجھے اتار دو) ملاح کشتی کو ساحل کے قریب لے گئے، وہ نکلا، قضائے حاجت کی پھر واپس آ گیا اور کہا: اب چلو تمہاری نماز کچھ وقت کے بعد ہو گی۔

304۔ ایک اعرابی ایک قوم کے پاس ٹھہر کر ان سے ان کے نام پوچھنے لگا تو ان میں سے ایک نے کہا: میرا نام وثیق (با اعتماد) ہے دوسرا بولا: میرا نام منیع (محفوظ) ہے تیسرا کہنے لگا میرا نام شدید (بہت زیادہ سخت) ہے۔ اعرابی نے یہ سنکر کہا۔ میرا خیال ہے کہ میں اپنے گھر کے دروازوں کے تالوں کے نام تمہارے ناموں پر رکھ دوں۔

305۔ ہشام بن ملک نے اپنے دوستوں سے ایک دن کہا۔ وہ شخص جو مجھے گالی دیتے ہوئے فحش الفاظ استعمال نہیں کرے گا یہ نقش و نگار والی چادر اسکا انعام ہے۔ نیچے ایک اعرابی بیٹھا تھا، اٹھ کر کہنے لگا: اے بھینگے! اسکو ادھر میری طرف پھینک دو۔ ہشام نے کہا: یہ پکڑ لے، اللہ تجھے ہلاک کرے۔

306۔ ایک دن ابو العیناء صاعد کے دروازے پر آ کھڑا ہوا تو اس سے کہا گیا: وہ اندر نماز ادا کر رہے ہیں۔ واپس لوٹ جا۔ وہ واپس چلا گیا۔ کچھ دیر گزرنے کے بعد پھر آیا تو پھر بھی اسے بتایا گیا: وہ نماز میں ہیں۔ اس نے یہ دیکھ کر کہا: لِکُلِّ جدیدٍ لَذَّۃ (ہر نئی چیز اپنے اندر ایک خاص لطف رکھتی ہے)

307۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: ایام بیض (سفید دن (15,14,13)) کے روزے مستحب ہونے میں حکمت کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا: میں نہیں جانتا۔ ان کے ہم نشینوں میں ایک اعرابی بیٹھا تھا کہنے لگا: لیکن میں جانتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: وہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: کیونکہ چاند گرہن صرف انہیں دنوں میں لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس بات کو پسند فرمایا کہ آسمان میں کوئی واقعہ رونما نہ ہو مگر اس وقت زمین پر اس کی عبادت کی جا رہی ہو۔

308۔ ایک اعرابی سلیمان بن عبد الملک کے دستر خوان پر حاضر ہوا تو اپنے ہاتھ لمبے کرنے

لگا۔ حاجب نے اس سے کہا: "کل ممایلیك ومن بین یدیك" (اپنے سامنے سے کھا) اس نے جواب دیا: "مَنْ اَجْدَبَ اِنْتَجَعَ" (جس کی اپنی زمین خشک سالی کا شکار ہو جائے وہ اپنا ریوڑ دوسروں کی چراگاہ میں چراتا رہتا ہے) سلیمان کو یہ بات سخت گراں گزری اور اس نے حکم دیا کہ آئندہ یہ آدمی ہمارے دسترخوان پر نظر نہ آئے۔

309۔ ایک اور اعرابی آیا اور اپنا ہاتھ لمبا کیا تو اسے چوکیدار نے کہا: کل ممایلیك (اپنے سامنے سے کھا) اس نے جواب دیا: "مَنْ اَخْصَبَ تَخَیَّرَ" (جو سردار ہوا سے اختیارات حاصل ہوتے ہیں) یہ سن کر سلیمان بہت خوش ہوا اور اس کی ضرورتوں کو پورا کرنے کا حکم دیا۔

310۔ ابن عبد الرب نے بیان کیا ہے: انہوں نے کہا ہے کہ ہارون الرشید ایک مرتبہ شکار کھیلتے ہوئے راستے میں اکیلا ہو گیا جبکہ اس کے ساتھ عیسیٰ بن جعفر بن منصور بھی تھے اور فضل بن ربیع بھی اس کی معیت میں تھا۔ وہ سب ایک فصیح و بلیغ اعرابی سے جا ملے۔ عیسیٰ نے اس کے ساتھ مذاق کرتے ہوئے کہا: یا ابن الزَّانیة (اے زانی عورت کے بیٹے (حرامی)) اس نے جواباً عیسیٰ سے کہا: کتنی بری بات تو نے کی ہے۔ یقیناً اس کا جواب اسی طرح میرے لئے تجھ کو دینا واجب ہو گیا ہے یا پھر تم اس کے عوض کچھ مال و دولت دے دو۔ اب تم اس پر راضی ہو جاؤ کہ اس کا فیصلہ یہ دو خوبصورت آدمی (ہارون اور فضل) کریں گے۔ عیسیٰ نے کہا۔ میں اس پر راضی ہوں۔ ان دونوں نے اعرابی سے کہا: تم اپنی گالی کے عوض دو دانق (درہم کا چوتھائی) اس سے لے لو۔ اس نے کہا: کیا یہ فیصلہ منظور ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں بالکل۔ اس اعرابی نے کہا۔ یہ میرے پاس پورا درہم اسے تم لے لو اور تم سب کی مائیں زانیہ اور یقیناً میں تمہارے لئے زیادہ کرتا ہوں وہ بدل جو میری طرف سے تمہارے اوپر واجب ہوا تھا یہ سن کر ان سب پر ہنسی طاری ہو گئی اور خوب ہنسے۔ اور اس دن ان کو اعرابی کی بات سے بڑھ کر کوئی چیز خوش کرنے والی نہ تھی اور ہارون الرشید نے اسے اپنے خاص لوگوں میں شامل کر لیا۔

311۔ ایک اعرابی نے ایک آدمی کو سنا کہ وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث روایت کر رہا ہے کہ انہوں نے کہا: وہ شخص جس نے حج کرنے کی پختہ نیت کی اور اسے حج پر

جانے سے کسی شرعی معتبر رکاوٹ نے روک دیا تو اس کے لئے حج کا ثواب لکھ دیا گیا۔

یہ سن کر اعرابی نے کہا: "ماوقع العام کراء ارخص مِنْ هٰذا" (اس سال اس سے زیادہ سستا کرایہ اور کوئی نہیں ہوگا)

312۔ ایک اعرابی نے رمضان المبارک کے ماہ میں چودھویں کے چاند کو دیکھ کر کہا۔ "سمنت فاھز لَتَنِي أرانی اللہ فیك السبّل" خود بڑا موٹا ہو گیا ہے اور مجھے تو نے کمزور کر کے رکھ دیا ہے، مجھے بھی اللہ تعالیٰ تیرے اندر پہنچنے کے راستے دکھائے" (آمین)

313۔ ایک اعرابی نے ایک عامل کو بددعا دی اور کہا: صَبَّ اللهُ علیك الصّادات "یعنی اللہ تعالیٰ تجھ پر کئی صاد (جو کہ ایک حرف تہجی ہے) مسلط کر دے" مطلب یہ ہے کہ (1) صفع (تیری گدی پر تھپڑ لگیں) (2) صرف (تو گمراہ ہو کر ہماری جان چھوڑ جائے) (3) صلب (تیرا انجام صولی پر لٹکنا ہو)

314۔ اور ایک اعرابی کہنے لگا: اے اللہ! جو مجھ پر ایک مرتبہ ظلم کرے تو تو اسے سزا دے۔ اور جو آدمی مجھ پر دو مرتبہ ظلم کرے تو اسے سزا دے اور مجھے جزا دے اور جو تین مرتبہ ظلم ڈھائے تو مجھے جزا دے اسے سزا نہ دے۔

315۔ اور ایک اعرابی اپنی رفیقہ حیات سے کہنے لگا: تمہاری ہنڈیا کہاں تک پہنچی ہے؟ تو اس عورت نے جواب دیا: "قَدْ قَامَ خَطِیْبُھا" (اسکا خطیب کھڑا ہو گیا یعنی جوش ختم ہو گیا ہے اس عورت نے خطیب کا معنی غلیان یعنی جوش مراد لیا)

316۔ مہدی ایک مرتبہ ایک اعرابی بڑھیا کے پاس کھڑا ہوا اور اس سے کہا: مِمَّنْ أَنْتِ؟ (تیرا تعلق کس قبیلہ سے ہے) اس نے جواب دیا: میں قبیلہ طی سے متعلق ہوں۔ از راہ مذاح خلیفہ نے سوال کر دیا۔ طی قبیلہ والوں کو کس چیز نے اس بات سے روک دیا کہ ان کے اندر حاتم طائی کی مانند کوئی اور آدمی پیدا ہو۔ اس نے بہت جلدی جواب دیا اس ذات نے روک دیا جس نے بادشاہوں کو منع کیا کہ ان کے اندر تیری مثل کوئی دوسرا ہو۔ خلیفہ اس کی حاضر جوابی سے خوش ہوا اور اسے انعام دینے کا حکم دیا۔

317۔ اصمعی کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی عورت سے اسکے بیٹے کے بارے میں میں نے سوال

کیا جس کی عادات کو میں بھی جانتا تھا۔اس نے جواب دیا: قسم بخدا! وہ مر گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے چلے جانے کے سبب میرے مصائب وآلام کو بھی مار دیا ہے اور شعر کہہ دیا:

وکنت أخاف الدّھر ماکان باقیا

فلمّا تولّی مات خوفی من الدّھر

''اور میں حوادث زمانہ سے اس وقت خائف تھی جب تک وہ خبیث روح باقی تھا جب وہ منہ پھیر کر اپنی موت آپ مر گیا تو میرے زمانے کے سارے خوف بھی ساتھ مر گئے یعنی ختم ہو گئے''۔

318۔ابن الاعرابی نے ایک آمی کو یہ کہتے ہوئے سنا:

میں علی اور معاویہ کو تمہارے تک رسائی حاصل کرنے میں وسیلہ بناتا ہوں۔

ابن الاعرابی نے یہ سن کر اس سے کہا: جمعتَ بین ساکنین (ارے تو نے دو ساکنوں کو جمع کر دیا ہے)

بچوں کی فراست اور ذہانت

319۔بشر بن حرث کہتے ہیں کہ میں معافی بن عمران کے دروازے پر آیا۔میں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔مجھ سے پوچھا گیا کون؟ میں نے جواب دیا: بشر حافی یہ سن کر اندر سے ایک بچی نے آواز دی: ''اگر تو دو دانق (درہم کا چوتھا) خرچ کر کے ایک جوتی خرید لیتا تو تجھ سے حافی (ننگے پاؤں چلنے والا) کا نام ختم ہو جاتا۔

320۔ہمیں اطلاع موصول ہوئی ہے کہ معتصم باللہ ایک مرتبہ خاقان کی بیمار پرسی کرنے کیلئے گیا جبکہ ''فتح'' ابھی بچہ ہی تھا۔معتصم نے اس سے کہا: کونسا گھر، امیر المومنین کا یا تیرے باپ کا،خوبصورت ہے؟اس نے جواب دیا: جب امیر المومنین میرے باپ کے گھر میں تشریف رکھتے ہوں تو میرے باپ کا گھر ہی زیادہ خوبصورت لگتا ہے تو خلیفہ نے اسے اپنے ہاتھ میں موجود ایک انگوٹھی کا نگ دکھایا اور کہا اے فتح! تو نے اس نگینہ سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز دیکھی ہے؟

اس نے جواب دیا ہاں وہ ہاتھ اس سے زیادہ حسین ہے جسکے اندر یہ موجود ہے۔

321۔ ہمیں یہ خبر بھی ملی ہے کہ ایک دفعہ الیاس بن معاویہ اپنے بچپنے کے عالم میں قاضی دمشق کے پاس آیا جبکہ ان کے ساتھ ایک بزرگ آدمی بھی تھا۔ عدالت قاضی میں کہنے لگا: اللہ تعالیٰ قاضی کے ساتھ نیک معاملہ کرے۔ اس بزرگ نے مجھ پر ظلم کیا ہے اور مجھ پر زیادتی کرتے ہوئے میرا مال چھین لیا ہے تو قاضی نے جواب دیا: ان کے ساتھ نرمی کر اور اتنے بڑے بزرگ کو اس طرح کے کلام سے نہ نواز۔

یہ سن کر الیاس بولا: اللہ تعالیٰ قاضی صاحب کی بھلائی کرے۔ بے شک حق مجھ سے، اس سے اور آپ سے بھی بڑا ہے (ان الحق اکبر منی و منه و منك) قاضی نے کہا: خاموش ہو جا۔ اس نے جواب دیا: اگر میں خاموش ہو گیا تو میری طرف سے دلیل کون پیش کرے گا؟ قاضی صاحب نے کہا: بھلی کلام کر اس نے جواباً پڑھا: "لا الٰه الاّ اللّٰه وحدہ لا شریك"

خصوصی ایلچی نے یہ بات اوپر پہنچا دی تو حاکم وقت نے قاضی کو معزول کر کے الیاس کو ان کی جگہ قاضی مقرر کر دیا۔

322۔ ایک مرتبہ مامون الرشید نے اپنے چھوٹے بیٹے کو اس حال میں دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں ایک کاپی تھی۔ تو کہا: ارے یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ اس نے جواب دیا "بعض ماتسجل به الفطنة و ینبه من الغفلة و یؤنس من الوحشة" (کچھ وہ چیزیں جسے عقل مندی لکھواتی ہے، وہ خواب غفلت سے بیدار کرتی ہیں اور تنہائی میں مونس ہوتی ہیں) یہ سن کر مامون نے کہا: اس ذات بابرکات کا شکر ہے جس نے مجھے وہ بیٹا عطا کیا ہے جو اپنے جسم اور عمر کی نگاہوں کی نسبت اپنی عقل کی آنکھوں سے زیادہ دیکھنے والا ہے۔

323۔ ایک دفعہ فرزدق شاعر نے ایک چھوٹے سے بچے کو دیکھا تو اس سے ازراہ پیار کہنے لگا کہ تجھے یہ بات خوش کرتی ہے کہ میرا تیرا باپ ہوں؟ اس نے جواب دیا: نہیں لیکن میری ماں یہ ضرور پسند کرتی کہ میرے باپ تیرے والی خوبیاں حاصل کر لیتے۔

324۔ ایک بچہ کھانا کھانے والے ایک گروہ کے ساتھ بیٹھ گیا اور رونے لگا انہوں نے پوچھا۔ ارے بچے! تجھے کیا ہے تم کیوں روتے ہو؟ اس نے جواب دیا: کھانا گرم ہے

انہوں نے کہا: اسے چھوڑ دو یہاں تک کہ ٹھنڈا ہو جائے اس نے کہا: تم نہیں چھوڑتے اور میں چھوڑ دوں؟

325۔ اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے چھوٹی عمر کے ایک عربی بچے سے کہا: کیا تو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ تیرے قبضہ میں لاکھ درہم ہوں لیکن تو احمق ہو؟ اس نے جواب دیا: قسم بخدا؟ نہیں۔ میں نے کہا: کیوں؟ اس نے جواب دیا: میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ میں اپنی حماقت کی وجہ سے کوئی قصور کر بیٹھوں جو میرے مال کو لے جائے لیکن حماقت میرے پاس باقی رہ جائے۔

326۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ایک بچہ کسی عقلمند آدمی سے ملا اور اس سے کہا: تم کہاں جا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا: تہہ خانے جا رہا ہوں۔ اس نے کہا: پھر اپنے قدم کھلے کھلے رکھو۔

327۔ ہارون الرشید کے پاس ایک بچہ آیا جس کی عمر صرف چار سال تھی تو خلیفہ نے اس سے کہا: میری طرف سے کیا عطیہ لینا پسند کرے گا؟ اس نے جواب دیا: حُسنُ رایِكَ
"تیری اچھی رائے اور عمدہ نصیحت"

328۔ ایک امیر آدمی گھر سے نکلا جبکہ اس کے ساتھ ایک انتہائی عقلمند آدمی بھی تھا۔ دوپہر کے کھانے کے دوران اس نے امیر سے کہا: سوار ہو جاؤ۔ دشمن ہمیں پہنچ چکا ہے۔ امیر نے کہا: تم یہ بات کیسے کہہ رہے ہو جبکہ کوئی آدمی نظر نہیں آتا؟ اس نے کہا: بس جلدی کرو سوار ہو جاؤ کیونکہ تقدیر کا امر تمہارے گمانات سے زیادہ تیز ہے چنانچہ وہ سوار ہوا اور اس کے سامنے والے تمام لوگ بھی سوار ہو گئے۔ تو غبار ظاہر ہوا اور تیز گھوڑوں والے انہیں سامنے نظر آنے لگے۔ یہ ملاحظہ کر کے امیر کو تعجب لاحق ہوا اور کہا: آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ تو اس نے جواب دیا بس اسطرح کہ میں نے جنگلی جانوروں کو اپنی طرف آتے دیکھا حالانکہ ان کی عادت ہوتی ہے کہ وہ ہم سے بھاگتے ہیں۔ تو میں نے اندازہ کر لیا کہ انہوں نے اپنی عادت کو کسی خاص مصیبت کی وجہ سے چھوڑا ہے جو اچانک ان پر آن پڑی ہے۔

خوابوں کی تعبیر بتانے والوں کی فراست

329۔ روایت کی جاتی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو شام کا قاضی

مقرر کیا چنانچہ ایک دن اس نے مکۃ المکرمہ سے اپنا سفر شروع کیا تو اس نے خواب میں دیکھا گویا کہ چاند اور سورج دونوں ایک دوسرے کی مقابل سمت چل رہے ہیں اور ستارے کچھ سورج کے ساتھ ہیں اور کچھ چاند کے ساتھ ہیں اور وہ خود بھی ایک ستارہ بن گیا ہے۔

وہ اپنا خواب حضرت عمر کو بتانے کے لئے واپس لوٹا جب وہ آپ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: تم اپنے راستے سے ہی کیوں واپس آ گئے ہو؟ اس نے جواب دیا: میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور واپس لوٹ آیا ہوں تا کہ آپ کے سامنے بیان کر کے تعبیر حاصل کر سکوں تو حضرت عمر نے اس سے فرمایا: وہ کیا خواب ہے جو تو نے دیکھی ہے؟ اس نے آپ پر وہ خواب بعینہ اسی طرح بیان کر دی جس طرح اس نے دیکھی تھی تو حضرت عمر نے اس سے پوچھا کہ جب تو نے اپنے کو ستارہ دیکھا تو کیا تو نے اپنے آپ کو سورج کے ساتھ دیکھا یا چاند کے ساتھ دیکھا۔ اس نے جواب دیا: میں نے اپنے آپ کو چاند کے ساتھ دیکھا۔ آپ نے فرمایا: جا تو میرے لئے کوئی قابل قدر خدمت سرانجام نہیں دے سکے گا۔ جب وہ آپ کے پاس سے چلا گیا تو حضرت عمر نے اپنے دوستوں سے فرمایا اگر اسکا خواب سچا ہے تو یہ ایسے شخص کے ساتھ ہوگا جس کو ہمارے اوپر کامیابی نصیب نہ ہوگی۔ جب واقعہ صفین (جنگ صفین) ہوا تو وہ آدمی شامیوں (امیر معاویہ کی فوج) کے ساتھ مل کر لڑا اور مارا گیا۔

330۔ ایک آدمی نے خواب میں حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کو دیکھا گویا کہ آپ نے اون کا سادہ لباس زیب تن کیا ہوا ہے اور کمر میں کپڑا باندھ رکھا ہے، پاؤں میں بیڑیاں ہیں، اور شہد زاء چادر ہے کوڑا کرکٹ کے ڈھیر پر کھڑے ہیں۔ ہاتھ میں ستار لیکر بجا رہے ہیں اور کعبہ سے ٹیک لگائے ہوئے ہیں جب یہ خواب حضرت ابن سیرین معبر اعظم تک پہنچی تو آپ نے فرمایا: اون کا لباس آپ کے زہد و تقویٰ کی علامت ہے۔ کمر باندھنا آپ کی قوت فی الدین ہے۔ شہد کے رنگ میں محبت قرآن ہے اور لوگوں کے لئے اس کی تفسیر بیان کرنا ہے۔ پاؤں میں بیڑیاں آپ کا پرہیزگاری میں ثابت قدم رہنا ہے۔ کوڑے کے ڈھیر پر قیام کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے دنیا کو اپنے قدموں کے نیچے رکھ دیا ہے۔ طنبور بجانا یہ آپ کی حکمت و دانائی کا لوگوں کے اندر پھیلنا ہے۔ اور کعبہ معظمہ کے ساتھ ٹیک لگانا: اللہ کی

بارگاہ عالیہ میں پناہ لینا ہے۔

331۔ روایت میں ہے کہ ایک عورت علامہ ابن سیرین تابعی کے پاس حاضر ہوئی اور کہا: میں نے اپنے حجرہ خاص میں دو موتی دیکھے ہیں جن میں سے ایک دوسرے سے بڑا ہے تو خواب میں ہی میری بہن نے دونوں موتیوں میں سے ایک موتی مجھ سے مانگا میں نے چھوٹا اسے دے دیا۔ آپ نے فرمایا: اگر تیرا خواب سچا ہے تو تو نے دو قرآن کی سورتیں سیکھی ہیں ان میں سے ایک بڑی تھی: اور چھوٹی تو نے اپنی بہن کو سکھا دی ہے تو اس نے عورت نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔

332۔ جب نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا تو عرب لوگ مرتد ہونے لگے تو طفیل دوسی مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ نکلے، وہ سب چلے یہاں تک کہ طلیحہ اسدی کی سرکوبی کر کے فارغ ہو گئے اور نجد کی زمین کو بھی سر کر لیا یہاں تک کہ وہ یمامہ تک پہنچ گئے۔

وہاں آپ نے ایک خواب دیکھی گویا کہ ان کا سر مونڈ دیا گیا ہے اور اس کے منہ سے ایک پرندہ نکلا ہے اور ایک عورت نے انہیں اپنی فرج میں داخل کر لیا ہے۔ اور انکا بیٹا انہیں بڑی شدت سے تلاش کر رہا ہے۔ حالانکہ وہ وہیں بند کر دیا گیا ہے، اس نے خواب اپنے دوستوں کو سنایا تو انہوں نے کہا۔ پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں خیریت ہے تو اس نے کہا: میں خود اپنے اس خواب کی تعبیر بیان کرتا ہوں۔ میرے سر کا مونڈنا یہ اس کو نیچے رکھنا ہے۔ اور پرندہ جو میرے منہ سے نکلا وہ میری روح ہے اور وہ عورت جس نے مجھے اپنی فرج میں داخل کر کے ہمیشہ کیلئے بند کر لیا ہے یہ زمین ہے اور اسمیں میرا قید ہونا اس سے مراد میری وہ قبر ہے جس کے اندر میں رہوں گا۔ اور وہ بچہ جو مجھے تلاش کرتا ہے کبھی اسے بھی وہی کچھ پہنچے گا جو مجھے پہنچا ہے۔ یعنی اسکا اور میرا انجام آگے پیچھے ایک ہی ہوگا۔
چنانچہ حضرت طفیل شہید ہو گئے اور پھر اسی طرح ان کے بیٹے بھی جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔

333۔ اور کسی نے حکایت بیان کی ہے کہ جب قتیبہ (ری) سے خراسان کی طرف چلے تو وکیع بھی ان کے ساتھ تھے وکیع نے اپنے خواب میں دیکھا کہ اس شہر کی عزت و شرف ...... کو

گرا دیا گیا اور اس کی بنیادیں کھود دی گئیں ہیں چنانچہ انہوں نے معبر سے تعبیر دریافت کی، تو انہوں نے بتایا کہ بڑے بڑے سردار تیرے ہاتھوں اپنے مراتب کھو بیٹھیں گے اور حج کے موسم میں مکہ آئیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

334۔ حکایت ہے کہ حضرت علامہ بن سیرین کے پاس ایک عورت آئی اور کہا میں نے خواب دیکھا ہے کہ میرے دروازے کی اوپر والی چوکھٹ نیچے والی چوکھٹ پر آ گری ہے اور دونوں کواڑ گر پڑے ہیں ان میں سے ایک مکان سے باہر کی طرف اور دوسرا مکان سے اندر گرا ہے آپ نے اس سے پوچھا کیا تیرا خاوند اور دو بچے غائب ہیں اس نے جواب دیا ہاں تو آپ نے ارشاد فرمایا اوپر والی چوکھٹ کے گرنے سے مراد یہ ہے کہ تیرا خاوند جلدی واپس آ جائے گا اور ایک کواڑ کے باہر کی طرف گرنے کا مطلب یہ ہے کہ تیرا ایک بیٹا اجنبی عورت سے شادی کرے گا لہٰذا تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ اس کا خاوند واپس آ گیا اور اس کا بیٹا بھی ایک اجنبی لڑکی کے ساتھ گھر پہنچ گیا۔

335۔ حکایت بیان کی گئی ہے کہ ایک آدمی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں آیا اور کہا: میں نے خواب میں دیکھا ہے گویا کہ میں کنویں کے اندر ایک ڈول ڈالتا ہوں اس کے دو تہائی حصہ بھر جاتا ہے اور ایک تہائی باقی رہتا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا تو اپنے گھر والی پر خوش ہو جا تیری بیوی چھ ماہ سے حاملہ ہے اور وہ جلد ہی تیرے لئے ایک لڑکا جنے گی اس نے عرض کیا اس کی دلیل کیا ہے تو آپ نے فرمایا: کہ میں نے کنویں کو عورت سمجھا ہے اور وہ بشارت جو کنویں میں تھی وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی صورت میں ظاہر ہوئی اس سے میں نے جان لیا کہ وہ لڑکا ہوگا اور دو تہائی ڈول سے مراد چھ ماہ ہیں اور باقی ایک تہائی سے مراد تین مہینے ہیں یہ سن کر اس آدمی نے کہا آپ نے سچ فرمایا اور اس کی تحریر میں لکھا تھا کہ وہ چھ ماہ سے حاملہ ہے۔

336۔ حکایت بیان کی گئی ہے کہ ایک آدمی حضرت ابن سیرین کے پاس حاضر ہوا اور آپ سے بیان کیا کہ اس نے خواب کے اندر اپنی ماں سے نکاح کیا ہے جب اس سے فارغ ہوا تو اپنی بہن سے نکاح کر لیا اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا ہے حضرت ابن سیرین نے اس کا

جواب ایک رقعہ کے اندر لکھا اس بات سے حیا کرتے ہوئے کہ آپ اس آدمی سے ایسی کلام کریں اور فرمایا یہ آدمی نافرمان ہے رحمی تعلقات کو ختم کرنے والا ہے نیکی کا سلسلہ میں از حد بخیل ہے اپنی والدہ اور بہن سے برا سلوک کرنے والا ہے۔

338۔ حکایت بیان کی گئی ہے کہ ایک آدمی علامہ ابن سیرین کے پاس آیا اور عرض کیا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک آدمی بصرہ کی مسجد کے درمیان متجر دکھڑا ہے اس کے ہاتھ میں تلوار ہے جس کے ساتھ چٹان کو ضرب لگاتا ہے اور اسے توڑ دیتا ہے حضرت ابن سیرین نے اسے فرمایا چاہئے کہ وہ آدمی حضرت حسن بصری ہو اس آدمی نے جواب دیا قسم بخدا وہی ہیں تو ابن سیرین نے فرمایا کہ یقیناً وہی ہیں جو دین کے معاملہ میں اکیلے مصروف ہیں یعنی مسجد کے درمیان میں کھڑا ہونے کی وجہ سے یہ تعبیر ہے اور ان کی تلوار سے مراد جس سے وہ مار رہے ہیں ان کی وہ زبان ہے جس کی ذریعے دین کے اندر حق کی آواز کے ساتھ پتھر دل کو بھی پگھلا کر رکھ دیتے ہیں۔

339۔ حضرت علامہ ابن سیرین سے ایک ایسے آدمی کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے اپنے آپ کو اس طرح دیکھا گویا کہ وہ نئی یمنی چادر زیب تن کئے ہوئے ہے لیکن اس کے نقش ونگار پرانے ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ ایسا آدمی ہے جس نے قرآن کا کچھ حصہ یاد کر کے بھلا دیا ہے۔

340۔ حکایت ہے کہ ایک آدمی علامہ ابن سیرین کے پاس آیا اور عرض کی: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں نے پانی بھرا ہے اور ایک پیالہ پانی لا کر اپنی ہتھیلی پر رکھا ہے۔ اور وہ پیالہ ٹوٹ گیا ہے۔ لیکن وہ پانی میری ہتھیلی پر باقی رہ گیا ہے۔ اس نے آپ سے پوچھا: کیا تیری بیوی ہے؟ اس نے ہاں میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا: کیا وہ حاملہ ہے۔ اس نے مثبت جواب دیا۔ آپ نے فرمایا: بے شک وہ بچے جنے گی لیکن خود فوت ہو جائے گی اور بچہ تیرے ہاتھ پر باقی رہ جائے گا۔ لہٰذا ایسے ہی ہوا جیسے آپ نے فرمایا تھا۔

341۔ اور حکایت ہے کہ ایک آدمی علامہ ابن سیرین کی خدمت میں آیا اور کہا: میں نے خواب میں دیکھا میری ران سرخ ہے اور اس پر بال اگے ہوئے ہیں۔ میں نے ایک آدمی کو

حکم دیا اس نے بال کاٹ دیئے۔آپ نے فرمایا: تو ایسا آدمی ہے جس پر قرض ہے اور وہ قرض تیری طرف سے ایک قریبی رشتہ دار ادا کرے گا۔

342۔ حکایت ہے کہ ہارون الرشید نے خواب کے اندر ملک الموت علیہ السلام کو ملاحظہ کیا۔ اوران سے پوچھا: اے ملک الموت! میری عمر کتنی باقی رہ گئی ہے؟ تو انہوں نے اپنی پانچ انگلیوں کے ساتھ اشارہ کیا جو کہ کھلی ہوئی تھیں۔ یہ دیکھ کر ہارون الرشید ڈر کر اٹھ کھڑا ہوا اور رورہا تھا۔

اس نے اس خواب کو ایک حجام پر بیان کیا جو خوابوں کی تعبیر بتانے میں مشہور تھا۔ اس نے جواب دیا اے امیر المومنین! انہوں نے آپ کو بتایا کہ پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ جن کو یہ آیت شامل ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ الخ (لقمان:34)

''بے شک اللہ، اسی کے پاس ہے قیامت کا علم''

یہ سن کر ہارون ہنس پڑا اور بہت زیادہ خوش ہوا۔

343۔ حکایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک آدمی علامہ ابن سیرین کی خدمت میں پیش ہوا اور عرض کی: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تنگ منہ والے گھڑے سے پیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ تو ایک لونڈی کو بہلا وہ دیکر اس کے نفس پر قادر ہونے کی کوشش کرے گا۔

344۔ علامہ ابن سیرین سے ایک ایسے آدمی کے بارے سوال ہوا جس نے ایک گھڑا پکڑا۔ اس کے گلے میں رسی باندھ کر کنویں میں لٹکا دیا۔ جب وہ گھڑا پانی سے بھر گیا تو رسی ٹوٹ گئی اور گھڑا گر پڑا آپ نے جواب دیا: رسی وعدہ ہے، گھڑا عورت ہے، پانی آزمائش ہے، اور کنواں فریب ہے۔ اور اس آدمی کو اپنے ساتھی نے ایک عورت کے ساتھ منگنی کرنے کیلئے بھیجا ہے اور اس آدمی نے مکروفریب اور حیلہ گری سے کام لیکر اس عورت سے بذات خود شادی کرلی ہے۔

345۔ حکایت ہے کہ ایک مرد معبر کے پاس آیا اور بتایا کہ میں نے خواب میں اپنے سر پر سونے کا تاج دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا تیرا باپ ایک بالا خانہ میں ہے اور اس کی بصارت ختم ہوگئی ہے تو اس وقت اس کے پاس اس طرح کا خط آگیا۔

346۔ حکایت ہے کہ ایک عورت ایک معبر کے پاس حاضر ہوئی اور بتایا کہ اس نے خواب میں اپنے پاس خاص سونے کا تھال بھرا ہوا دیکھا ہے لیکن وہ ٹوٹ گیا اور سب زمین پر بکھر گیا میں اسے تلاش کرتی ہوں لیکن کوئی چیز نہیں ملتی۔ اس معبر نے بتایا کہ کیا تیرا غلام بیمار ہے یا لونڈی ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں۔ معبر نے کہا وہ فوت ہو گیا ہے۔

347۔ حکایت بیان کی گئی ہے کہ ایک آدمی علامہ ابن سیرین کے پاس آیا اور کہا کہ اس نے خواب میں سانپ کو دوڑتے ہوئے اور خود کو اس کی پیروی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ پھر سانپ بل میں داخل ہو گیا میرے پاس تولیہ تھا میں نے وہ اس کے اوپر ڈال دیا آپ نے جواب دیا: کیا تو نے کسی عورت کو منگنی کا پیغام دیا ہے۔ اس نے مثبت جواب دیا: آپ نے فرمایا: تو اس سے شادی کر کے جلدی اسکا وارث بنے گا چنانچہ اس نے عورت سے شادی کی اور وہ سات ہزار درہم ترکہ بطور میراث اس کے لئے چھوڑ کر فوت ہو گئی۔

348۔ حکایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک آدمی ابن سیرین کے پاس آیا اور عرض کی میں خواب میں ہاتھی پر سوار ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ہاتھی مسلمانوں کی سواری تو نہیں ہے۔ مجھے ڈر ہے۔ تو بد مذہب نہ ہو جائے۔

349۔ حکایت کی گئی ہے وزیر علی بن عیسی نے قلم وزارت سنبھالنے سے پہلے خواب میں اپنے آپ کو سردیوں کے موسم میں دھوپ میں گھوڑے پر خوب صورت لباس میں ملبوس دیکھا اور اس کے دانت بکھر گئے ہیں اور گھبرا کر بیدار ہوا اور کسی معبر کے سامنے خواب بیان کی اس نے کہا گھوڑا عزت بھی ہے دولت بھی ہے خوبصورت لباس بادشاہی وامیری ہے۔ سورج کے سایہ میں ہونا بادشاہ کی وزارت سنبھالنا ہے یا خدمت خاص پر مقرر ہونا ہے اور اسی کے محل میں رہنا ہے اور دانتوں کے بکھرنے سے مراد عمر کا لمبا ہونا ہے۔

350۔ حکایت ہے کہ ایک آدمی علامہ ابن سیرین کی بارگاہ میں آیا اور بتایا کہ اس نے اپنے آپ کو ایسے گھوڑے پر سوار دیکھا ہے جس کے پاؤں لوہے کے بنے ہوئے ہیں آپ نے جواب دیا: جلدی تو موت کا شکار ہو جائے گا۔

351۔ اور ایک عورت علامہ ابن سیرین کے پاس آئی اور بتایا کہ میں نے خواب میں اپنے

خاوند کو قوم سمیت قتل کر دیا ہے۔ آپ نے اس عورت سے فرمایا تو نے اپنے خاوند کو گناہ پر تیار کیا ہے۔ اللہ سے خوف کھا۔ اس نے جواب دیا: آپ نے سچ فرمایا ہے۔

سرّی کی ذہانت وعقلمندی

352۔ جعفر خلدی سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا ہے: میں نے حضرت جنید کو یہ کہتے ہوئے سنا وہ کہتے ہیں میں نے سری کو سنا، وہ فرمارہے تھے کہ طرسوس کے مقام پر میں ذرب (جگر کی ایک لاعلاج بیماری ہے) کی بیماری میں مبتلا ہو گیا۔

چنانچہ میرے پاس وہ تمام قراء عیادت کرنے کیلئے آئے اور آ کر بیٹھ گئے اور ایسے بیٹھے کہ اٹھنے کا نام نہ لیتے تھے۔ مجھے یہ بات گراں گزری پھر انہوں نے کہا: اگر آپ کا خیال ہو تو اللہ تعالیٰ سے دعا کر دیں میں نے خود ہی دعا کیلئے ہاتھ اٹھا دیئے۔ اور بارگاہ خداوندی میں بلند آواز سے عرض کی: "اَللّٰھُمَّ عَلِّمْنَا اٰدَابَ الْعِیَادَۃِ" (اے اللہ! ہمیں عیادت کے آداب بھی سکھا)

ذوالنون کی عقلمندی

353۔ ابوالحسین محمد بن عبداللہ بن جعفر رازی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں نے یوسف بن حسین سے سنا وہ کہتے ہیں مجھ سے کہا گیا: بے شک حضرت ذوالنون مصری کو اللہ تعالیٰ کا "اسم اعظم" (اللہ تعالیٰ کا وہ نام جس کے وسیلے پر ہر دعا قبول ہوتی ہے اسم اعظم کہلاتا ہے) معلوم ہے۔

چنانچہ میں مصر جا پہنچا اور ایک سال آپ کی خدمت کی سعادت حاصل کی پھر ان کی بارگاہ میں عرض گزار ہوا۔ اے میرے محترم استاد! آپ پر میرا حق ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم جانتے ہیں اور آپ نے مجھے بھی دیکھ لیا ہے امید ہے آپ اسم اعظم کے لائق مجھ جیسی کوئی مناسب جگہ نہیں پائیں گے۔ میری خواہش ہے کہ آپ مجھے اسم اعظم سکھا دیں؟ وہ بتاتے ہیں حضرت ذوالنون مصری خاموش رہے اور مجھے کوئی جواب نہ دیا گویا کہ آپ نے مجھے اشارہ دیا کہ آپ مجھے خبر دے دیں گے۔ وہ بتاتے ہیں: میں نے یہی

امید رکھ لی اس کے بعد انہوں نے چھ ماہ تک مجھے اسی حال پر رہنے دیا پھر ایک دن آپ اپنے گھر سے میرے لئے ایک تھال لے کر تشریف لائے اور ایک برتن جو رومال میں بندھا ہوا تھا حضرت ذوالنون مقام جیزہ پر رہتے تھے آتے ہی فرمایا کیا فسطاط میں رہنے والے ہمارے فلاں دوست کو جانتے ہو؟ میں نے عرض کی جی ضرور جانتا ہوں۔ فرمایا: میری خواہش ہے کہ آپ یہ چیز اسے پہنچا آئیں۔ وہ بتاتے ہیں: میں نے وہ تھال لیا۔ دراں حالیکہ وہ بندھا ہوا تھا اور لمبے راستے پہ چلنا شروع کر دیا اور سوچ رہا تھا اس چیز کے بارے میں کہ آخر کونسی ایسی چیز ہے جس کو حضرت ذوالنون مصری فلاں آدمی کی طرف بطور تحفہ بھیج رہے ہیں کم ازکم اسے دیکھا تو جائے کہ وہ کیا ہے۔ مجھ سے رہا نہ گیا یہاں تک کہ جوں ہی میں پل پر پہنچا تو میں نے رومال کو کھولا اور ڈھکن کو اٹھایا تو اچانک ایک چوہیا تھال سے کود کر نیچے چلی گئی وہ کہتے ہیں: مجھے بڑا سخت صدمہ ہوا اور دل ہی دل میں کہا: حضرت ذوالنون مجھ سے مذاق کرتے ہیں اور میرے جیسی شخصیت کے ہاتھوں ایک چوہیا بھجواتے ہیں میں اسی جلی بھنی ہوئی غصہ کی حالت میں واپس آیا۔ جوں ہی انکی نگاہ میرے اوپر پڑی تو میرے چہرے کے بدلے ہوئے تیور دیکھ کر ساری صورت حال پہچان گئے اور فرمایا: اے احمق! ہم نے تو تیرا امتحان لیا ہے تجھے چوہیا پر امین بنایا ہے اور تو نے میرے ساتھ خیانت کی ہے کیا میں تجھے اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم مبارک پر امین بنا دوں؟ میرے پاس سے چلا جا اور جلدی میری آنکھوں سے اوجھل ہو جا پھر کبھی مجھے نظر نہ آنا۔

ابن جریر الطبری کی ذہانت

354۔ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری کے بارے منقول باتوں میں سے ہے۔ ہمیں ابن مرزوق بغدادی کے غلام نے بیان کی ہے: میرے مالک میرے اوپر انتہائی مہربان تھے انہوں نے ایک لونڈی خرید کر اس سے میری شادی کر دی۔ میں اس سے بہت زیادہ محبت کرنے لگا لیکن اس کے دل میں میرے لئے بغض کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ وہ ہمیشہ مجھ سے نفرت ہی کرتی رہی اور میں مسلسل برداشت سے کام لیتا رہا حتی کہ ایک دن اس نے مجھے حد

سے زیادہ تنگ کیا تو میں نے اسے کہہ دیا: ''أنتِ طالق ثلاثا ان خاطبتني بشي ء الاّ خاطبتك بمثله'' یعنی تو تین طلاقوں والی ہے اگر تو مجھے مخاطب کرے سوائے ان الفاظ کے جن الفاظ کے ساتھ میں نے تجھے مخاطب کیا ہو۔ میری برداشت نے تیرے اندر بگاڑ پیدا کر کے تجھے فسادی بنا دیا ہے۔ اس نے فوراً مجھ سے کہا:

انت طالق ثلاثاً بتاتاً (تجھے یقینی طور پر تین طلاقیں ہو گئیں)

وہ کہتا ہے: یہ سنکر میرا دل ٹوٹ گیا مجھے سمجھ میں نہ آتا تھا کہ میں اسے کیا جواب دوں اس بات سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں میں بھی اسے اسی جیسی بات کہہ بیٹھوں اور وہ اس وجہ سے مکمل ہی مجھ پر طلاق والی ہو جائے چنانچہ ابو جعفر طبری کی طرف میری رہنمائی کی گئی میں نے جا کر انہیں آگاہ کیا اس ساری صورت حال میں جو پیش آئی تھی۔ انہوں نے فرمایا: اس کے ساتھ جا کر زندگی بسر کرو بعد اس کے تم اسے کہو: ''انتِ طالق ثلاثا اِن أنا طلّقتكِ'' تو تین طلاق والی ہے اگر میں تجھے طلاق دوں'' تو نے جن الفاظ سے اسکو مخاطب کیا ہے تو نے اپنی قسم پوری کی ہے لیکن ابھی اسے طلاق نہیں دی اور یاد رکھ قسموں کی عادت نہ بنانا۔

ابوالوفاء بن عقیل کی فراست

355۔ ابوالوفاء بن عقیل کے بارے نقل کیا گیا ہے مجھے ازہر بن عبدالوہاب نے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں ایک آدمی ابن عقیل کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور کہا میں جب بھی نہر میں دو یا تین بار غوطہ لگاتا ہوں تو مجھے یقین نہیں ہوتا کہ پانی نے مجھے اندر ڈبویا ہے یا نہیں اور نہ مجھے اس بات کا یقین آتا ہے کہ میں پاک ہو گیا ہوں اب میں کیسے کروں کہ مجھے یقینی کیفیت حاصل ہو جائے؟ آپ نے اس سے فرمایا: ''تو نماز ہی نہ پڑھ'' آپ سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ بات کیسے کہہ دی؟ آپ نے جواب دیا: کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: رفع القلم عن ثلاث الخ...... ''تین آدمی مرفوع القلم ہیں (1) بچہ یہاں تک بالغ ہو جائے (2) سویا ہوا یہاں تک کہ بیدار ہو جائے (3) مجنون یہاں تک کہ اسے افاقہ ہو جائے'' اب وہ شخص جو ایک، دو یا تین مرتبہ نہر میں غوطہ لگاتا ہے اور گمان یہ کرتا ہے کہ اس نے غسل نہیں کیا تو وہ مجنون ہی ہے اور کیا ہے۔

356۔ راوی کہتا ہے کہ مجھے ابوحکیم ابراہیم بن دینار نے بیان کیا ہے انہوں نے ابن عقیل سے روایت کیا ہے: انہوں نے کہا ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی کہ سلطان محمد بن علی نے بغداد جانے کا پختہ عزم کرلیا ہے چنانچہ میں اس حال میں نکلا کہ میں نے ایک بڑی چادر زیب تن کی ہوئی تھی۔ اور ان کے راستے میں ایک ٹیلے پر جا بیٹھا جب وہ وہاں پہنچے تو انہوں نے میرے بارے پوچھا تو انہیں بتایا گیا کہ یہ ابن عقیل ہے وہ اپنے راستے سے ہٹ کر اپنی سواری سے اترے اور میرے پاس آ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے: کافی دنوں سے میں یہ خواہش کر رہا تھا کہ آپ سے ملاقات کر کے طہارت کے بارے چند مسائل دریافت کروں گا اور پاکیزگی کے مسائل مجھ سے پوچھے پھر اپنے خادم سے کہا: تیرے پاس کوئی چیز ہے؟ اس نے پچاس دینار نکال کر پیش کئے بادشاہ نے کہا: یہ حقیر سا ہدیہ قبول فرمالیجئے۔ میں نے کہا: میں ضرورت مند نہیں ہوں کیونکہ امیر المومنین نے مجھے کسی کا محتاج نہیں چھوڑا ہے۔ اور میں یہ قبول نہ کروں گا پس جب میں اپنے گھر واپس آ گیا تو خادم میرے پاس خلیفہ کی طرف سے کچھ مال لے کر آیا اور میرے کام کا شکریہ ادا کیا۔

ابن عقیل کہتے ہیں کہ میں جانتا تھا کہ وہاں جو آدمی تھا وہ خلیفہ کا جاسوس تھا اور اسے سارا گزرا واقعہ بتا رہا تھا۔

357۔ اور ابن عقیل کے بارے مجھے یہ بات موصول ہوئی ہے کہ وہ ایک دن جمعہ پڑھانے کیلئے نہ آئے چنانچہ لوگ آپ کے پاس اس حالت میں آئے کہ وہ وحشت و تنہائی محسوس کر رہے تھے۔

آپ نے فرمایا: میں نے صنادیق کے پاس نماز پڑھ لی ہے۔ اسی طرح ایک اور دن رکے رہے اور گھر میں ہی ٹھہر گئے تو لوگوں نے خوف محسوس کیا۔

تو آپ نے فرمایا: میں نے منارہ کے پاس نماز پڑھ لی ہے۔ اور یقیناً آپ نے منارہ اور صنادیق دونوں الفاظ سے مراد اپنا گھر لیا تھا۔

358۔ ایک علم فقہ رکھنے والی شخصیت کے بارے منقول ہے کہ ایک آدمی نے ان سے عرض کی کہ جب میں اپنے کپڑے اتار کر نہر میں داخل ہو جاؤں تو قبلہ کی طرف یا کسی اور طرف

منہ کروں؟ انہوں نے فرمایا: تو اپنا منہ ان کپڑوں کی طرف کیئے رکھ جنکو اتار کر تو نے ایک
طرف رکھ دیا ہے۔

شیخ عبدالکریم بن عبید کی فراست

شیخ محمد بن سلیم کا کہنا ہے کہ آپ بریدہ شہر کے اندر بسنے والے ایک مشہور خاندان آل
سلیم کے بلند پایہ لوگوں میں سے تھے، محقق علماء کی صف میں شمار ہوتے تھے، شہر ریاض
(سابقہ نجد) کے محکمہ تفتیش کے اہم رکن تھے۔ شیخ محمد ذیل کے واقعات بیان فرماتے ہیں۔

359۔ بریدہ شہر میں ایک آدمی رہتا تھا جس کو عبدالکریم بن عبید کے نام سے پکارا جاتا تھا۔
وہ کافی عرصہ تک احتساب کا ادارہ چلاتا رہا۔ اور وہ مبلغین دین میں سے ایک تھے۔
قیافہ شناسی میں پوری معرفت رکھتا تھا۔ اس کے خفیہ کاموں میں سے ہے کہ ہر ایک
دن صبح کی نماز کے بعد شہر کے باہر چکر لگاتے رہتے تھے تاکہ ان لوگوں کے قدموں کے
نشانات تلاش کریں جنہوں نے بریدہ میں برے قدم رکھے ہیں اور وہ کھیل کود اور برے
اعمال، چوری، ڈاکہ زنی وغیرہ میں نہایت مشہور ہیں چنانچہ جب وہ کسی ایک کو دیکھ لیتے تو
اسکا پیچھا کرتے یہاں تک کہ اسے پا لیتے تو بذات خود اسے ادب سکھانے کی کوشش کرتے
کیونکہ ان کی عادت تھی کہ وہ آدمی کو لوگوں کے سامنے رسوا نہ کرتے اور نہ ہی اس کی رسوائی
کی کہانی کو عام ہونے دیتے تھے۔ اسی وجہ سے کئی فضول آدمی اخلاق حسنہ کے مالک بن
جاتے اور امن عامہ کے ضامن کہلاتے۔ آپ ان سے وعدہ لیتے کہ اگر وہ دوبارہ اس شہر
میں داخل ہوئے تو ضرور بہ ضرور ان کا معاملہ سرکاری محکمہ تک پہنچا دیا جائے گا اور انہیں
قاضی کی عدالت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آپ اپنے ماہرانہ اعمال اور کراماتی ذہانت کے
باوجود اہل جرائم پر پردے ڈالا کرتے تھے۔

ایک دن واقعہ یوں پیش آیا کہ ایک آدمی بری سوسائٹی رکھنے والوں میں سے آپ کو
پہچانتا تھا۔ حضرت عبدالکریم کے دل میں ایک بات آئی جبکہ آپ جماعت کے ساتھ مسجد میں
تشریف فرما تھے۔ کہ اس آدمی نے ایک انحراف کرنے والی عورت کے ساتھ اتفاق کیا ہے۔
اور ان دونوں نے بریدہ کے شہر سے باہر ایک جگہ میں اکٹھا ہونے کیلئے وقت مقررہ کیا ہے

جس جگہ کا نام صقعاء تھا۔ اس کی سوچ اس طرف نہیں جا رہی تھی۔ اچانک عبدالکریم مسجد سے نکل پڑے اور اس مخصوص جگہ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے ایک آدمی دیکھا، آپ نے اس پر قابو پا کر کوڑا مارا اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ حقیقت حال سے پردہ اٹھا دے، وہ کیوں ایسے وقت میں اتنے دور مقام پر آیا ہے اسے بتانے کے سوا چارہ نہ رہا کہ اس آدمی نے حقیقت کو کھول ہی دیا کہ وہ ایک عورت کے وعدہ پر یہاں آ کھڑا ہوا ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ دوسری عورت بھی آ گئی چنانچہ آپ نے دونوں کو کئی کوڑے لگائے اور ان دونوں سے پختہ وعدہ لیا کہ وہ توبہ کر لیں اور پھر اس قسم کے برے اعمال کی طرف نہ لوٹیں گے جن کی وجہ سے حد، تعزیر اور معمولی سزا بھی لازم ہوتی ہے۔ آپ نے اس مرد اور عورت کو اچھی طرح پہچان لیا اور وہاں انہوں نے کوئی برائی کا ارتکاب نہ کیا، وہ صرف موجود ہی ہوتے تھے لیکن کوئی کام نہ کیا تھا۔ آپ نے ان دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا پھر ان پر پردہ کی چادر ڈالی اس آدمی کو پکڑ کر سیدھا مسجد کی طرف لے آئے اور عورت کو اس کے گھر پہنچانے کا انتظام کیا یہ سب کچھ ان کی عظیم ذکاوت اور کم یاب فراست کا ہی نتیجہ ہے کہ اس مکان معین کو جان لیا اور لوگوں کی نشانیاں معلوم کر لی اور اسی وجہ انہوں نے اعتراف بھی کر لیا۔

دوسرا قصہ

360۔ شیخ محمد سلیم فرماتے ہیں کہ مجھے عبدالکریم بن عبید نے خود بیان کیا فرماتے ہیں کہ وہ ایک دن شہر بریدہ کے مضافات کا چکر لگا رہے تھے جو اس شہر کو گھیرے ہوئے تھے جیسا کہ عام طور پر جھاؤ کا درخت باڑ کی صورت میں ہوتا ہے جس کو امیر لوگ اپنی کوٹھیوں اور مکانات کے اردگرد لگا دیا کرتے ہیں گھنے جنگلات کی مثل ہوتی ہے۔ اور عام طور پر لوگ اس میں سیر وغیرہ کے لئے جاتے ہیں اور کئی بار وہ کسی بھی گزرنے اور گھومنے پھرنے والے سے خالی ہوتی ہے جس کی وجہ اسکا شہر سے دور ہونا ہوتا ہے ایک دفعہ عبدالکریم بن عبید وہاں نکل گئے وہاں ایک عورت کو دیکھا جو ایک بڑے جھاؤ کے درخت کے نیچے بیٹھی تھی اور اس درخت کی لائن نے اپنی لمبی لٹکتی ہوئی ٹہنیوں کے ساتھ اس عورت کو چھپا رکھا تھا۔ بہر حال جو صورت حال بھی تھی جب اس نے اس مرد کو دور سے آتا ہوا محسوس کیا تو اس نے نماز کی نیت باندھ

لی۔ اور لا تعداد سنتیں اور نوافل پڑھنے والی ہوگئی اسی اثناء میں عبد الکریم اس کے پاس آ کھڑے ہوئے۔ چاشت کا وقت تھا۔ اس نے یہ وہم دلانے کی کوشش کی کہ وہ نفل اشراق پڑھ رہی ہے اس کے سلام پھیرتے ہی عبد الکریم نے اسے کوڑا دے مارا اور بلا شک و بلا توقف کہہ دیا۔ تو فلاں عورت ہے۔ تھوڑی سی پس و پیش کے بعد اس نے اعتراف کر لیا کہ ہاں میں وہی عورت ہوں۔ پھر آپ نے اسے دوسرا اور تیسرا کوڑا لگایا اور اس سے کہا: مجھے اصل حقیقت بتاؤ۔

ورنہ میں تجھے سرکاری محکمہ اور قاضی کی عدالت میں پہنچا دوں گا تاکہ وہ تجھے سخت قسم کی سزا دیں تو اس عورت نے آپ سے کہا: میں اس جگہ پر ایک شخص کے ساتھ وعدہ کے سلسلے میں موجود ہوں تاکہ ہم ایسا کام کریں جو استقامت کے خلاف ہے اور ایسا فعل ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے ابھی اسکا کلام ختم نہ ہوا تھا کہ وہ آدمی بھی بے دلی سے چلتے ہوئے آ گیا کیونکہ اس کے دل میں یہ خیال تک نہ تھا کہ وہاں اس عورت کے علاوہ بھی کوئی ہو سکتا ہے۔ اب عبد الکریم اس کو دیکھ کر اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکے اسے پکڑ کر زمین پر گرا دیا۔ اسے دردناک سزا دی پھر اس نے برائی کی طرف چل کر آنے کا اعتراف کر لیا چونکہ انہوں نے ابھی ارادہ کیا تھا برائی نہ کی تھی تو یہ توبہ کے اعلان کرنے لگا، اللہ سے وعدے دہرانے لگا کہ نہ وہ دوبارہ اس برے راستے پر چلے گا اور نہ ہی وہ عورت ایسا کام کرے گی۔

اور وہ دونوں جلد ہی استقامت، عمل خیر اور اجتناب علی المعاصی کی راہ پر چل پڑیں گے اور اس قسم کے کسی بھی گناہ کا ارتکاب نہ کریں گے۔ اس کے بعد آپ نے ان سے پختہ وعدہ لیا اور دونوں کو ساتھ لیکر شہر میں داخل ہوئے۔ اور ہر کوئی اپنی راہ لیکر اپنے گھر چلا گیا پھر آپ ان دونوں کو تاڑنے اور پیچھا کرنے میں لگے رہے حتی کہ ان کے اصلاح یافتہ ہو جانے کا انہیں یقین ہو گیا اور یہ کہ ان دونوں نے پرہیز گاری اور سچی توبہ اختیار کر لی ہے۔

یہ بات خیال میں رہے کہ وہ دونوں مرد اور عورت مقامی لوگ نہ تھے بلکہ وہ باہر سے آنے والے تھے۔ کیونکہ شہری اور اجنبی شخص میں فرق کرنا کوئی مشکل مسئلہ نہیں ہوتا۔

تیسرا قصہ

361۔ ہمارے شیخ محمد بن سلیم جو محکمہ تفتیش کے رکن تھے، نے بتایا ہے کہ مجھے عبدالکریم بن عبید نے بیان کیا جو کچھ بیان کیا کہ ایک معروف و مشہور شخصیت کے گھر چوری کا ارتکاب کر لیا گیا جس کا نام عبدالعزیز بن صعب تو یجری تھا۔ وہ گھر سے نکلا جب کہ اس نے چور کو نہ دیکھا حالانکہ چوری مکمل طور پر ہو چکی تھی لیکن کوئی ایسی نشانی باقی نہ تھی جو اس کمینے چور کا پتہ بتاتی۔ اس نے سوچا کہ پولیس والوں کی بجائے عبدالکریم کے پاس جاتا ہوں۔ آپ تو یجری (عبدالعزیز) کے گھر آئے۔ آثار کو ملاحظہ کیا، خوب غور و خوض سے کام لیا تو چور کو پہچان گئے۔ عبدالکریم نے مسروق منہ (جس کی چوری ہوئی تھی) سے کہا۔ حوصلہ رکھو۔ گھبرانے اور پریشانی کی ضرورت نہیں تیرا چوری شدہ سونا اللہ تعالی کے حکم سے لازمی طور پر جلدی تیرے گھر میں موجود ہوگا اور اس میں سے کوئی کمی نہ کی گئی ہوگی تمہاری ڈیوٹی یہ ہے کہ جیسے میں کہوں تم نے ویسے ہی کرنا ہے۔ وہ یہ کہ کل صبح فجر کی نماز کے فوراً بعد تم اپنے گھر کے سامنے بیٹھنا تیرے پاس ایک عورت آئے گی جو حقیقت میں مرد ہوگا صرف عورتوں والے کپڑے پہنے ہوئے ہوگا۔

وہ تیرا سونا وغیرہ مکمل طور پر کسی کپڑے وغیرہ میں لپیٹ کر تیرے حوالے کر جائے گی بس تم نے اس سے کوئی کلام نہیں کرنا ہے اور نہ ہی اسکا کھوج لگانا ہے وہ یہ سن کر گومگو کی کیفیت میں تھا معلوم نہیں سچ کہنے والے ہیں یا جھوٹ بولنے والے ہیں بہر حال اس نے صبح کی نماز ادا کی اور اپنے دروازے کے پاس بیٹھ گیا اور اس جھوٹ موٹ عورت کا انتظار کرنے لگا ابھی چند لمحے نہ گزرنے پائے تھے کہ ایک عورت گزری جو بالکل آہستہ آہستہ تکلفانہ انداز میں قدم رکھ رہی تھی اور سونا اس آدمی کی طرف پھینک کر واپس چلتی بنی، وہ آدمی سونا لیکر اپنے گھر داخل ہوا اور اب اسے یقین ہو چکا تھا۔ اس نے اپنا مکمل سونا بغیر کسی کمی بیشی کے پالیا۔

اس انداز میں چور کا مکمل طریقے سے پردہ بھی رکھ لیا گیا اور مال بھی مل گیا لیکن عبد الکریم نے اس دوران زیر زمین کارروائی کیا ڈالی۔ یہ ایک ایسا راز ہے جس کا کسی آدمی کو علم

نہ ہو سکا۔ جس طرح عبدالکریم نے چور کا نام کسی کو نہ بتایا اور نہ لوگوں کو اس بات کی جرات ہوئی کہ وہ ان سے کہیں بتاؤ چور کون ہے۔

چوتھا قصہ

فضیلۃ الشیخ محمد بن سلیم نے بتایا کہ مجھے عبدالکریم بن عبید نے بتایا وہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ اپنی دکان میں بیٹھا تھا میرے سامنے سے ایک کالا آدمی گزرا میں نے اس کے چہرے سے شر و فساد کی لکیریں معلوم کر لیں اس کی نگاہوں کی خباثت اور حرکات میں ناپسندیدگی واضح تھی۔

میں اپنی جگہ اٹھ کھڑا ہوا، دکان بند کی، دور رہ کر اسکا پیچھا کرنے لگا، وہ مسلسل چلتا رہا اور میں بھی اس کے پیچھے چل رہا تھا، اس کے ادھر ادھر دیکھنے کے انداز اور توجہات مشکوک تھیں تا آنکہ ایک شریف گھرانہ کے پاس پہنچ گیا فوراً وہ دیوار پھاند کر اس کے اوپر چڑھ گیا اور جلدی ہی پار ہو گیا عبدالکریم سے بھی رہا نہ گیا۔ اس کے پیچھے دیوار پھاند کر اندر ہو گئے جب وہ بندہ برے کام کا ارادہ کر رہا تھا تو عبدالکریم کو اس نے سخت ناپسندگی کی نگاہ سے دیکھا اس کے پیچھے سے آ کر آپ ملے تھے جبکہ وہ شخص عبدالکریم سے زیادہ طاقتور تھا۔

اس نے سختی سے پکڑ لیا، کپڑے سے باندھ دیا اور اسے حلق کے ساتھ ایسے دردناک انداز میں کھینچا جس سے ان کی سخت چیخ نکلی جس سے تمام پڑوسی پریشان ہو گئے وہ چھپ چھپا کر چیخنے والے کی طرف آئے اور گھر میں داخل ہوئے جبکہ انہوں نے بھی دیوار ہی پھاندی اچانک نگاہ پڑی تو وہ ظالم بندہ عبدالکریم کے اوپر چڑھ کر دونوں ہاتھوں سے پیٹ رہا تھا۔

یہاں تک کہ قریب تھا کہ انہیں موت آ جاتی سب سے قبل پڑوسیوں نے اس کالے آدمی کو گرفتار کیا اسکو رسیوں سے باندھا اور پکڑ کر امیر شہر بریدہ کی طرف لے گئے اس وقت وہاں کا امیر عبداللہ تھا۔ جو انتہائی محتاط، کرخت شخصیت کا مالک، قوت و طاقت میں مشہور تھا۔ اور وہ ان چالیس آدمیوں میں سے ایک تھا جنہوں نے ریاض پر قبضہ کر کے آل سعود کے بانی عبدالعزیز بادشاہ کو حکومت دلوائی امیر عبداللہ نے اس کالے آدمی کی تحقیق کر کے اس کا

جرم ثابت کیا۔ بعدازاں اسے بادشاہ عبدالعزیز کی طرف بھیج دیا اور اس نے اس آدمی کو قتل کردیا۔ اس وقت 1329ھ کا سال تھا۔

جنگجوؤں کی فراست

363۔ ہشام بن محمد کلبی نے اپنے باپ سے روایت کر کے کہا ہے: کہ جذیمہ بن مالک حیرہ اور اس کے مضافات کا بادشاہ تھا۔ اس کی بادشاہی کو ساٹھ سال ہوگئے تھے۔ وہ نہایت سخت بادشاہ تھا قریب والے اس سے ڈرتے اور دور والے اس سے مرعوب تھے۔ عرب والوں کو اس بات سے روک دیا گیا تھا کہ اسے ابرص (برص والا، سفید داغوں والی بیماری والا) کہیں وہ اسے ابرش (سفید داغوں والا جو بیماری سے نہ ہوں) کہا کرتے تھے اس نے ملیح بن برء سے جنگ کی جو حضر کا بادشاہ تھا۔ جو روم و ایران کے درمیان واقع تھا یہی وہ شخص ہے جس کا ذکر عدی بن زید نے اپنے قصیدے میں کیا ہے۔ جس کا ایک شعر یہ ہے:

واخوا الحضر اذ بناہ واذ دجلة تجبى اليه والخابور

"حضر کا مالک جس اس نے اس کی بنیاد رکھی اور جب دجلہ اور خابور کے لوگ اس کی طرف کھنچے چلے آئے"۔

جذیمہ نے اس کو قتل کردیا اور زباء شام کی طرف بھاگ گئی اور وہ رومیوں سے جاملی۔ وہ عربی زبان والی تھی، خوب انداز میں بیان کرسکتی تھی، سخت بادشاہی کی مالک تھی۔ اور بڑا زبردست حوصلہ ہمت رکھنے والی تھی ابن کلبی کہتے ہیں: اس زمانہ کی عورتوں میں شاید ہی اس سے زیادہ کوئی عورت خوبصورت ہو اس کا اصل نام فارغہ تھا۔ اس کے بال اتنے لمبے تھے جب وہ چلتی تھی تو اپنے پیچھے گھسیٹتی جاتی تھی۔ جب اس کو بکھیرتی تو وہ اسے بڑا بنا دیتے تھے۔ اس کو زباء کہا جاتا تھا۔ کلبی کہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اس کے باپ کے قتل کے بعد مبعوث ہوئے۔

اس کی ہمت یہاں تک پہنچی کہ اس نے بہت سے لوگوں کو جمع کیا۔ بہت سا مال خرچ کر ڈالا اور اپنے باپ کے علاقے کی طرف واپس آکر اس کی بادشاہ بن گئی (مالک بن گئی) اس نے جذیمہ ابرش کو وہاں سے دور کردیا۔ اور دریائے فرات کے مشرقی و مغربی دونوں کناروں

پر دو شہر بالمقابل تعمیر کرائے اور فرات کے نیچے سے دونوں شہروں کے درمیان سرنگ بنوائی۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ جب دشمن اس پر حملہ کرتے تو وہ اس میں پناہ لیتی اور قلعہ بند ہو جاتی اس نے مردوں سے جدائی اختیار کر رکھی تھی اور وہ کنواری تھی۔ اس کے اور جذیمہ کے درمیان جنگ کے بعد صلح ہو گئی۔

جذیمہ اپنے دل میں اس کے ساتھ نکاح کرنے کی باتیں سوچنے لگا۔ اس نے اپنے خاص آدمیوں کو اکٹھا کر کے اس بارے مشورہ کیا، جذیمہ کا ایک خاص غلام تھا جس کا نام قصیر بن سعد تھا۔ وہ بڑا عقلمند اور ذہین تھا۔ وہی اس کا خزانچی، اس کے حکم کو دوسروں تک پہنچانے والا اور اس کی سلطنت کے اکثر امور کو خود چلانے والا بھی تھا۔ باقی ساری قوم خاموش رہی لیکن قصیر بول پڑا اور کہا: ''اللہ تعالیٰ بادشاہ کو عزت سے سلامت رکھے'' اے بادشاہ سلامت! بے شک زباء ایک ایسی عورت ہے جس نے مردوں کو اپنے اوپر حرام کر رکھا ہے، وہ کنواری ہے، نہ اسے مال سے غرض ہے نہ کسی کے جمال کا خیال ہے اور سب سے بڑھ کر آپ کے پاس اس کے باپ کے خون کا بدلہ بھی ہے اور قتل کبھی پرانا نہیں ہوتا۔

وہ بڑی فنکارہ ہے تجھے بڑی احتیاط وغیرہ سے حکومت سے جدا کر چھوڑے گی، حسد و کینہ اس کے دل کی گہرائیوں میں پوشیدہ ہے جیسے پتھر کے اندر آگ کی چنگاری ہوتی ہے۔ اگر آپ اسے جھڑکانا چاہیں تو بھڑک اٹھتی ہے اگر چھوڑ دیں تو چھپی رہتی ہے۔ اور بادشاہ سلامت کے لئے اپنے ہم کفو بادشاہوں کی بیٹیوں میں رشتوں کی کوئی کمی نہیں ان کے لئے بھی اسی میں نفع ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کی قدر و منزلت ان لوگوں میں لالچ کرنے سے بلند کر دی ہے جو درجہ میں آپ سے کم ہیں، آپ کی شان عظیم ہے بس آپ سے بڑا کوئی نہیں۔

جذیمہ بادشاہ اس کی باتیں سنکر کہنے لگا۔ اے قصیر! رائے وہی معتبر ہے جو تو نے قائم کی ہے، احتیاط بھی اسی میں ہے جو تو نے کہا ہے۔ لیکن نفوس کی یہ فطرت ہے کہ وہ اس چیز کی طرف مائل ہوتے ہیں جو انہیں محبوب ہو اور جس کی وہ خود خواہش کرتے ہوں۔ ہر ایک آدمی کی تقدیر لکھی ہوئی ہے جس سے نہ وہ بھاگ سکتا ہے اور نہ اسے بوجھ سمجھ سکتا ہے المختصر

اس نے نکاح کا پیغام دینے والا قاصد زباء کی طرف بھیج دیا اور اس سے کہا: تو زباء کے پاس جانا، اس کے سامنے اس کا ذکر کرنا جو اسے پسند کرتا ہے۔ شاید وہ بھی اس کی طرف مائل ہو۔ چنانچہ وہ منگنی کی پیغام رسانی کرنے والا اس کے پاس پہنچا، جب اس عورت نے اس کا کلام سنا اور اس کی خواہش کو معلوم کرلیا تو بولی: تجھ سے اور جو چیز تو لایا ہے اور جس کی طرف سے لایا ہے ان سب کی وجہ سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہوگئی ہیں اس نے بظاہر اس وجہ سے بڑی خوشی ظاہر کی اور اس میں پسندیدگی کا اظہار کیا۔ اس کے آنے کا خیر مقدم کیا اور اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور کہنے لگی: میں اس معاملہ میں ایک ہی خوف محسوس کرتی ہوں کہ میں اس کے برابر کی نہیں بادشاہ مجھ سے زیادہ قدر والا ہے اور اس کے مقابلہ میں میری کوئی قدر و قیمت نہیں۔ میں نے اس کے مطالبہ کو قبول کیا اور اس کی بات کو پسند کیا۔

اور اگر ایسے معاملات میں صرف مردوں کی کوشش کو ہی پسند نہ کیا جاتا ہوتا تو میں خود اس کی طرف چل پڑتی۔ اس کے پاس جا کر ڈیرے ڈال دیتی اس نے جذیمہ کی طرف تحفے بھیجے، جس میں غلام، لونڈیاں، ساز و سامان، ہتھیار، مال و دولت، اونٹ اور بکریاں شامل تھیں مزید کپڑے، سونا اور چاندی اٹھا کر دے دیئے۔

جب وہ پیغام دینے والا واپس لوٹا تو بادشاہ کو اس کے جواب نے خوش کر دیا اور اس کی طرف سے لطف و مہربانی کا سلوک دیکھ کر اس کا چہرہ کھل اٹھا۔

اس نے گمان کیا کہ یہ ساری چیزیں اس کی رغبت و محبت کے حصول کی وجہ سے ہیں۔ وہ اپنے آپ میں پھولے نہ سمایا۔

فوراً وہ ان لوگوں کے ہمراہ چل پڑا جو اس کے خاص لوگوں اور اہل ملک میں سے زیادہ با اعتماد تھے جن میں اس کا خازن قصیر بھی تھا۔ اس نے اپنی مملکت پر اپنے بھانجے عمرو بن عدی لخمی کو اپنا نائب بنایا۔ لخم سے تعلق رکھنے والا حیرہ کا یہ پہلا بادشاہ تھا۔ ان کی بادشاہی ایک سو بیس سال رہی یہی وہ آدمی تھا جس کو بچپنے میں جنوں نے اٹھا لیا تھا اور جب بڑا ہو گیا تو واپس کر دیا۔ اس کی ماں بیان کرتی ہے کہ جنوں نے اسے طوق پہنا دیا تھا۔ اس کے ماموں جذیمہ نے کہا: ''شَبَّ عمرو عن طوق'' (عمرو طوق سے پروان چڑھا ہے) یہ ضرب

المثل بن گیا۔ جذیمہ نے اسے نائب بنایا اور خود زباء کی طرف چل پڑا۔ جب بقہ تک پہنچ گیا تو پڑاؤ ڈالا شکار کر کے کھایا پیا، دوبارہ مشورہ کرنے لگا اور اپنے دوستوں سے رائے لی۔

پھر قوم خاموش رہی لیکن قصیر خاموش نہ رہ سکا، کلام کا آغاز کیا اور کہا:

اے بادشاہ سلامت! کل عزم لا یوید بحزم (ہر ارادہ کی تائید احتیاطی تدابیر کے ذریعے نہیں کی جا سکتی)

اس نے مجھ سے کہا: افسوس! جو ہونا ہے وہ ہو جائے گا۔

چکنی چپڑی باتوں پر اعتماد نہ کر کیونکہ ان کا کوئی نتیجہ نہیں ہوتا۔ خواہشات نفسانی کی بنیاد پر قائم کی گئی رائے پر اعتقاد نہ کرو کیونکہ وہ جلد فاسد ہو جاتی ہیں۔ آرزوؤں کی بنیاد پر کھڑی کی گئی احتیاط پر بھی یقین نہ کرو کیونکہ وہ بہت دور ہوتی ہیں۔

بادشاہ سلامت کیلئے میری رائے یہ ہے کہ وہ ثابت قدمی اختیار کرتے ہوئے اس کام سے رک جائیں بیدار مغزی سے اپنے بچاؤ کا انتظام کریں۔ اگر معاملات کے فیصلے تقدیر پر طے نہ ہوتے تو میں بادشاہ پر پختہ قسم اٹھا کر کہتا کہ وہ یہ کام نہ کرے۔

جذیمہ دوسری جماعت کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے کہا: اس معاملہ میں تمہارے پاس کوئی تجویز نہیں؟ انہوں نے بھی اس بارے بادشاہ کی دلچسپی کو سامنے رکھ کر اپنی اپنی معلومات کے مطابق کلام کی۔ اس کی رائے کو درست قرار دیا۔ اور اس کے ارادہ کو مزید مضبوط کیا۔ ان کی باتیں سن کر جذیمہ پھر خوش ہو گیا اور کہنے لگا، رائے تو اصل میں وہی ہے جو جماعت نے دی اور عین صواب بھی وہی ہے جو کچھ تم جماعت والوں نے کہا ہے، یہ سنکر قصیر پھر بول اٹھا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تقدیر تدبیر پر سبقت لے جانے والی ہے اور قصیر کی بات کو نہیں مانا جائے گا۔ تو پھر کم از کم ایک مرتبہ پھر اس کی طرف قاصد تو بھیج لو۔ جذیمہ آگے چل پڑا جب زباء کے علاقے کے قریب پہنچا تو پڑاؤ ڈالا۔ اور اس کی طرف قاصد بھیجا تا کہ وہ بادشاہ کے آنے کی اسے اطلاع دے۔ جب قاصد اس کے پاس پہنچا اور بادشاہ کے پہنچنے کی خبر دی تو اس نے مرحبا کہا، قریب ہوئی، خوشی کا اظہار کیا اور اس میں اپنی دلچسپی ظاہر کی، ساتھ ہی حکم دیا کہ بادشاہ کی طرف وہاں رہنے کا سامان بھجوایا جائے۔ مویشیوں کے

لئے چارہ کا انتظام کیا جائے۔

اور اس نے اپنے لشکر سے کہا: اپنی مملکت کے خاص لوگوں، سلطنت کے عام آدمیوں اور اپنی رعیت کو حکم دیا: اپنے سردار کا استقبال کرو اور اپنی سلطنت کے بادشاہ کو خوش آمدید کہو۔ قاصد جذیمہ کی طرف واپس آیا، اس جواب کے ساتھ جو اس نے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا جب جذیمہ مزید آگے دربار کی حاضری پر جانے لگا تو اس نے قصیر کو بلایا اور کہا تم ابھی تک اپنی سابقہ رائے پر ڈٹے ہوئے ہو؟ اس نے جواب دیا: ہاں بلکہ اس سلسلہ میں بصیرت میں مزید اضافہ ہوا کیا تم اپنے ارادہ پر قائم ہو؟ جذیمہ نے جواب دیا ہاں بلکہ میری دلچسپی اس میں مزید زیادہ ہو گئی ہے۔ قصیر نے پھر کہا: معاملات کا مالک کوئی آدمی نہیں ہوا کرتا۔ جو شخص معاملات کے انجام میں نگاہ کرتا ہے وہ معاملہ کے فوت ہونے سے پہلے اس کو پالیتا ہے۔

بادشاہ کے ہاتھ میں اپنا انجام ہے جو ان کے صواب کو پانے پر مسلط ہے اگر آپ کو یقین ہو تا آپ بادشاہ ہیں اپنا خاندان رکھنے والے ہیں اور مقام و مرتبہ کے مالک ہیں اب آپ نے اپنی بادشاہی سے ہاتھ کھینچ لیا ہے اور اپنے خاندان اور مقام سے جدا ہو گئے ہیں اور اس کو میرے ہاتھ پر ڈال دیا ہے جو آپ کے اوپر پر امن نہیں ہوں آپ کے ساتھ مکر اور دھوکہ ہو گا اگر آپ یہ کام ضروری طور پر کرنا ہی چاہتے ہیں اور اپنی خواہشات کے تابع ہیں تو میری بات غور سے سنیں کیونکہ زباء کی قوم اگر کل آپ سے جدا جدا ہو کر ملے اور آپ کے سامنے چلے ایک گروہ آئے اور ایک گروہ جائے تو اس کے بعد معاملہ آپکے ہاتھ میں ہو گیا اور رائے بھی اس معاملہ میں آپکی ہی درست ہو گی اور اگر اس کی قوم کے لوگ آپ کو ایک ہی جتھہ کی صورت میں ملیں اور آپ کیلئے دو صفیں بنا کر کھڑے ہو جائیں یہاں تک کہ آپ ان کے درمیان میں پہنچ جائیں تو وہ ہر طرف سے ٹوٹ پڑیں تو یوں سمجھنا کہ وہ آپکی انتظار میں بیٹھے ہیں آپکے مالک بن گئے ہیں اور تم مکمل طور پر انکے شکنجے میں آ گئے ہو۔" وھذہ العصا لا یشق غبارھا" (یہ (گھوڑا) ڈنڈا اس کے غبار کو نہیں پھاڑ سکے گا)

جذیمہ کے پاس ایک گھوڑا تھا جو پرندوں پر بھی سبقت لے جاتا تھا ہواؤں سے باتیں

کرتا تھا اسی کو عصا کہا جاتا ہے چنانچہ جب ایسی صورت حال پیش آ جائے تو تو اس کی پیٹھ کا مالک بن جائیگا اگر تو اس کی پیشانی کا مالک بنا تو وہ تیرے ساتھ سرگوشیاں کریگی جذیمہ نے قصیر کا کلام سنا لیکن کوئی جواب نہ لوٹایا اور چل پڑا ادھر زباء کے پاس سے جب جذیمہ کا قاصد واپس لوٹا تو اس نے اپنے لشکر سے کہا جب جذیمہ کل ہمارے پاس آئے تو تم اسے ایک جتھے کی صورت میں ملنا اور اس کے دائیں بائیں دو صفوں کی صورت میں کھڑے ہو جانا جب وہ تمہارے مجمع کے درمیان پہنچ جائے تو اس پر ہلہ بول دینا اور ہر طرف سے گھیرے میں لے لینا یہاں تک کہ تم اسے محصور کر دو اور خبردار وہ تم سے بھاگنے نہ پائے جذیمہ چل پڑا جبکہ قصیر اس کی دائیں جانب تھا جب وہاں پہنچا تو ساری قوم اسے ایک جماعت کی صورت میں ملی اور اس کے لئے دو صفوں میں کھڑی ہو گئی جب وہ انکے درمیان پہنچا تو انہوں نے ہر طرف سے اس پر اس طرح دھاوا بول دیا جس طرح ظالم شکاری اپنے شکار پر حملہ آور ہوتا ہے۔ ان سب نے جذیمہ کو گھیرے میں لے لیا اور اب جذیمہ کو یقین ہو گیا کہ وہ اس کے مالک بن گئے ہیں قصیر اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا جذیمہ اس کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اے قصیر تو نے سچ کہا قصیر نے جواب دیا اے بادشاہ! ''اَبطاتَ بالجواب حتّٰی فات الصواب'' (آپ نے جواب دینے میں اس قدر دیر کر دی کہ اب صحیح چیز کا حصول ناممکن ہو چکا ہے) تو نے اس کو ایک مثال بنا دیا ہے جذیمہ نے کہا اب کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا عصا (تیز گھوڑا) آپکے پاس ہے اس پر سوار ہو کر کوشش کرو ممکن ہے یہ تمہیں نجات دلا دے جذیمہ نے اس سے ناک چڑھایا اتنے میں لشکر اسے لیکر چل پڑا جب قصیر نے دیکھا کہ جذیمہ نے قیدی بننا پسند کر لیا ہے اور اسے جذیمہ کے قتل ہونے کا سو فیصد یقین ہو گیا تو اس نے اپنے آپ کو سنبھالا چھلانگ لگا کر عصا کی پیٹھ پر ہو گیا۔ لگامیں اس کے حوالے کر دیں اور اسے ایڑھی لگا دی عصا قصیر کو لیکر سرپٹ دوڑا اور ہوا سے باتیں کرنے لگا جذیمہ نے اس کی طرف حسرت بھری نگاہ سے دیکھا ادھر زباء بھی اپنے محل سے ساری صورت حال دیکھ رہی تھی اس نے کہا تو کتنا خوبصورت دولہا ہے جو ابھی میرے اوپر ظاہر ہو گا اور میرے ساتھ شب زفاف گزارے گا۔ یہاں تک کہ لشکری اسے لے کر زباء کے پاس داخل ہو گئے اس

وقت اس کے محل میں اس کے پاس سوائے ہم عمر کنواری لونڈیوں کے اور کوئی نہ تھا اور حال یہ تھا کہ وہ اپنے شاہی تخت پر براجمان تھی ایک ہزار خادمائیں اس کے ارد گرد تھیں جن میں سے کوئی ایک شکل اور لباس میں دوسری کے مشابہ نہ تھی اور زباء ان کے درمیان چاند کی مانند تھی جس کو چمکتے ستاروں نے گھیر رکھا ہو اس نے چمڑے کی قالین لا کر بچھانے کا حکم دیا اور اپنی نوکرانیوں سے کہا اپنی مالکہ کے خاوند اور اپنے آقا کے ہاتھ کو پکڑلو انہوں نے اس کے ہاتھ کو پکڑا اور قالین پر اس جگہ بٹھا دیا جہاں محب اپنی محبوبہ کو اور محبوبہ اپنے محب کو آسانی کے ساتھ دیکھ سکے اور عاشق اپنی معشوقہ کے کلام کو سن سکے اور معشوقہ اپنے عاشق کی گفتگو کی سماعت کر سکے۔ پھر اس نے اپنی لونڈیوں کو حکم دیا اس کے ہاتھوں کی رگوں کو کاٹ دو اور طشت کو اس کے ہاتھ کے نیچے رکھ دیا اور خون طشت میں بہنے لگا غلطی سے کچھ قطرے قالین پر گرے تو اس نے اپنی خادماؤں کو حکم دیا بادشاہ کے خون کو ضائع مت کرو جذیمہ نے یہ دیکھ کر کہا تجھے ایسا خون پریشان نہ کرے جسے اس کی اہلیہ نے بہایا ہو۔ چنانچہ جب جذیمہ فوت ہو گیا زباء نے کہا قسم بخدا خون نے وفا نہ کی اور تیرے قتل نے شفا نہ پائی لیکن غصہ کی ایک لہر تھی جو ختم ہو گئی ہے پھر اس کے کفن دفن کا حکم دیا پس اسے دفن کر دیا گیا۔

جذیمہ نے اپنی مملکت پر اپنے بھانجے عمرو ابن عدی کو مقرر کیا تھا وہ ہر صبح حیرہ کی طرف نکلتا تاکہ اپنے خالو کی کوئی خبر حاصل کرے اور اس کے آثار کا پتا لگا سکے معمول کے مطابق ایک دن وہ نکلا تو اس کی نظر ایک شاہ سوار پر پڑی جو بہت تیزی کے ساتھ دوڑا دوڑا آ رہا تھا اس نے دیکھ کر کہا گھوڑا تو جذیمہ والا دکھائی دیتا ہے لیکن سوار کوئی بری خبر لانے والا ہے جو عصا پر سوار ہے چنانچہ جلدی ہی قصیر ان کے پاس پہنچ گیا تو انہوں نے پوچھا: تیرے پیچھے کوئی ہے؟ تو اس نے جواب دیا تقدیر بادشاہ کو میری اور ان کی مرضی کے خلاف موت کی طرف لے گئی اب زباء سے تم بدلہ لو تو بات تب بنے گی یہ سن کر عمرو نے کہا: کیسے زباء سے بدلہ لیا جائے جبکہ وہ فضا کے عقاب سے زیادہ محفوظ ہے قصیر نے کہا مجھے وہ نصیحت معلوم ہے جو تیرے خالو کیلئے تھی لیکن افسوس موت انہیں اپنی طرف کھینچ رہی تھی قسم بخدا میں ان کے خون کا بدلہ لینے سے اس وقت تک نہ رہوں گا جب تک کوئی ستارہ چمکنے والا ہے اور سورج

کے طلوع ہونے کا سلسلہ جاری ہے۔ یا تو میں اس سے بدلہ لے لوں گا یا اسی میں اپنے آپ کو ختم کر دونگا اور معذور ہو جاؤں گا پھر اس نے اپنی ناک کاٹ ڈالی اور اسی حالت میں زباء سے جاملا گویا کہ وہ عمرو ابن عدی سے بھاگا ہوا ہے زباء سے کہا گیا یہ قصیر ابن سعد جو کہ خزیمہ کا چچا اس کا خازن اور اس کے حکم کا مالک تھا اب تیرے دروازے پر آیا ہے۔ اس کیلئے اجازت دی جائے جب قصیر اس کے پاس حاضر ہوا تو اس نے سوال کیا اے قصیر کون سی چیز تجھے ہمارے پاس لائی ہے۔ جبکہ ہمارے اور تیرے درمیان ایک محترم خون ہے؟ اس نے جواب دیا اے عظیم بادشاہوں کی عظیم بیٹی! یقیناً میں ایسے معاملہ کی وجہ سے آیا ہوں جو تیری طرف سے جذیمہ کیساتھ ہوا ہے اور تحقیق بادشاہ کا خون وہ طلب کر رہا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس کو پا لے اور میں تجھ سے پناہ طلب کرتے ہوئے حاضر ہوا ہوں کیونکہ عمرو ابن عدی نے مجھے بھگا دیا ہے اور مجھے اپنے ماموں کی وجہ سے متہم ٹھہرایا ہے اور یہ کہا ہے کہ اسے تیرے پاس لانے میں میرا مشورہ اس کے خلاف تھا، دیکھ لے اس نے میری ناک کاٹ دی ہے میرا مال چھین لیا ہے۔ میرے اور میرے گھر والوں کے درمیان رکاوٹ بن گیا ہے اور مجھے قتل کی دھمکیاں دیتا ہے میں اپنی جان پر خوف زدہ ہوں اس سے بھاگ کر تیرے پاس آیا ہوں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اور تیری عزت کی غار میں رہنا چاہتا ہوں۔ اس نے قصیر کو خوش آمدید کہا کہ تیرے لئے پڑوسی ہونے کا حق بھی ہے پناہ مانگنے والے کی ذمہ داری بھی مجھ پر ہے اور حکم دیا کہ اسے آرام و راحت کے ساتھ رہنے کے اسباب مہیا کئے جائیں اس نے قصیر کے ساتھ صلہ رحمی کا سلوک کیا اس پر پردہ ڈالا اس کی مہمان نوازی کی اور اس کے عزت واحترام میں بہت زیادہ اضافہ کیا۔ وہ کافی مدت تک وہاں مقیم رہا لیکن نہ کبھی زباء نے اس سے گفتگو کی اور نہ اسے کبھی زباء سے گفتگو کرنے کا موقعہ ملا جبکہ قصیر اس کے خلاف کوئی حیلہ تلاش کر رہا تھا اور اس سے موقعہ پانے کی تاڑ میں تھا۔ اور زباء سرنگ کے دروازے پر ایک مضبوط ترین محل میں محفوظ تھی جس پر ہر وقت پہرہ لگا رہتا تھا اور کوئی ایک بلا اجازت اس پر داخل ہونے کی قدرت نہ رکھتا تھا۔

چنانچہ ایک دن ایسا آیا کہ قصیر اس سے کہنے لگا: بے شک عراق کے اندر میرا بہت سارا

مال اور عمدہ ذخائر جو بادشاہوں کے لئے مناسب ہوتے ہیں، موجود ہیں۔ اگر آپ مجھے عراق پر چڑھائی کی اجازت دے دیں۔ اور مجھے کوئی ایسی چیز عطا کر دیں جس کے ذریعے میں اطمینان کے ساتھ تجارت کر سکوں اور اس کو اپنے مال تک پہنچنے کا ذریعہ بنا سکوں تو اس مال میں سے جتنا مال میرے لئے لانا ممکن ہوا میں تیری خدمت میں پیش کر دوں گا اس نے قصیر کو اجازت دے دی اور اپنی طرف سے مال بھی عطا کیا۔

وہ عراق گیا اور کسریٰ کے شہروں میں گھوما پھرا اس نے عمدہ قسم کے اموال خریدے اور اس نے اس کے عطا کردہ مال میں مزید اضافہ کر دیا اور اس کے پاس واپس آ گیا قصیر نے آ کر اس کو اپنے اس کردار کے ذریعے خوش کر دیا اور اس کے نزدیک ایک بلند مقام حاصل کر لیا۔ اس کے بعد ایک مرتبہ پھر وہ عراق کی طرف واپس لوٹا اور یہاں سے جواہر، موتی، مختلف قسم کے ریشم اور روئی کے کپڑے لے کر زباء کے پاس گیا۔ اس طریقے سے اس کے سامنے قصیر کا درجہ اور زیادہ بڑھ گیا اور زباء نے خود اسے اپنے قریب بلند مرتبہ پر فائز کیا اور اس کی شخصیت میں دلچسپی لینے لگی قصیر بھی مسلسل نرمی سے کام لیتا رہا حتی کہ اس نے فرات کے نیچے والی غار و سرنگ تک رسائی حاصل کر کے اس کو پہچان لیا اور اس تک پہنچنے کے راستے اچھی طرح معلوم کر لئے۔

اس کے بعد وہ تیسری مرتبہ عراق کی طرف روانہ ہوا اور پہلی دو مرتبہ سے زیادہ عمدہ برتن اور لطیف و خوبصورت اشیاء لے کر واپس آیا جس سے زباء کے نزدیک اس کا مقام انتہاء کو پہنچ گیا اور قصیر نے اس کے سامنے ایک مخصوص مرتبہ حاصل کر لیا۔ یہاں تک کہ اب وہ اپنی جنگوں اور مشکلات میں اس سے مدد حاصل کرنے لگی۔ زباء نے اس کی طرف قاصد بھیجا اور اپنے کچھ امور اس کے سپرد کر دیئے۔ قصیر ایک بہترین عقلمند، خوبصورت چہرے والا، عمدہ رائے کا مالک اور نہایت عمدہ ادیب تھا۔

ایک دن زباء نے قصیر سے کہا: کہ میرا ارادہ ہے کہ سرزمین شام کے فلاں شہر کو فتح کر لوں۔ لہٰذا تم عراق جا کر فلاں فلاں ہتھیار، گھوڑے، خچر، غلام اور کپڑے لیکر میرے پاس آؤ۔ قصیر نے یوں جواب دیا: ہاں عمرو بن عدی کے شہروں میں میرے ہزار اونٹ اور

ہتھیاروں، گھوڑے، خچر، گدھے، غلام اور کپڑوں کا عظیم ذخیرہ موجود ہے اور اس میں فلاں فلاں چیزیں ہیں لیکن عمرو ابھی تک ان پر آگاہ نہیں اگر اسے پتا چل جاتا تو وہ انکو حاصل کر کے ضرور ان سے مدد لیکر تیرے خلاف جنگ آزما ہوتا، میں اس کی موت کا انتظار کر رہا ہوں، میں اجنبی راستوں سے اس طرح روانہ ہو کر جاؤں گا کہ اسے علم تک نہ ہوگا بہر حال میں ہر وہ چیز لیکر تیرے پاس آؤں گا جس کا تو نے مطالبہ کیا ہے۔ پس اس نے قصیر کو اس کی خواہش کے مطابق مال دیا اور کہا: اے قصیر! بادشاہتیں تیرے جیسے لوگوں کی وجہ سے خوبصورت لگتی ہیں اور معاملات تیرے جیسے آدمیوں کے ہاتھوں با حسن وخوبی انجام پاتے ہیں۔

مجھے یہ بات موصول ہوئی ہے کہ جذیمہ کی آمد و رفت کے سارے معاملات تیرے سپرد تھے۔ تیرے ہاتھ اس چیز کو پانے سے قاصر نہیں ہیں جس کو میرے ہاتھ حاصل کر سکیں تجھے کوئی معاملہ نہیں روک سکتا جو مجھے روک سکتا ہے۔

زباء کی قوم کے خاص آدمیوں میں سے ایک آدمی اس کی گفتگو کو سن رہا تھا تو اس نے کہا:

اسدٌ خادر ولیث ثائر قد تحفز للوثبة (یعنی ایک شیر کچھار میں ہے اور ایک شیر بدلہ لینے والا ہے کبھی جھپٹنے کے لئے وہ دھوکہ بھی دیتا ہے)

جب قصیر نے اس کے نزدیک اپنا مقام ملاحظہ کر لیا اور اس کے دل میں اپنا اثر ورسوخ جما لیا تو کہنے لگا: "الآنَ طَابَ المصاع (یعنی اب اس سے اپنے بادشاہ کا بدلہ لینے کا مناسب وقت ہے) اور اس کے پاس سے روانہ ہو گیا۔ چنانچہ وہ عمرو بن عدی کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ میں نے زباء سے تیرے ماموں کا بدلہ لینے کی فرصت پا لی ہے۔ اب اٹھ اور حملہ کرنے کیلئے جلدی تیاری کر۔ یہ بات سن کر عمرو بن عدی نے اس سے کہا: بات کر دی جائے گی حکم کر و اس پر عمل کیا جائے گا۔ اب تو اس مصیبت و آفت سے چھٹکارے کا طبیب حاذق ہے۔ اس نے کہا: آدمیوں کی بھی ضرورت ہے اور مال بھی چاہیے۔

اس نے جواب دیا: جو کچھ ہمارے قبضے میں ہے اب اس پر تیرا حکم ہی چلے گا۔ قصیر نے اس کی قوم کے دو ہزار نوجوانوں کو تیار کیا اور مملکت کے بڑے لوگوں کو ساتھ ملا لیا اور اس نے ہزار اونٹ پر ان کو سوار کیا جن کو چمکتے پیشانی والے اور سیاہ گھوڑوں میں لے کر چلا ان کو

ہتھیار پہنائے۔تلواریں حاصل کرائیں اورڈھالیں ساتھ لیں۔

ان کوغرائر میں اتارا، نیزوں کے سرنیچے کردیئے جو اندر سے بندھے ہوئے تھے۔عمرو خود بھی ان کے ساتھ تھا۔وہ گھوڑوں، غلاموں، خچروں، ہتھیار، لدے ہوئے اونٹوں کو لے کر چلا۔پس زباء کے پاس بشارت دینے والا آیا اور کہا: قصیر آ گیا ہے۔جب وہ شہر کے قریب پہنچا تو اس نے لوگوں کو ڈھالوں اور تلواروں سے لیس سفید اونٹوں پر بٹھا دیا اور کہا: جب اونٹ شہر کے عین وسط میں پہنچ جائیں تو ہمارے درمیان نشانی اس اس طرح ہوگی۔تم ربط توڑ دینا۔جب اونٹوں والا قافلہ شہر کے بالکل قریب پہنچا تو اس وقت زباء بھی اپنے محل خاص میں بیٹھی دیکھ رہی تھی۔اس نے ملاحظہ کیا کہ اونٹ اپنے بوجھ کے ساتھ دبے جا رہے ہیں تو اس سبب سے شک سا لاحق ہو گیا جبکہ اس کے پاس قصیر کی چغلی کھالی گئی تھی اور اسے محتاط رہنے کو کہا گیا تھا۔قصیر کی اس کے پاس چغلی کھانے والے کو اس نے کہا بے شک آج قصیر ہمارا ہے۔وہ ان نعمتوں کا پلا ہوا ہے اور اس مملکت کا ایک زبردست کارکن ہے تمہیں تمہارا حسد جلد ہی اس کے خلاف ابھار رہا ہے۔تمہارے اندر تو اس جیسا شخص ہے ہی کوئی نہیں۔اونٹوں کی کثرت اور ان بوجھوں کے عظیم ہونے سے اس کے دل میں کچھ کھٹکا نہ ہوا باوجود اس کے کہ اس کے پاس قصیر کی چغلی کرنے والے کی بات بھی تھی۔

مالِلجمال مشيها وئيداً أجندلًا يحملن او حديدًا

ام صرفانا بارداً شديدًا ام الرّجال في المسوح سُوداً

”ان اونٹوں کو کیا ہے کیوں آہستہ آہستہ چل رہے ہیں کیا انہوں نے بڑی چٹانیں یا لوہا اٹھا رکھا ہے۔یا وہ سخت ٹھنڈک میں نکلنے والے ہیں یا پھر ان کے کجاووں میں معزز سردار بیٹھے ہوئے ہیں۔

پھر وہ لونڈیوں کی طرف متوجہ ہوئی اور کہا: اری الموت الاحمر في الحرائر السود ”میں سفید و سیاہ اونٹوں کے اندر سرخ موت دیکھ رہی ہوں“۔یہ بات ضرب المثل بن گئی۔

یہاں تک کہ جب اونٹ شہر کے عین وسط میں پہنچے اور مکمل ہو گئے تو ان کی طرف

اشارہ کیا تو انہوں نے اونٹوں کے کجاووں کو کھول دیا۔ اور چمکتی تلواروں اور نیزوں کے سر سیدھے کر لئے دو ہزار زرہیں زمین پر گر پڑیں جن کے ساتھ دو ہزار کاٹ دار تلواریں بھی تھیں جو اس مقتول کا بدلہ طلب کر رہے تھے جو دھوکہ سے مار دیا گیا تھا۔ زباء اس حال میں نکلی کہ وہ بھاگ رہی تھی اور سرنگ میں جا کر پناہ لینا چاہتی تھی۔ قصیر نے آگے ہو کر اس کو روک لیا اور سرنگ اور اس کے درمیان عظیم رکاوٹ بن گیا۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کا مکمل گھیراؤ کر لیا گیا ہے اور وہ قبضہ و ملکیت میں آ چکی ہے۔ تو اس نے فوراً اپنے ہاتھ سے نکال کر ایک انگوٹھی چوسنے کا ارادہ کیا جس کے نگینہ کے نیچے زہر لگی ہوئی تھی۔

اور کہا: اے عمرو! جان میں اپنے ہاتھ سے حوالے کروں گی نہ کہ تیرے ہاتھ سے دوں گی۔

عمرو اور قصیر نے مل کر اس کو پکڑ لیا اور دونوں نے اسے تلواروں سے چھلنی کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ وہ ہلاک ہوگئی اور وہ دونوں اس کی ساری مملکت کے بادشاہ بن گئے۔

اس کی نعمتوں کو گھیرے میں لے لیا۔ قصیر نے جذیمہ کی قبر کے نشانات تلاش کر کے اس پر قبر بنائی اس پر کتبہ لگایا اور یہ ابیات رقم کئے:

ملك تمتع بالعسا كر والقنا والمشرفية عزة مايوصف

”وہ بادشاہ جس کے لشکروں، نیزوں اور مشرقی تلواروں سے لطف اندوز ہوتا رہا اسی کی عزت ہے جس کی تعریف کی جاتی ہے“۔

فسعت منيته الى اعداء وهو المتوج والحسام المرهف

”بنا جس کی موت اس کو اپنے دشمنوں کی طرف کھینچ لائی۔ وہی تاج کا سزاوار اور وہی کاٹ دار تلوار ہے“۔

باذن اللہ اختتام پذیر شد

الحمد لله على ذالك

والصّلوٰة والسلام على رُسولك